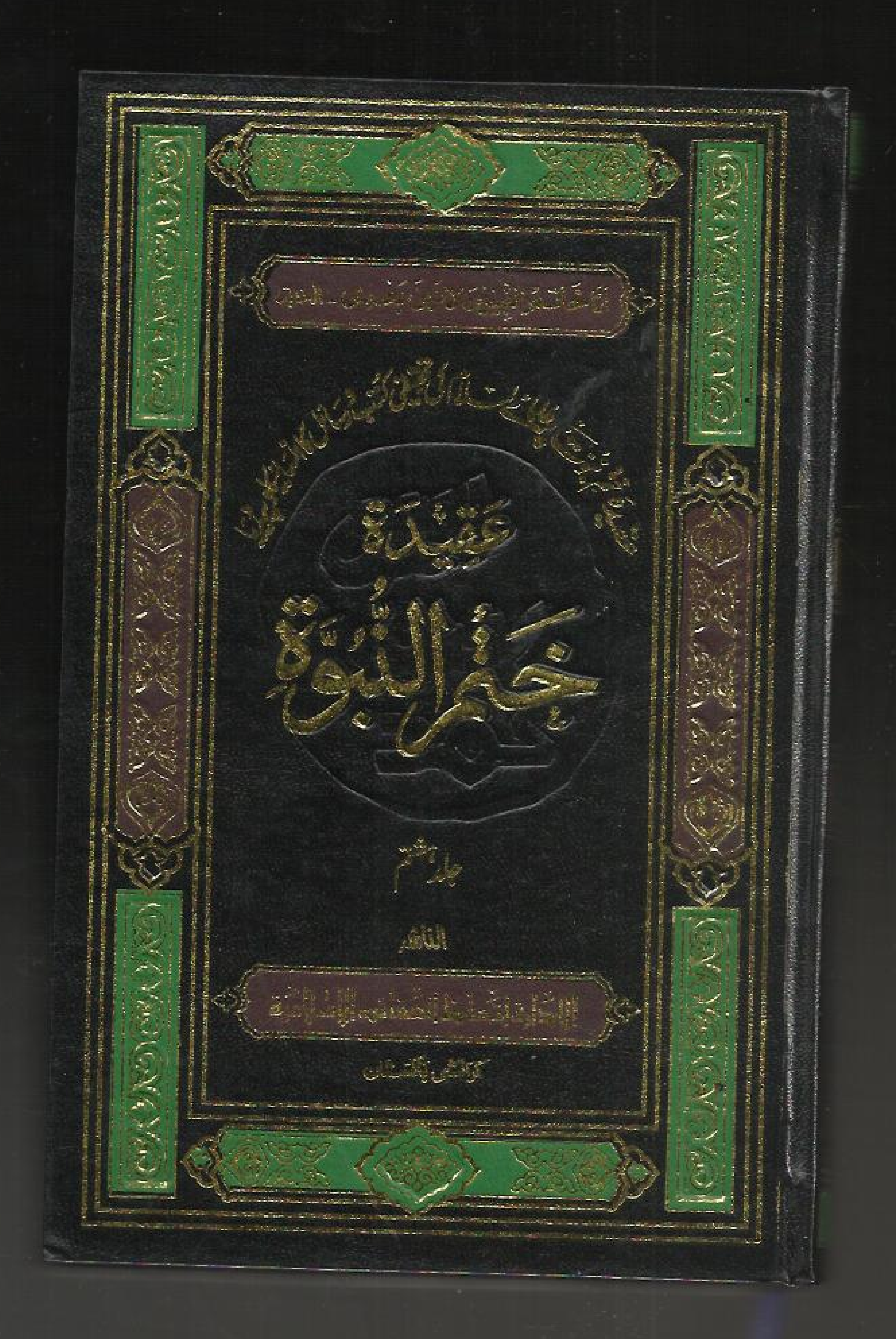
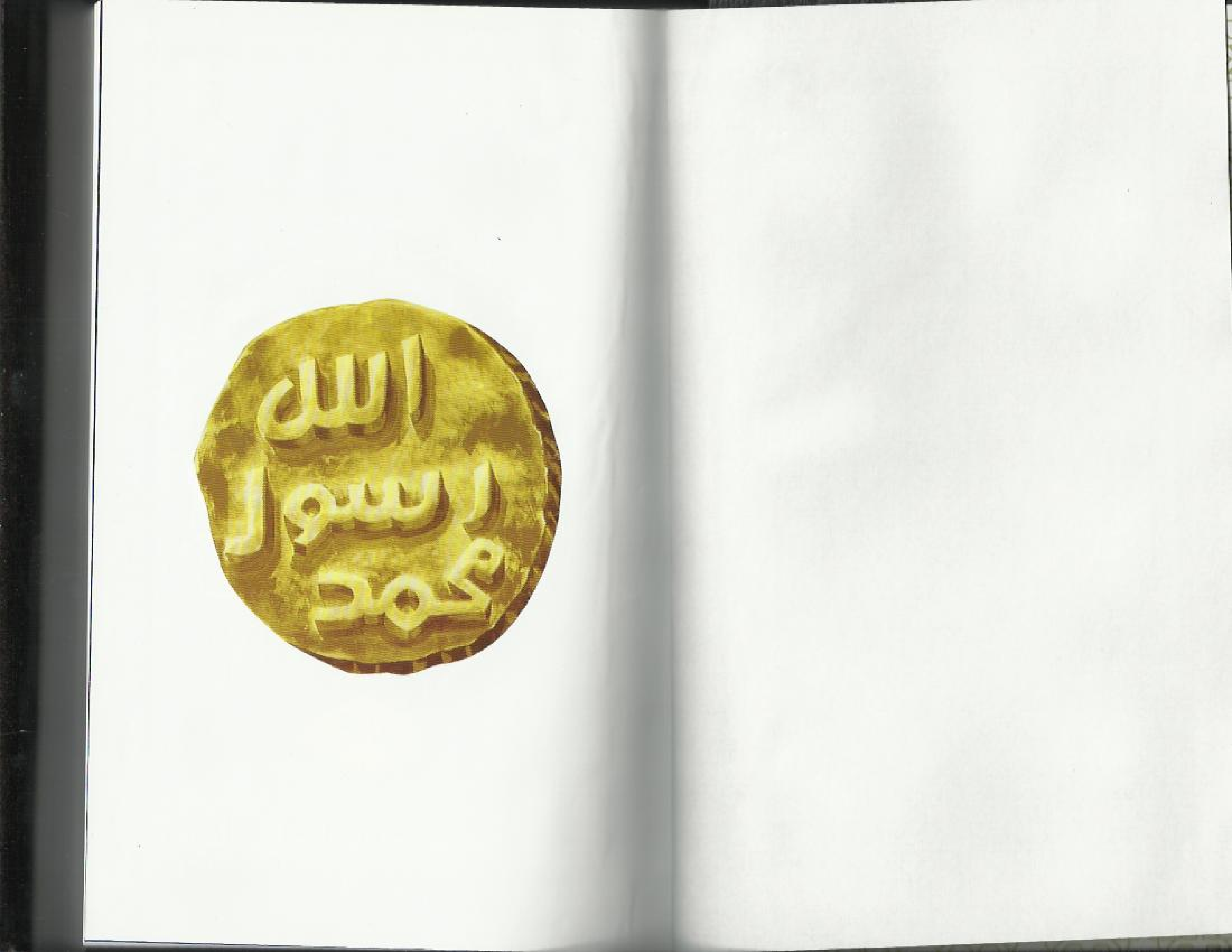
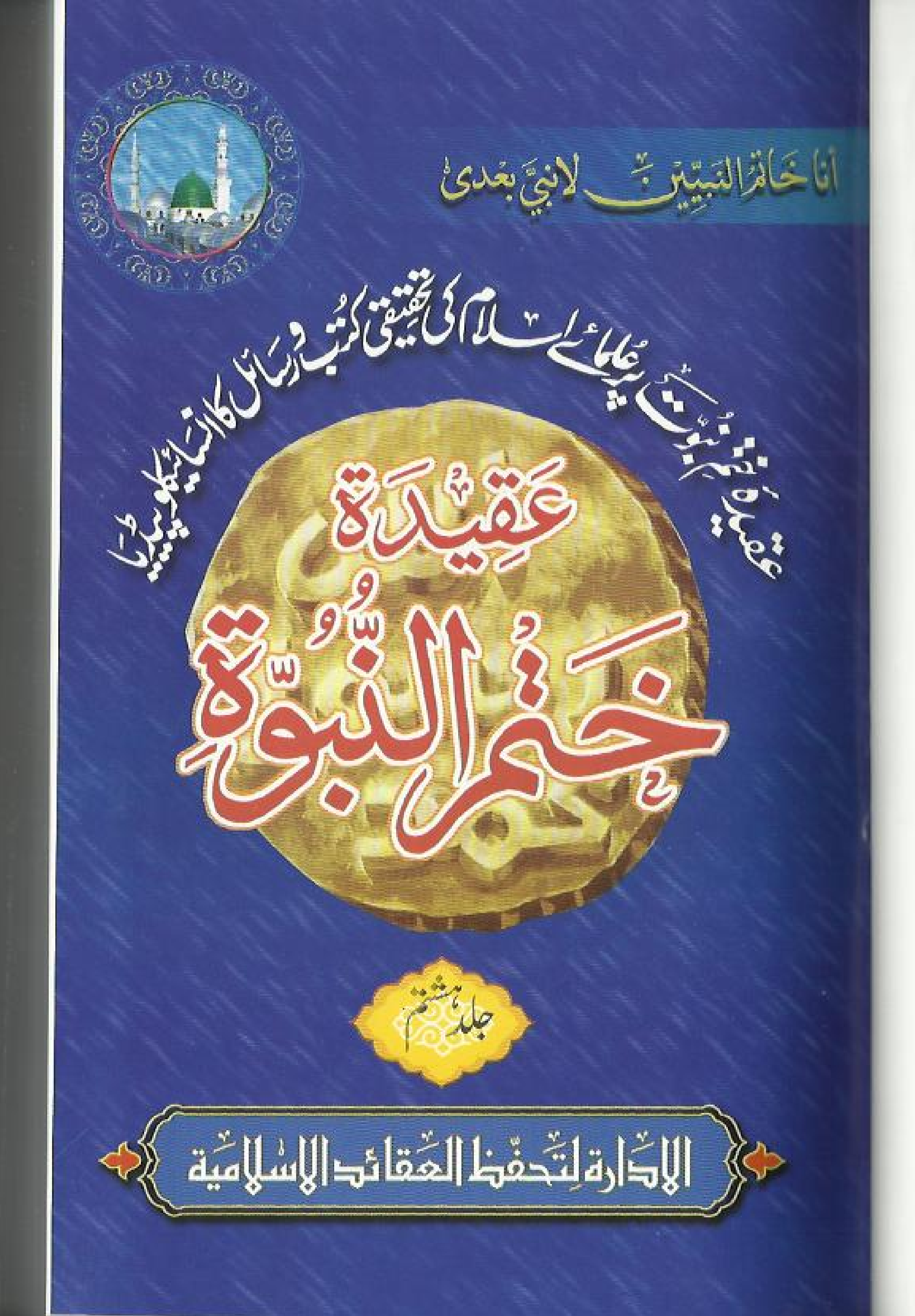
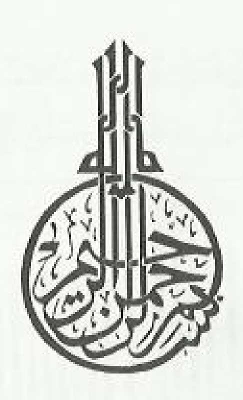

عقیدة
ختم النبوة
جلد ہشتم
الناشر


الله
رسول
محمد

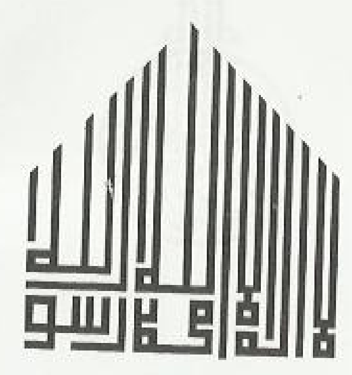


انا خاتم النبيين لا نبي بعدی
عقیدۂ ختمِ نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقيدة
ختم النبوة
جلد ہشتم
الادارة لتحفظ العقائد الاسلامية



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية ﴿٤٠﴾ سورة الاحزاب



اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

قَصِیْدَہ بُرْدَہ شَرِیْف

از: شیخ العرب والعجم امام **محمد شرف الدین** بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک ومولیٰ درود وسلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا وآخرت کے اور جن وانس کے اور عرب وعجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن واخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم وکرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِيمَ مَخْدُومٍ عَلَى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرَى لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ
إِنْ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِي آجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِينَا لِطَاعَتِهِ
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنّت مجدّدِ دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدّث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے مشکور وممنون ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

نام کتاب	عقیدۃ ختم النبوۃ
ترتیب وتحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ
جلد	ہشتم
سن اشاعت	2009ء / ۱۴۳۰ھ
قیمت	-/325

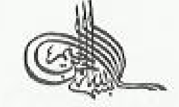
ناشر

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com
www.khatmenabuwat.net

فہرست



مناظر الاسلام

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

(ساکن میانی ضلع شاہ پور)

- حالاتِ زندگی
- ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ بن مفتی غلام دستگیر بن مفتی سراج الدین بن مفتی شیخ عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۸۶۰ء/ ۱۲۷۷ھ میں میانی ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور مولانا محمد رفیق ساکن برتھ غربی نزد جھاریاں ضلع سرگودھا سے تحصیل علم کی۔ پھر کئی مدارس میں تدریس کے علاوہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں چودہ سال تک صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ میانوالی ایک جید عالم دین، بہترین مدرس، پر جوش مقرر اور زبردست مناظر تھے۔ آپ نے قادیانیت، وہابیت اور شیعیت کا مقابلہ کتب، تقاریر اور مناظروں کے ذریعے موثر انداز میں کیا۔ آپ کی موجودگی مین بڑے بڑے علماء و فضلاء مہر بلب رہتے۔ آپ کی علمی جلالت کے اپنے اور بیگانے دونوں قائل تھے۔ عوام و خواص آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔ بحث و مباحثہ میں ہمیشہ آپ غالب رہتے۔

رد قادیانیت :

رد قادیانیت پر آپ کی دو کتابیں ہیں:

۱۔ الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی (یہ کتاب مفتی غلام مرتضیٰ اور جلال الدین فاضل قادیانی کے مابین سن ۱۹۲۴ء میں ہونے والے مناظرے کی روئداد پر مشتمل ہے۔

۲۔ ختم نبوت (اس کتاب میں مختصراً ختم نبوت پر دلائل اور ان کی شرح پیش کی گئی ہے)

رد قادیانیت کے علاوہ آپ نے فن مناظرہ پر الدیوان والحماسہ بھی تحریر فرمائی ہے۔

ان کے وقت میں قادیانی مبلغ عیسائی مبلغین کی طرح دیہاتوں اور چھوٹے

چھوٹے شہروں میں جاتے اور سادہ لوح عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کے لئے طرح طرح کے حیلوں سے کام لیتے۔ اگر کسی آبادی میں کوئی عالم دین نہ ہوتا تو اس پر تبلیغ کا دھاوا بول دیتے۔ اگر کوئی عالم دین ہوتا تو اس کی موجودگی میں ''گربہ مسکین ہوکر اتحاد واتفاق کی بات کرتے۔ مفتی صاحب کے گاؤں موضع میانی (ضلع سرگودھا) میں بھی قادیانیوں نے آمدورفت شروع کی۔ آپ کی عدم موجودگی میں ''ہمچومن دیگرے نیست'' کا دم مارتے اور موجودگی میں کہتے کہ آپ ہمارے علماء سے گفتگو کریں۔ مفتی صاحب کہتے ٹھیک ہے، انہیں لے آؤ میں ان سے بات کروں گا۔

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۴ء اپنے کسی کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے۔ اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۴ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی اور اختتام پر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا لیکن خدا تعالیٰ نے سبب فرمادیا کہ مفتی صاحب ارادہ سفر ملتوی فرما کر بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء کی صبح گاڑی پر براستہ بھیرہ میانی لوٹ آئے اور قادیانی جماعت کی طرف مناظرے کے چیلنج کو قبول فرمالیا۔

چنانچہ بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو موضع ہریا تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات میں مناظرے کے جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ مناظر اور حضرت علامہ مولانا غلام علی گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور صدر جلسہ مقرر ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس مناظر اور کرم داد صدر

جلسہ مقرر ہوئے اور دوسرے دن قادیانیوں کی طرف سے صدر جلسہ حاکم علی تھے۔ اس تحریری مناظرہ میں مفتی صاحب نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر صرف دو دلیلیں دیں:

پہلی دلیل : ﴿وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ﴾ (النساء، آیت ۱۵۷)

دوسری دلیل : ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (النساء، آیت ۱۵۹)

مفتی صاحب نے ان دونوں دلیلوں کی وضاحت اس عمدہ اور احسن طریقہ سے کی کہ قادیانی مناظر دو دن تک ان کا جواب نہ دے سکا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کے ذریعے مسلمانوں کو فتح ونصرت عطا فرمائی اور باطل خائب وخاسر ہوا۔

اس مناظرے میں شریک علمائے کرام نے اپنے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے :

.... مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر شخص نے آفریں آفریں کہا۔ باوجود اس کے کہ قادیانی مناظر نہایت بدزبان تھا اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو اس نے مفتی صاحب کی ذات کے متعلق کہے انہیں جمع کیا جائے تو کافی تعداد ہو جائے مگر مفتی صاحب نے اپنے وقار اور شرافت کو پیش نظر رکھتے ہو ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔

سارے مناظرے کے اجلاسوں میں قادیانی مناظر کی طرف سے شرائط مقرر کی ۴۹ خلاف ورزیاں کیں لیکن مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔

مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیق پر مبنی ہوتی اور اپنا تقریر اور تحریر بیان نہایت نرمی سے سناتے۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکہ جماتی تھی۔ مفتی صاحب میں جہاں عزم ثبات، وقار واستقلال ان کا طرہ امتیازی تھا وہیں متانت وشرافت، تہذیب وشائستگی

کے پیکر بن کر موافق اور مخالفین دونوں سے تحسین حاصل کر رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا موصوف کے دلائل وشواہد کا ابطال نہ کر سکا اور ادھر ادھر کے غیر مربوط وغیر متعلق امور سے حاضرین کو بہلانے کی بے فائدہ کوشش کرتا رہا۔

مناظرہ آخر تک سکون و امن سے ہوتا رہا۔ یہ سکون اس وقت زیادہ محسوس ہوا جب آفتاب صداقت کی ضیاء باری سے کذب و بطلان کی گھنگھور گھٹاؤں کا شیرازہ بالکل منتشر ہو گیا۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ کو آپ نے ظہر کے بعد ''رضا بالقضاء'' کے موضوع پر تقریر فرمائی اور اسی روز عصر کے بعد اس جہان فانی سے کوچ فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الظفر الرحمانی فی کسفِ القادیانی

تصنیفِ لطیف

کتاب ہذا اس مناظرے کی روداد ہے جو

مناظر الاسلام حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اور

قادیانی مولوی جلال الدین شمس

بمقام ہریا، تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات

بتواریخ ۱۸-۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں منعقد ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَالدِّیْنِ الْکَامِلِ الْمُبِیْنِ لِیُظْھِرَہٗ عَلٰی سَائِرِ اَھْلِ الْمِلَلِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃ والسَّلَامُ علٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَخُلَفَآئِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ ط

اَمَّابَعْدُ واضح ہو کہ اسلامی جماعت کی خدمت میں عموماً اور قادیانی جماعت کی خدمت میں خصوصاً درخواست ہے کہ آپ ہر ایک صاحب اس کتاب کو از ابتداء تا اخیر نہایت غور سے سمجھ کر پڑھیں۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس کو کسی لائق عالم سے سمجھ لیں اور پھر ایمان کے دائرہ کے اندر کھڑے ہو کر یہ فیصلہ کریں کہ ہر دو مناظروں میں سے کون مناظر ایمان کے مقتضی کے اندر رہ کر فاتح و کامیاب ہوا ہے اور کون مناظر ایمان کے مقتضی سے خارج ہو کر مفتوح و ناکام ہوا؟

سببِ مناظرہ

جو لوگ حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے مشرب و مذاق سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کو مناظرہ کے ساتھ اُنس و دلچسپی نہیں، نہ اس وجہ سے کہ ان میں کوئی علمی کمزوری ہے بلکہ اسلئے کہ آج کل کے مناظرے درحقیقت مناظرے نہیں ہوتے بلکہ مجادلے یا مکابرے ہوتے ہیں لیکن قادیانی جماعت کے بعض افراد نے مفتی صاحب کے اس تنفر کو اس رنگ میں بیان کرنا شروع کر دیا کہ چونکہ مفتی صاحب کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ میدانِ مناظرہ میں نہیں آتے اور اس ذکر کو عرصۂ دراز تک جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اسلامی جماعت کے کثیر التعداد آدمی مضطرب العقائد و متردد الایمان ہو گئے۔ جب مفتی صاحب نے اسلامی جماعت میں یہ اضطراب

وتردد محسوس کیا تو انہوں نے اپنے دل میں یہ ناطق فیصلہ کرلیا کہ اسلامی جماعت کے ایمان وعقائد حقہ کی حفاظت کرنے کے لئے اب منجانب اللہ تیرا مناظرہ کرنا لازمی فرض ہو چکا ہے اور مفتی صاحب نے بڑے زور سے اعلان کردیا کہ میں مناظرہ کرنے پر ہر طرح سے تیار ہوں۔

تعیین موضوع مناظرہ

کئی سال سے قادیانی جماعت کے بعض افراد مفتی صاحب کے پاس آتے رہے اور جب وہ اپنے قادیانی مذہب کی تائید میں طول طویل تقریریں کرتے اور مفتی صاحب اخیر میں ایک ہی فاضلانہ فقرہ سے سب کی تردید کردیتے تو وہ قادیانی آدمی گھبرا کر مفتی صاحب کو کہتے کہ تم ہمارے عالم کے ساتھ مناظرہ کیوں نہیں کرتے؟ کبھی تو مفتی صاحب سکوت فرماتے اور کبھی یہ فرماتے کہ اگر تمہارا کوئی عالم یہاں آجائے تو ہم مضامین مفصلہ ذیل میں تبادلہ خیالات کریں گے۔

ختم نبوت، مرزا صاحب کی نبوت، مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا، مرزا صاحب کے منکروں کی تکفیر، مرزا صاحب کا اسلام وکفر، مرزا صاحب کی صداقت وتکذیب۔

لیکن قادیانی آدمی ہر بار اس بات پر زور دیتے کہ ہمارا عالم پہلے مسیح ابن مریم کی حیات ووفات پر مناظرہ کرے گا۔ بلحاظ وجہ مذکور مفتی صاحب نے بھی مسیح ابن مریم کی حیات ووفات پر مناظرہ کرنا تسلیم کرلیا اور قادیانی جماعت کے اس مضمون پر زور دینے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نبی مرزا صاحب نے بھی اس مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم پر بہت زور دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۶۶)

اور واقعی اسلامی جماعت کے علماء اس موضوع پر مناظرہ کرنے سے کسی قدر جھجکتے تھے۔ لیکن جب زبدۃ المحققین ورئیس العارفین مرکز الہدایت ومحور الولایت مولانا ومرشدنا حضرت خواجہ **سیّد مہر علی شاہ صاحب** لازالت فیوضاتہم نے کتب ذیل شمس الہدایہ، حجۃ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ، فیوضات مہریہ تالیف فرمائیں تو اس وقت سے اسلامی جماعت کے علماء کے بازو اس موضوع یعنی حیات ووفات مسیح ابن مریم پر مناظرہ کرنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے قوی ہوگئے ہیں۔ کیونکہ مرشدنا الممدوح نے حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کیلئے ایسے طرق استدلالات واستنادات بیان فرمائے ہیں جن کے جواب دینے سے مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے مریدین آج تک عاجز ہیں۔ اور ان کی حقیقت پر مطلع ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرق استدلالات واستنادات موہوبی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب مرشدنا الممدوح بغرض مناظرہ لاہور تشریف لے گئے اور قریباً ہفتہ عشرہ وہاں قیام فرمایا تو مرزا صاحب مناظرہ کے لئے نہ آئے بلکہ انکار کردیا اور نیز یہی وجہ ہے کہ چونکہ اسلامی مناظر یعنی مفتی صاحب مرشدنا الممدوح کے مریدین مستفیضین میں سے ہیں اس لئے قادیانی مناظر نہ ان کی تردید کرسکا اور نہ ہی کوئی دلیل تام التقریب پیش کرسکا۔ اور مناظرہ ختم ہونے کے بعد علامہ دہر حضرت **مولانا مولوی غلام محمد صاحب گھوٹوی** پریذیڈنٹ اسلامی جماعت دوسرے دن اسٹیشن میانی سے ریل پر سوار ہوکر بمقام گولڑہ شریف پہنچے اور

وہاں مرشدنا الممدوح کے حضور میں مناظرہ کے تمام واقعات عرض کئے جس پر مرشدنا الممدوح نے اسلامی مناظر کو یہ خط لکھا جس کے الفاظ بعینہا حسب ذیل ہیں۔

"مخلصی فی اللہ مفتی غلام مرتضیٰ" حفظکم اللہ تعالیٰ !

بعد سلام ودعا کے الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو توفیق اظہارِ حق بوجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصّل کیفیت معلوم ہوئی۔ بَلْ کے بل نے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَالْحَمْدُ لَکَ اَوَّلاً وَّاٰخِراً. سب احباب سے مبارک بادی۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بہ

مہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ۔ ۲۲/اکتوبر ۱۹۲۴ء

شرائطِ مناظرہ

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۴ء کسی اپنے خاص کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی صاحب مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے اور اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۴ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی اور بعد اختتام تقریر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ لیکن مطابق اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی خداتعالیٰ نے یہ اتفاق پیدا کر دیا کہ مفتی صاحب کو سفر میں گرمی محسوس ہوئی۔ اس وجہ سے وہ ارادہ سفر ملتوی کر کے بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء صبح

کی گاڑی پر براستہ بھیرہ واپس میانی پہنچ گئے۔ جس پر اسلامی جماعت میں نہایت سرور و خوشی ہوگئی اور قادیانی جماعت کے اندر اضطراب ہوا۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ۔ اور مفتی صاحب نے قادیانی جماعت کو کہلا بھیجا کہ تم نے اسلامی جماعت کو مخاطب کر کے مناظرہ کے لئے دعوت دی ہے اس لئے میں بتائید اللہ مناظرہ کرنے پر تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں چنانچہ بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء مابین مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی ومولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی بموجودگی ہر دو فریقین شرائط مفصلہ ذیل باتفاق فریقین طے ہوئیں۔

المناظر فیہ حیات و وفات مسیح

۱..... ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلے میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔ علاوہ ازیں مناظر جماعت اسلامیہ سنیہ جماعت اسلامیہ احمدیہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔

۲..... قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔

(۱)..... قرآن کریم (۲)..... حدیث صحیح (۳)..... اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴)..... لغت عرب (۵)..... صرف (۶)..... نحو (۷)..... معانی (۸)..... بیان (۹)..... بدیع

اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔

۳..... کل پرچے پانچ ہوں گے۔ پہلے دن ہر ایک مناظر اپنے دعویٰ کے دلائل تحریری طور پر پیش کرے گا۔ اور ہر ایک تقریر کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوگا۔ اور قبل از شروع اس تمام تقریر کو تحریر میں لا کر دوسرے مناظر کو دیدے گا۔ اور ہر ایک مناظر تحریر کردہ مضمون کے علاوہ

اور کوئی مضمون بیان نہیں کرے گا، ہاں توضیح اور تشریح کر سکتا ہے۔ اور تردید کے تحریر کرنے کے لئے دو گھنٹے کا وقت ہوگا اور آدھ، آدھ گھنٹہ ان کے سنانے کے لئے ہوگا۔ ان کے سنانے کے بعد پہلے دن کا اجلاس ختم ہوگا۔ دوسرے دن ہر ایک مناظر کی طرف سے تین تین پرچے ہوں گے۔ ہر ایک پرچے کی تحریر کے لئے ایک ایک گھنٹہ وقت مقرر ہوگا اور تقریر کے لئے آدھ آدھ گھنٹہ ہوگا۔ پہلے دن کے پہلے پرچے کے علاوہ کسی پرچہ میں کوئی نئی دلیل پیش نہ کی جائے گی۔

۴...... ہر ایک دن کا اجلاس صبح ۸ بجے سے شروع ہوگا۔ تحریر اور تقریر کے علاوہ جو وقت صرف ہوگا وہ وقت مناظرہ میں شمار نہ ہوگا۔

۵...... مناظر پرچہ خود لکھے گا۔ اس کی دوسری کاپی کرنے کے لئے ایک معاون ہوگا۔ ہر ایک مناظر کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا پرچہ معہ اس کے دستخطوں کے پرچہ سنانے سے پہلے دوسرے مناظر کو دیا جائے گا اور ہر دو پریذیڈنٹوں کے دستخط اس پر ثبت ہوں گے۔

۶...... ہر ایک مناظر کسی غیر سے اثنائے مناظرہ میں کسی قسم کی امداد نہ لے گا۔

۷...... تاریخ مناظرہ ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء مقرر ہے یعنی بروز ہفتہ واتوار۔

۸...... مناظرہ بمقام میانی متصل سرائے بڑ کے درخت کے نیچے ہوگا۔

۹...... فریقین میں سے کسی کو ضم ضمیمہ کا اختیار نہ ہوگا۔ مگر فریقین کو علیحدہ علیحدہ اس مباحثہ کی اشاعت لازمی ہوگی۔

۱۰...... فریقین کی طرف سے ایک ایک پریذیڈنٹ ہوگا، جن کا کام وقت کی پابندی کرانا ہوگا۔ اگر کوئی مناظر خلاف تہذیب گفتگو کرے گا تو پریذیڈنٹ روک دیں گے۔

۱۱...... مناظرین اور ہر دو پریذیڈنٹوں کے بغیر کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۲...... صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے پہلے اس مناظرہ کے لئے اجازت لی جائے گی۔

۱۳...... فریقین کی طرف سے جو مناظر ہوں گے ان پر مذکورہ بالا شرائط کی پابندی لازمی ہوگی۔

بقلم خود نبی محمد

سیکرٹری انجمن احمدیہ میانی وگھوگھیاٹ ۲۸،۰۸،۲۴

نوٹ: جب شرط نمبر ۱ کا یہ فقرہ یعنی ”ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا“۔ طے ہو چکا تو مفتی صاحب نے کہا کہ میں قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال بھی بطور حجت والزام پیش کر سکوں گا۔ اس پر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال ہم پر حجت نہیں۔ بڑے تعجب وحیرانگی کی بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جماعت کے پیغمبر تو کہتے ہیں ۔

آنچہ دادہ ست ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بتمام

یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کے تمام کمالات مجھے عطا کئے ہیں۔ اور قادیانی امت یہ کہتی ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر کے خلیفوں کے اقوال نامنظور ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲) یعنی ”جیسا کہ میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے ویسا ہی میرے خلیفوں کی فرمانبرداری تمہارے اوپر لازم ہے“۔ اور پھر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے اقوال بھی علی الاطلاق ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ وہ اقوال جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ یہ عجیب پیغمبر ہے اور عجیب اس کی امت ہے۔

شرط نمبر اوّل و دوم

شرائط مجوزہ مسلّمہ فریقین میں سے شرط نمبر (۱) و شرط نمبر (۲) نہایت قابل غور ہیں اور در حقیقت یہی دو شرطیں فتح و شکست کا معیار و میزان ہیں۔ اور نیز یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم و حدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے ان ہر دو شرطوں کے عین مطابق اور تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ ''حیات مسیح ابن مریم'' ثابت کر دیا۔ اور قادیانی مناظر کے تمام خیالات کی تردید کی لیکن قادیانی مناظر باوجود ان ہر دو شرطوں سے متجاوز ہونے کے بھی اپنا دعویٰ وفاتِ مسیح ابن مریم ثابت نہ کر سکا اور نہ ہی اسلامی مناظر کی تردید کر سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔

اسلامی قاعدہ متعلق مناظرہ

اگر ہر دو مناظر اہل اسلام میں سے ہوں تو ان کا لازمی فرض ہے کہ وہ اس حکم اور قانون پر فیصلہ کریں جو قرآن کریم یا حدیث کے الفاظ سے مفہوم ہے۔ اور اس حکم اور قانون کی حکمت کا نہ دریافت کرنا ضروری ہے اور نہ بیان کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ حکم اور قانون قطعی و یقینی ہے اور حکمت ظنی ہے اور بوقت مناظرہ قطعی و یقینی امر کو ترک کر کے ظنی امر کی طرف رجوع کرنا خلافِ عقل و نقل ہے۔ خلافِ عقل ہونا تو ظاہر ہے دیکھئے اگر صاحب جج کسی مقدمہ میں ڈگری دیدیں تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس قانون کے رو سے آپ نے ڈگری دی ہے میں اس قانون کو تو مانتا ہوں لیکن مجھ کو خود اس میں یہ کلام ہے کہ یہ قانون مصلحت کے خلاف ہے اس لئے آپ اس کا راز بتلا دیں۔ اور اگر وہ ایسا کہے بھی تو اس کو توہین عدالت اور جرم سمجھا جائے گا اور اس پر صاحب جج کو حق ہوگا کہ توہین عدالت کا اس پر مقدمہ

کرے اور اگر مقدمہ بھی قائم نہ کیا تو اتنا تو ضرور کرے گا کہ کان پکڑ کر اس کو عدالت سے باہر کر دے گا۔ اور اگر اس وقت اس کی طبیعت میں حکومت کی بجائے حکمت غالب ہوئی تو یہ جواب دے گا کہ ہم عالم قانون ہیں واضع قانون نہیں، مصالح واضع سے پوچھو۔ تو کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ جواب نامعقول جواب ہے، یا بالکل عقل کے موافق۔ اور نقل کے خلاف ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء). یعنی اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے سے صاحب امر لوگوں کی پھر اگر کسی چیز میں باہم تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو کہ اولی الامر کے ساتھ اَطِیْعُوْا نہ لانے میں یہ ایماء ہے کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے ماتحت ہے اور پھر فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ میں اولی الامر کا ذکر نہ کرنا، اس میں قرآن کریم نے یہ صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ متنازع فیہ امر میں فیصلہ کن دو ہی چیزیں ہیں قرآن کریم اور حدیث، تیسری چیز کوئی نہیں۔ اور پھر اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فرما کر یہ بتلا دیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو متنازع فیہ امر کے فیصلہ کے لئے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرو گے ورنہ تم مومن نہیں۔

ناظرین غور کریں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیت فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ کے عین مطابق مناظرہ کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے اس آیت کے خلاف اپنے مناظرہ میں کثیر

التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً ''توریت کا پیش کرنا اور یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ نے مسیح کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا اور ساتویں آسمان پر کیوں نہیں لے گیا؟ ان میں کوئی نقص باقی تھا وغیرہ وغیرہ۔'' جو روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت زبانی تو مدعی ایمان بالقرآن والحدیث ہے لیکن ان کے قلوب کی حالت دگرگوں ہے۔

صاحبو! یہ نہ سمجھئے کہ اسلامی جماعت کے علماء وفضلا اسلامی احکام وقوانین کے اسرار وحکم کو نہیں جانتے۔ ان کے پاس سب کچھ ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ۔۔۔ ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں شاہجہاں پور سے سفر کر رہا تھا۔ ایک جنٹلمین گاڑی میں بیٹھا تھا، ایک اسٹیشن پر اس کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضور وہ تو سنبھلتا نہیں۔ کہنے لگا کہ یہاں پہنچا دو، یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ وہ کونسی چیز ان کے ساتھ ہوگی جو خادم سے نہیں سنبھل سکتی اور اب یہ گاڑی میں منگا کر اس کو سنبھالیں گے۔ آخر چند منٹ بعد دیکھا کہ خادم صاحب ایک بہت بڑے اونچے کتے کو زنجیر میں باندھے ہوئے لا رہے ہیں اور وہ کتا زور کر رہا ہے۔ آخر وہ ان کے سپرد کیا گیا انہوں نے ریل کی آہنی سلاخوں سے اس زنجیر کو باندھ دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جناب! کتے کا کھانا کیوں حرام ہوا، باوجودیکہ اسمیں فلاں وصف ہے اور فلاں وصف ہے۔ کتے میں انہوں نے وہ وصف بیان کئے کہ شاید ان میں بھی نہ ہوں۔ میں سب سنتا رہا۔ جب وہ کہہ چکے تو میں نے کہا کہ جناب میں نے سن لیا۔ اس کے دو جواب ہیں ایک عام کہ وہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شبہات کا جواب ہے۔ اور ایک خاص کہ وہ خاص اسی کے متعلق ہے۔

کونسا عرض کروں؟ فرمانے لگے دونوں کہہ دیجئے۔ میں نے کہا جواب عام تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے کھانے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ جواب عام اس لئے ہے کہ قیامت تک کے لئے شبہات کا جواب ہے۔ البتہ اس میں دو مقدمے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ رسول تھے دوسرے یہ کہ رسول کا حکم ہے۔ اگر ان میں کلام ہے تو ثابت کروں؟ کہنے لگے۔ یہ تو ایمان ہے یہ تو عام جواب تھا اور یہ علمی اور حقیقی جواب تھا۔ لیکن ان کو اس کی قدر نہ ہوئی اور کچھ حظ نہ آیا کہنے لگے کہ جناب اور جواب خاص کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ کتے میں جس قدر اوصاف آپ نے بیان کئے واقعی وہ سب ہیں لیکن باوجود ان اوصاف کے اس میں ایک عیب اتنا بڑا ہے کہ اس نے تمام اوصاف کو خاک میں ملا دیا ہے وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک کتا دوسرے کتے کو دیکھ کر کس قدر از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ اس جواب کو سن کر وہ بہت ہی محظوظ ہوئے اور اس کو جواب قطعی سمجھے۔ حالانکہ محض ایک نکتہ ہے اور جس جواب پر وہ اس قدر خوش تھے علاوہ فضول ہونے کے میری نظر میں اس کی کچھ بھی وقعت نہ تھی اور میں اس کو جواب ہی نہیں سمجھتا تھا۔ غرض علت اور حکمت دریافت کرنا عشق اور محبت کے بھی بالکل خلاف ہے۔ ہاں اگر یہ کہو کہ ہم عاشق ہی نہیں تو دوسری بات ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اس کی بھی نفی کرتے ہوئے فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ انتہی کلامہ

اور اگر مناظرین میں سے ایک مسلم ہے اور دوسرا غیر مسلم ہے تو اس صورت میں مناظر مسلم کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے عقلی دلائل پیش کرے۔

شرط نمبر ۹

چونکہ قادیانی جماعت نے شرط ۹ کو توڑ کر پہلے ایک اشتہار شائع کیا اور پھر روئداد

مناظرہ کے ساتھ نئے مضامین جن کا نام چند ضروری باتیں رکھا گیا اور حواشی ضم کر دیئے۔ اس لئے ہم نے بھی بعد میں اشتہار شائع کیا اور حواشی وغیرہ بغرض توضیح وتشریح ملا دیئے۔

شرط نمبر ۸

بتاریخ ۱۴ یا ۱۵، اکتوبر ۱۹۲۴ء جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شاہپور کا حکم صادر ہوکر پہنچا کہ فی الحال مناظرہ نہ کیا جائے۔ اس حکم کے پہنچنے پر قادیانی جماعت کو از حد خوشی حاصل ہوئی اور مفتی صاحب کے ذمہ یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے صاحب بہادر کے ساتھ کوشش کر کے مناظرہ رکا دیا ہے۔ اس پر اسلامی جماعت نے یہ تجویز پیش کی کہ ضلع شاہپور کی حد سے باہر مناظرہ کیا جائے لیکن قادیانی جماعت نے اس سے بھی گریز کی۔ جب مفتی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مضطربانہ صورت میں سربسجود ہوکر دعا کی کہ ''اے خدایا اجلاس مناظرہ منعقد فرما کر اہل اسلام کے ایمان وعقائد حقہ مستحکم کر اور مجھے اس جھوٹے اتہام سے بری فرما۔'' اس مجیب الدعوات ومسبب الاسباب نے ایسا اتفاق کیا کہ بتاریخ ۱۷، اکتوبر ۱۹۲۴ء میاں شاہ محمد صاحب ساکن واڑہ عالم شاہ صبح کی گاڑی پر میانی پہنچ گئے۔ ان کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی کہ قادیانی جماعت مناظرہ سے گریز کر رہی ہے اور آپ بڑے لائق ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرانے کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ میاں صاحب ممدوح قادیانی جماعت کے پاس گئے اور واپس آکر کہنے لگے کہ وہ مناظرہ پر تیار ہوگئے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کس وجہ سے تیار ہوگئے ہیں۔ بعد اختتام مناظرہ میاں صاحب ممدوح نے مفتی صاحب کے آگے موضع دریالہ جالپ کو جاتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے قادیانی جماعت کو یہ جا کر کہا تھا کہ میرا ابھی مرزائیت کی طرف میلان ہے اور مفتی صاحب گھبراہٹ میں ہیں وہ میدان مناظرہ میں کبھی نہ آئیں گے۔ آپ تیار ہو جایئے آپ

کی بلا محنت فتح ہے۔ اس پر قادیانی جماعت تیار ہوگئی۔ اور بتاریخ ۱۸، اکتوبر ۱۹۲۴ء صبح کی گاڑی پر سوار ہوکر ہر دو فریق موضع ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پہنچے۔ اور وہاں دو دن یعنی بتاریخ ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء مناظرہ ہوا۔ اور ہم چوہدری غلام حیدر خان صاحب نمبردار ہریا کا خصوصاً اور دیگر باشندگان ہریا کا عموماً نہایت شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی سعی بلیغ کی وجہ سے ہر دو دن کا مناظرہ نہایت با امن وسکوت سامعین ہوا۔ علاوہ ازیں چوہدری غلام حیدر خان صاحب ودیگر باشندگان ہریا نے باوجودیکہ وہ اہل اسلام میں سے تھے دو دن ہر دو فریق یعنی اسلامی جماعت وقادیانی جماعت کو نہایت باعزت کھانا دیا اور چارپائی وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کیا حالانکہ ہر دو دن مجمع کثیر التعداد تھا۔

المناظرین

اسلامی جماعت کی طرف سے مناظر حضرت مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی اور قادیانی جماعت کی طرف سے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی تھے۔

صدر جلسہ

ہر دو دن یعنی ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء اسلامی جماعت کی طرف سے مجلس مناظرہ کے پریذیڈنٹ جامع الفنون العقلیہ والنقلیہ فہامۂ دہر وعلامۂ عصر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب ساکن گھوٹہ ضلع ملتان تھے اور قادیانی جماعت کی طرف سے ۱۸، اکتوبر ۱۹۲۴ء کے پریذیڈنٹ کرم داد صاحب دولمیال تھے اور ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حاکم علی صاحب تھے۔ معلوم نہیں کہ دوسرے دن کرم داد صاحب کو عہدہ پریذیڈنٹی سے کیوں معزول کیا گیا۔

----------☆☆☆☆☆----------

۱۸،۱۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء .... پرچہ نمبراوّل

دلائل حیاتِ مسیح علیہ السلام از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سُبحَانَکَ لَاعِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ ط

حیات مسیح علیہ السلام پر پہلی دلیل

قَوله تعالٰی وَقَولِهِم[1] اِنَّا قَتَلنَا المَسِیحَ عِیسَی ابنَ مَریَمَ رَسُولَ اللہِ وَمَا قَتَلُوہُ

[1] حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے اسلامی جماعت کے پاس دلائل بکثرت ہیں۔ مثلاً ۱..... وَاِنَّهُ لَعِلمٌ لِّلسَّاعَةِ. ۲..... وَاِن مِّن اَهلِ الکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤمِنَنَّ بِهٖ قَبلَ مَوتِهٖ۔ ۳..... وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی المَهدِ وَکَهلاً. ۴..... وَاِذ کَفَفتُ بَنِی اِسرَائِیلَ عَنکَ. ۵..... وَمَا قَتَلُوہُ وَمَا صَلَبُوہُ. ۶..... بَل رَّفَعَهُ اللہُ اِلَیهِ. ۷..... اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ. ۸..... وَمِنَ المُقَرَّبِینَ. ۹..... وَاِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِندَ اللہِ کَمَثَلِ آدَمَ ۱۰..... وَلِنَجعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ. ۱۱..... وَجَعَلَنِی مُبَارَکًا اَینَ مَا کُنتُ. ۱۲..... لِیُظهِرَہٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّهٖ۔ اور یہ قرآنی دلائل ایسے ہیں جن میں سوائے لِیُظهِرَہٗ علی الدِّین کلِّہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے اور حدیثی دلائل تو کثیر التعداد ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے قرآنی دودلیلوں پر اکتفا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر کو ہر ایک دلیل کے متعلق پورا اطمینان اور یقین تھا کہ اس دلیل میں حیات مسیح ابن مریم کے اثبات میں تقریب تام ہے اور تقریر کے لئے وقت معین تھا۔ ان وجوہات کے لحاظ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآنی دودلیلوں کو انتخاب کر کے ان کی طرز استدلال کو شرط نمبر(۱) وشرط نمبر(۲) کے تحت میں رہ کر اس قدر تحریر کیا جو وقت معین میں بذریعہ تقریر بیان ہو سکے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ قادیانی مناظر کوئی جواب صحیح نہ دے سکا۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریانے بعد اختتام مناظرہ بطرز اظہار رائے فرمایا۔

حیات مسیح دی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں — نازل ہوسی وچ زمانے آخر سچ پچھانوں
جس دم عالم قادیاں والا کرواسی تقریراں — سننے والیاں تائیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے تامل مفتی صاحب بولن — خوش الحانی اُتے مومن جند جاناں سب گھولن
علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا — علم کلام معانی اندر ابلق تیز چلایا
مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا — جنھے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پیر اٹھایا

۱۲مرتب

وَمَا صَلَبُوہُ وَلٰکِن شُبِّهَ لَهُم وَاِنَّ الَّذِینَ اختَلَفُوا فِیهِ لَفِی شَکٍّ مِّنهُ مَا لَهُم بِهٖ مِن عِلمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوہُ یَقِینًا بَل رَّفَعَهُ اللہُ اِلَیهِ وَکَانَ اللہُ عَزِیزًا حَکِیمًا (النساء) یعنی یہود اس قول کی وجہ سے بھی ملعون ہوئے کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ ہی ''دار'' پر اس کو چڑھایا لیکن ان کے لئے تشبیہ واقع کی گئی اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں ہیں ان کو اس کا کوئی علم نہیں سوائے اتباع ظن کے اور انہوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اوپر اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب کامل القدرۃ حکمت والا ہے۔

اس آیت میں فقرہ بَل رَّفَعَهُ اللہُ اِلَیهِ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ لغت عرب میں رفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ رفع برداشتن وھو خلاف الوضع (صراح جلد۲ ص۱۶) رَفَعَهُ کَمَنَعَهُ ضِدُّ وَضَعَهُ (قاموس ص۵۱۲) رَفَعَهُ رَفعاً بالفتح برداشت آں را خلاف وضعہ (منتہی الارب ص۱۷۶) اور آیت وَرَفَعَ اَبَوَیهِ عَلَی العَرشِ (سورۃ یوسف) سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر چڑھایا۔ پس رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف حرکت اور انتقال مکانی مراد ہوگی اور رفع معانی میں مناسب مقام۔ اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے بلکہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے جن کی شان میں لَا یَعصُونَ اللہَ مَا اَمَرَهُم

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم) شہادت خداوندی ہے یعنی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے کرتے ہیں۔

اور حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْمَلَائِکَةُ یَتَعَاقَبُوْنَ مَلَائِکَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَةٌ بِالنَّهار ویَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعَصرِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ الَّذِیْنَ بَاتُوا فِیْکُمْ فَیَسْأَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَقَالُوْا تَرَکْنَاهُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاهُمْ یُصَلُّوْنَ. (بخاری جلد ۱ ص ۴۵۷)

اسی معنی کے مراد ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ ”یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے آتے ہیں کچھ رات کو اور کچھ دن کو اور نماز صبح اور عصر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں پھر چڑھ جاتے ہیں طرف اللہ کی وہ فرشتے جنہوں نے رات گذاری تمہارے میں۔ پھر اللہ سوال کرتا ہے حالانکہ وہ اعلم ہے۔ کس حالت میں تم نے میرے بندوں کو چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا، اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔“

کیونکہ اس حدیث میں عروج الی اللہ سے عروج الی السماء مراد ہے۔ اور عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور رفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ اور حدیث یُرْفَعُ اِلَیْهِ عَمَلُ اللَّیْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ (صحیح مسلم جلد اول ص ۹۹) ”یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف عمل رات کے اٹھائے جاتے ہیں پہلے عمل دن کے۔“ اسی معنی کے مراد ہونے کے لئے مؤید ہے بلکہ یہ حدیث آیت اِلَیْه یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ کی تفسیر ہے۔ ”یعنی اللہ کی طرف چڑھ جاتے ہیں کلمے پاک اور عمل نیک کو اللہ اٹھالیتا ہے۔“

اور مرزا صاحب آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْه کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ”رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھائے جانا ہے جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔“ (۱ ازالہ اوہام ص ۱۰۴۹)

اور نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علییّن تک پہنچائی جاتی ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۱۴۵)

اور نیز لکھتے ہیں ”بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔“ (ازالہ اوہام ص ۹۹۴)

ان عبارات منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی رفع الی اللہ سے مراد آسمان کے اوپر اٹھائے جانا ہے۔ کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں اور ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علییّن اور آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْه میں آسمان کی طرف حقیقی

۱ اگر یہ سوال ہو کہ کتاب ازالہ اوہام دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے اور شرط نمبر ۱ کے مطابق اسلامی مناظر مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کر سکتا ہے جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ تاریخ دعویٰ نبوت جو مرزا صاحب اور ان کے مرید بیان کرتے ہیں وہ بیان ہم پر حجت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو ”مفتری“ اور ان کے مریدوں کو مفتری کے مرید اعتقاد کرتے ہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب ازالہ اوہام میں کوئی ایسا فقرہ ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو پیغمبر زعم کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ مرزا صاحب اسی کتاب ازالہ اوہام ۶۷۳ طبع اول میں لکھتے ہیں۔ میں وہ احمد ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ کتاب ازالہ اوہام کے اقوال پیش کرنے شرط نمبر ۱ کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہیں۔ ۱۲ مرتب

طور پر اٹھایا جانا آپ کے نزدیک مسلّم ٹھہرا۔ پس تنازع واختلاف اس بات میں ہے کہ فقرہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيهِ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونے کا بیان ہے یا بعد موت ان کے روح کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے۔ اب ہم چند وجوہ سے رفع روحانی فقط کا ابطال کرتے ہیں اور رفع جسمانی وروحانی معاً کا اثبات کرتے ہیں۔

پہلی وجہ[1]

یہ کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ میں قَتَلْنَا کا مفعول بہ یعنی جس پر بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے وہ اَلْمَسِيحَ ہے اور یہ امر نہایت روشن ہے کہ قتل کے قابل نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ انسان۔ پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے جو قبل از قتل زندہ تھا یعنی اس کے جسم اور روح کے درمیان بذریعہ قتل تفریق کر دی ہے۔ اور چونکہ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا یہود کے مزعوم باطل کی تردید ہے۔ اس لئے نفی قتل اور نفی صلیب اسی بعینہٖ مسیح سے ہوگی جو عبارت جسم مع الروح سے ہے یعنی زندہ مسیح۔ اور ہر سہ ضمیریں منصوب متصل جو وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا میں ہیں ان کا مرجع وہی مسیح زندہ ہوگا۔ اور یہ

[1] شرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے دو شرطیں یعنی شرط نمبر۱ اور شرط نمبر۲ قابل غور ہیں بلکہ یہی دو شرطیں فتح اور شکست اور ہار جیت کا معیار ہیں۔

شرط نمبر۱: ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا علاوہ ازیں اسلامی مناظر قادیانی مناظر کے مقابلے میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ وہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔

شرط نمبر۲: قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔ (۱) قرآن کریم (۲) حدیث صحیح (۳) اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور احادیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴) لغت عرب (۵) صرف (۶) نحو (۷) معانی (۸) بیان (۹) بدیع۔ اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔ اور یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم وحدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں ان دو شرطین مذکورین کے تحت رہ کر قادیانی مناظر اس پہلی وجہ کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جو عنقریب مفصل ہوگا۔ ۱۲ مرتب

بات بالکل مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ ضمیر منصوب متصل جو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيهِ میں ہے اس کا مرجع بھی وہی بعینہٖ مسیح زندہ ہے جو ہر سہ ضمائر منصوب متصل سابقہ کا ہے پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

دوسری وجہ[1]

یہ کہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيهِ میں بقرینہ قصر قلب ونفی کلمہ بَلْ ابطالیہ ہے جو بعد نفی کے واقع ہے۔ اور بَلْ ابطالیہ میں جو بعد نفی کے واقع ہو، ضروری ہے کہ صفت مُبطلہ اور صفت مُثبَتہ کے درمیان ضدّیت ہو، دیکھو اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (مومنون) میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایک چیز کا جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا متعذر ہے۔ اور یہاں معنوی نفی ہے اور دیکھو وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ (صافات) میں بھی یہ امر بالکل روشن ہے کہ ایک چیز کا شعر وجنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا ناممکن ہے اور دیگر نظائر قرآنی بھی بہت ہیں۔ پس اگر بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيهِ سے رفع روحانی اور اعزاز مراد لی جائے تو صفت مبطلہ یعنی قتل المسیح اور صفت مُثبَتہ یعنی رفع المسیح کے درمیان ضدّیت متصور نہ ہوگی کیونکہ قتل اور رفع روحانی واعزاز کا جمع ہونا ممکن ہے جب مقتول مقربین سے ہو۔ اور اگر یہ مراد لی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو ضدّیت متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہیں تو پھر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع نہیں

[1] اس دوسری وجہ کا بھی قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی ان دو شرطین مذکورین کے تحت رہ کر تا قیامت اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ ۱۲ مرتب

ہو سکتے اور اگر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو پھر مقتول نہیں۔ اور نیز وَقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ سے ظاہر ہے کہ یہود کا اعتقاد جو مخاطب ہیں متکلم کے یعنی خدائے کریم کے برعکس ہے۔ اس لئے وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ میں قصر قلب ہے۔ اور قصر قلب میں بروئے تحقیق اہل معانی گو یا لازمی نہیں کہ دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدّیت ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ احدالوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو، تا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقرّبین سے ہو۔ پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری زمانہ گذشتہ میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اس آیت میں فقرہ بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع الی السماء ہونے پر زبردست[1] اور محکم دلیل ہے۔

کیونکہ اس فقرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام اور ذکر ہے اور صیغہ ماضی کا ہے اور جملہ خبریہ تجیزیہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثبات کے لئے قرآن کریم کا ایسا ہی فقرہ پیش کریں گے جو ان تمام صفات مذکورہ کا جامع ہو۔

[1] یہ آیت واقعی حسب اعتقاد اسلامی مناظر حیات مسیح ابن مریم پر زبردست اور محکم دلیل ثابت ہوئی کیونکہ قادیانی مناظر اس کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ باوجودیکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس موقعہ پر یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان شاء اللہ قیامت تک میرا مقابل مناظر اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور باوجود استدعا اسلامی مناظر کے قادیانی مناظر وفات مسیح علیہ السلام بن مریم علیہما السلام پر قرآن کریم کا کوئی ایسا فقرہ نہیں پیش کر سکا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام و ذکر ہو اور صیغہ ماضی کا ہو اور جملہ خبریہ تجیزیہ ہو۔ ۱۲ مرتب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان پر اس جسم خاکی کا جانا محال ہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا یعنی اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے تو صعود الی السماء کے ناممکن ہونے کا خیال گذرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لحاظ سے وہ بالکل ممکن ہے۔ اسی لئے بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ میں رفع کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے اور اسی وجہ سے اسم اللہ لایا گیا ہے جس کے معنی ذات مستجمع صفات کاملہ ہیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب دیگر رسولوں کو زمین میں محفوظ رکھا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود اللہ تعالیٰ نے حَكِيۡمًا کے ساتھ دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں کلمہ کن سے ہے جیسا کہ وَلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا (مریم) سے ظاہر ہے۔ پس آپ کو کمال تشبہ بالملائکہ حاصل ہے۔ لہٰذا بلحاظ فطرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکمت ایزدی کا یہی اقتضاء ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھا جائے۔

حاصل یہ کہ اس آیت فقرہ بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضر نہیں۔ کیونکہ عربی لفظوں کے لئے عام طور پر مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو کہ قرآن کریم میں عموماً لفظ مصباح سے مراد کوکب یعنی ستارہ ہے لیکن لفظ مصباح جو سورہ نور میں ہے اس سے مراد چراغ ہے

اور دیکھو صلوٰۃ سے مراد عموماً عبادت یا رحمت ہے مگر بِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ سے مراد مقامات ہیں۔ وقس علی هذا.

اب میں ایک اور قاعدہ مسلمہ اسلامیہ سے اس مسئلہ حیات کو حل کرتا ہوں جو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں بیان فرمایا۔[1] اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ”یعنی ہم نے قرآن کریم تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو اے نبی ﷺ اس کا مطلب واضح کر کے لوگوں کو سمجھا دے۔“ اس آیت سے ایک عام قانون ملتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی مجمل مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کی تشریح و توضیح حدیث سے ہونی چاہئے۔ اس لئے میں ایک حدیث بھی سناتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح مسئلہ حیات و وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور اس حدیث کو مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ وَیَمْکُثُ خَمْساً وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۴۸۰، ۲) ”یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس (۴۵) سال زندہ رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے مقبرے میں میرے پاس دفن ہوں گے پھر قیامت کے روز میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرے سے اٹھیں گے اس طرح کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوں گے۔“

نُزُوْل فرود آمدن (صراح جلد ۲، ص ۲۴۲) نَزَلَهُمْ وبهم وعليهم نزولاً ومَنْزِلاً

[1] اسلامی مناظر کا یہ بھی کمال ہے کہ حدیث کو براسۂ قرآن کریم پیش کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

کمجلس ومقعد فرود آمد نزد ایشاں۔ (منتہی الارب جلد ۴، ص ۲۸۶) اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مضر نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز و استعارہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فنِ بلاغت و بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متعذر ہو (ملاحظہ ہو مطول بحث حقیقت و مجاز ص ۳۲۸) اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں، مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۹۲۸)

اس عبارت میں مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقتِ مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

گو مرزا صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جس کی توثیق جناب مرزا صاحب نے خود اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ”مولوی نورالدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراحِ صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۳۲۰)

یہی مولوی نورالدین صاحب ہیں جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اول ہوئے۔ وہی مولوی نورالدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔ ”ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد، منافق، بدعتی اپنی آرائے ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے۔ اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔“ (ضمیمہ ازالہ اوہام طبع اول، ص۸ و تصنیفات سلسلہ احمدیہ جلد۳، ص۱۳۱۷)

پس ثابت ہوا کہ ایسی حدیثوں میں مجازات اور استعارات کا مراد لینا جائز نہیں۔[1]

اب میں ایک اور طریق سے بھی مختصراً عرض کرتا ہوں کہ حیات[2] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے نامناسب۔ کیونکہ عیسائیت کے اصول میں سے کفارہ ہے یعنی ایک شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جو بیگناہ تھا وہ چونکہ دشمنوں کے ہاتھ سے مصلوب ہو کر تمام دنیا کی لعنتیں اس نے اٹھالیں اور اس کے تین دن دوزخ میں رہنے سے اب وہ سارے لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ سے نجات پاگئے۔ جس کی مذہب اسلام نے یوں تردید کی ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی دوسرے کا بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ عقیدہ کفارہ کو جڑ سے کاٹنے کو فرمایا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. مسیح تو مرا نہیں اس کو خدا تعالیٰ نے اٹھالیا۔ جب حضرت عیسیٰ مرے نہیں تو کفارہ کہاں؟ نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اگر کوئی حربہ اہل اسلام کے پاس ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ہے جس سے عقیدہ کفارہ کی بنیاد کھوکھلی نہیں بلکہ جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فتنہ صلیبی کو پاش پاش کرنے آیا ہوں اس کا

[1] اس حدیث کا بھی قادیانی مناظران دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر جواب نہ دے سکا۔۱۲ مرتب

[2] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس تقریر میں ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مذہب اسلام کے مناسب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مذہب اسلام کے نامناسب ہے اور قادیانی مناظر اس کی تردید نہیں کر سکتا۔۱۲ مرتب

فرض اولین ہونا چاہئے تھا کہ وہ وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے۔ واللہ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے اس کی الوہیت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ الوہیت کی تائید اس صورت میں ہوتی جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے زندہ بذاتہ اعتقاد کرتے۔ اور جب ہم قیامت سے پہلے ان کی وفات کے قائل ہیں تو پھر تائید الوہیت کیسی؟ اور نیز مجھے حیرانگی آتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے۔ اور عیسائی مذہب ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا نہیں ہے؟ کیا عیسائیوں میں سے اس بات کے قائل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چلا کر جان دی؟ پھر جو بات خود عیسائی مانتے ہیں اس سے ان کے مذہب کی موت اور مغلوبیت کیسی؟ یہ فقط ایک جی خوش کرنے والی بات ہے۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ہاں اگر حضرت عیسیٰ کی موت سے انکار کر دیا جائے اور ان کو زندہ تسلیم کیا جائے جیسا کہ قرآن کریم کا منشا ہے تو عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

دوسری دلیل

قولہ تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء) ”یعنی اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا۔“ یہ آیت اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آئندہ زمانہ میں بعینہٖ نہ بمثلہ نزول فرمائیں گے۔ کیونکہ لَيُؤْمِنَنَّ میں نون تاکید کا ہے۔ اور تمام نحویوں کا اس امر پر

اتفاق ہے کہ نون تاکیدی مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ اور تمام محاوراتِ قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکیدی خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اول جز میں کلمہ تاکید ہو مثلاً لام قسم۔ نون التاکید خفیفةٌ وثقیلةٌ تختص بمستقبلٍ طلبٍ اوخبرٍ مصدرٍ بتاکیدٍ (متن متین ص۲۹۹) بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے معہ لام القسم ونون التاکید آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ لَیُؤمِنَنَّ میں نون تاکید ثقیلہ اور لام قسم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ لَیُؤمِنَنَّ بہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہٖ اور ضمیر مَوْتِہٖ دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اوّلاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے۔ اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نور الدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا صاحب نے اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ’’اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا او پر ان کے گواہ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب جلد۲ ص ۸۰) اور ثالثاً اس حدیث کے بیان میں عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہٖ لَیُوْشِکَنَّ ان ینزِلَ فِیْکم ابنُ مریم حکماً عدلاً فیکسِرَ الصَّلِیْبَ ویقتُلَ الخنزیر ویضع الجِزیة ویَفِیْض المال حتی لایقبلَہٗ اَحَدٌ حتی تکونَ السجدةُ الواحدة خیراً من الدنیا ومافیھا ثم یقول ابوھریرة فاقرأو ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ...... الایة متفق

علیہ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص۴۷۱) یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں ’’فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب کو (جسے وہ پوجتے ہیں اسے) توڑ دیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دیں گے اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ...... الایة‘‘ دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ میں مَوْتِہٖ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ’’جو الفاظ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔‘‘ اس کا جواب یہ ہے کہ فنِ بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لے جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور

اتفاق ہے کہ نون تاکیدی مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ اور تمام محاوراتِ قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکیدی خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اول جز میں کلمہ تاکید ہو مثلاً لام قسم۔ نون التاکید خفیفةٌ وثقیلةٌ تختص بمستقبلٍ طلبٍ اوخبرِ مصدرٍ بتاکیدٍ (متن متین ص۲۹۹) بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے معہ لام القسم ونون التاکید آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ لَیُؤْمِنَنَّ میں نون تاکید ثقیلہ اور لام قسم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہٖ اور ضمیر مَوْتِهٖ دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اوّلاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے۔ اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نورالدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا صاحب نے اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا او پر ان کے گواہ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب جلد۲، ص ۸۰) اور ثالثاً اس حدیث کے بیان میں عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیدہٖ لَیُوْشِكَنَّ ان ینزِلَ فِیکم ابنُ مریم حکماً عدلاً فیکسِرَ الصَّلِیْبَ ویقتُلَ الخنزیر ویضع الجِزیة ویَفِیْضَ المال حتی لایقبلَهٗ اَحَدٌ حتی تکونَ السجدةُ الواحدة خیراً من الدنیا ومافیها ثم یقول ابوهریرة فاقرأو ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ......الایة متفق

علیہ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص۴۷۹) یعنی ابوہریرہ کہتے ہیں ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب کو (جسے وہ پوجتے ہیں اسے) توڑ دیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دیں گے اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ......الآیۃ“ دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں مَوْتِهٖ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ”جو الفاظ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔“ اس کا جواب یہ ہے کہ فنِ بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لے جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور

بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۹۶۸)

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ چونکہ اس آیت میں لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ مع لام قسم اور نون تاکید ثقیلہ کے ہے۔ اور مَوْتِہٖ کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بعینہ ہیں اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لئے ثابت[1] ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں اور اس آیت کا ارتباط ماقبل سے یہ ہے کہ جب اثنائے ذکر برائیوں یہود کے اس بدی کا ذکر کیا وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ ......الآیۃ اور اس بدی سے دوام مترشح ہوتے تھے۔ ایک یہ کہ یہود کا زعم باطل قتل مسیح کا ہے اور دوسرا یہود کا افتخار جیسا لفظ رسول اللہ سے ظاہر ہے۔ تو حسب اقتضاء بلاغت ومطابق حکمت خدائے کریم نے پہلے ان کے زعم باطل کی تردید وَمَا قَتَلُوْهُ (الی) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے کی اور پھر اس آیت سے ان کے افتخار کو توڑا کہ تم یہودی تو فخر کرتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں تمہارے ہم ملت یہود یہودیت کو ترک کر کے اسی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ اور نیز بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو اتریں گے بھی یا نہ؟ تو خداوند کریم نے فرمایا کہ موت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دین اسلام کو عالمگیر غلبہ حاصل ہوگا جیسا کہ آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے ظاہر ہے یعنی ابھی تک

[1] اس دلیل قرآنی اور دلیل حدیثی کا بھی قادیانی مناظران دونوں شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہ دے سکا۔ ۱۲ مرتب

ذکر بدیوں کا ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ اس بدی کا یہ مقتضا تھا کہ اس کے ساتھ ہی یہ مضمون بیان کیا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بلاغت وحکمت کو پورا کیا۔ اور اس آیت میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول پہلے موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو اور مَوْتِہٖ قرأت متواترہ ہے جس کا قرأت شاذہ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور جناب مرزا صاحب بھی ایک زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔ ''اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔''

(براہین احمدیہ ۴۹۸)

میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام اور مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان اور قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل ودماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا۔

نوٹ

چونکہ بوقت تحریر شرائط مناظرہ میرے فریق مخالف نے فرمایا تھا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں یعنی مولوی نور الدین صاحب وجناب میاں صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہ ہوں گے۔ اس لئے میں نے مولوی نور الدین صاحب کے اقوال اس حیثیت سے پیش نہیں

کئے کہ مولوی صاحب ممدوح مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس لحاظ سے پیش کئے ہیں کہ مولوی صاحب ممدوح کی جناب مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔

مجھے حیرانگی آتی ہے کہ جب مرزا صاحب نبی، امتی ہیں اور بوجہ کمال اتباع محمدی ﷺ وہ تمام کمالات محمدیہ ﷺ کے مظہر ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مطابق حدیث فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ ص۲۲) مرزا صاحب کے معتقدین مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال کو اپنے اوپر حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت ﷺ کی احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کرتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کے کلمات اسی حیات کی تائید کرتے ہیں اور قرآن مجید جو سابقہ اہل کتاب کی اصلاح کے لئے آیا ہے وہ اصلاح بھی اسی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مانا جائے تا کہ اہل کتاب کا وہ غلط اور گمراہ کن عقیدہ جس کو کفارہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دنیا سے رخصت ہوجائے۔ وقت کی پابندی ہے لہٰذا یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں۔

’’کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری‘‘

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ

(اسلامی مناظر)

دستخط

غلام محمد بقلم خود

ازگھوٹہ متصل ملتان پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

۱۸،۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء

-----------☆☆☆☆☆-----------

۱۸،۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر اوّل

دلائل وفاتِ مسیح علیہ السلام ۔ از مولوی جلال الدین صاحب

قادیانی مناظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّىْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط

ابن مریم مرگیا حق کی قسم داخلِ جنت ہوا وہ محترم

مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے[۱]

[۱] وفات مسیح پر جو قادیانی مناظر یعنی مولوی جلال الدین صاحب نے قرآن کریم کی آیات پیش کی ہیں ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں کہ ان کے عموم سے کوئی حکم ثابت کیا جاتا ہے، ابن مریم کی شخصیت کا کوئی ذکر نہیں جیسے وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا...... الخ۔ اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ...... الخ اور وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ...... الخ اور فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ...... الخ اور وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔ اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا...... الخ اور وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ...... الخ اور وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ...... الخ اور ان تمام آیتوں کا پرچہ نمبر ۵ میں اسلامی مناظر یعنی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب نے اجمالی واصولی طور پر بھی جواب دیا جس کی توضیح یہ ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مثلاً آیت وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ یعنی مطلقہ عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ وغیر حاملہ اور شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیض ثابت ہوتی ہے۔ اور آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا یعنی اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں کو نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کردو تو ان عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں۔ یہ آیت مطلقہ شوہر نادیدہ کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اور وَالّٰٓئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِىْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی وہ عورتیں جن کی بوجہ کبرسنی کے حیض بند ہوچکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی عدت تین مہینہ ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ دیکھو یہاں عام دلیل خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کرسکی۔ بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نادیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی دلالت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں اور قرآن کریم میں ایسی مثالیں بہت ہیں ایسا ہی چونکہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی حیات کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اس لئے یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ ۱۲ مرتب

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ میرے مدِ مقابل جناب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور باقی غیر احمدی علماء اور عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ اٹھائے گئے اور اب تک بغیر خورونوش کے زندہ ہیں اور رہیں گے۔ اور امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کے لئے وہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے مگر راقم اور باقی جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری اسی طرح وفات پاچکے ہیں جس طرح کہ باقی رسولوں نے وفات پائی اور آنے والا مسیح آچکا اور وہ جناب[1] مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔

''مسئلہ وفاتِ مسیح پر بحث کرنے کا فائدہ۔'' اس مسئلہ پر بحث کرنے کے دو فائدے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے پتہ لگ جائے گا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں یا وفات پاگئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود کا صدق وکذب ظاہر ہوجائے گا کہ آیا آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں: یاد رہے[2] کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت

[1] افسوس کہ موضوع مناظرہ حیات ووفات ابن مریم ہے اور قادیانی مناظر نے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے مسئلہ کا بھی ذکر کردیا جو ایک علیحدہ بحث ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اس مناظرہ سے یہ نہایت روشن ہے کہ اسلامی مناظر نے شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے تحت رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح قرآن کریم سے ثابت کردیا ہے اور قادیانی مناظر شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے تحت آکر کوئی تردید نہیں کرسکا۔ پس حسب فیصلہ جناب مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہوئے۔ ع

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں　　　زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور مرزا صاحب کا تمام مسائل مختلف فیہا میں سے فقط مسئلہ حیات ووفات مسیح کو ہی اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دینا اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو یہ پورا اطمینان تھا کہ میرا فریق مخالف اس مسئلہ میں بھی کامیاب نہ ہوگا لیکن الاسلام یعلو ولا یُعلیٰ۔ حق کے انوار نے ایسی روشنی کی کہ شمس کو مکسوف کرکے حیات مسیح علیہ السلام ثابت کردکھایا۔ ۱۲ مرتب

عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ (تحفہ گولڑویہ ایڈیشن دوم ص۱۶۶)

علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو ہمیں مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں ہمارا صرف یہ کہہ دینا کہ وہ ایک انسان نبی تھے اس لئے بشرط زندگی ان کا ارذل عمر تک پہنچنا اور عمر طبعی کے دائرہ کے اندر فوت ہوجانا ضروری تھا لہٰذا وہ بھی باقی انسانوں اور دوسرے انبیاء کی طرح وفات پاگئے ہیں کافی ہے کسی اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام انسان ہوکر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک خلاف نصوصِ قرآنیہ وحدیثیہ وبرخلاف قانون فطرت کے مرنے سے بچا ہوا ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی حیات کا ثبوت دے۔ مثلاً ایک شخص جو تین چار سو سال سے مفقود الخبر ہے اس کی نسبت جب دو شخص کسی قاضی کی عدالت میں اس طور پر بحث کریں کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے تو ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کریگا جو خارق عادت زندگی کا قائل ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہوجائے۔ پس مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ اگر قرآن مجید میں وفاتِ مسیح کی ایک دلیل بھی نہ پائی جاتی تو پھر بھی وفاتِ مسیح ثابت تھی جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قرآن مجید سے نہ پیش کی جاتی۔ اور آپ کی وفات دیگر سوا لاکھ انبیاء کی وفات کی طرح تسلیم کرنی پڑتی۔ مگر ہمارا قادر عالم الغیب خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے مخالفین اس بات پر زور دیں گے اور عیسائیوں کے معبود کی زندگی کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اس قول سے عیسائیوں کی حمایت کریں گے اور

فتنہ برپا کریں گے۔ اس لئے خداتعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو لوگوں کی ہدایت کے لئے اس نے اتارا مسیح ناصری کی وفات پر ایک دلیل نہیں بلکہ کئی دلائل بیان فرمائے چنانچہ ان دلائل میں سے چند دلائل میں صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل: خداتعالیٰ فرماتا ہے:[1] وَاِذْقَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِلٰی وَکُنْتُ عَلَیْهِم

---

[1] یہ پندرہ بلحاظ صورت دلائل ہیں اور درحقیقت مغالطات ہیں جیسا کہ روئداد مناظرہ سے واضح ہے اور یہ آیت تمام اس طرح ہے۔ وَاِذْقَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَکَ مَایَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ○ مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ○ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ○ (مائدہ) یعنی اور جب اللہ نے کہا یا کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنالو۔ کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو مخفی رکھتا ہے کیونکہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے میں نے ان سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے توفی دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ اس دلیل کی اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس آیت کے الفاظ کے مفہوم کے لحاظ سے تردید کی ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (الزمر ۲۴ پ) یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم کیا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کے معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ "الانفس" کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اور نیز بلحاظ وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا اجتماع ضدین لازم آئے گا جو باطل ہے اور جو مستلزم باطل ہو وہ خود باطل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لفظ توفی کے معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ہاں موت اور نیند توفی کے دو نوع ہیں۔ اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ پیشگوئی یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ...... الخ کے وقوع کا بیان ہے اسلئے ہم پہلے آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ...... الخ کی تفسیر کرتے ہیں اور پھر آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کی تشریح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِذْقَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (آل عمران پ ۳) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے توفی دینے والا اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ یہ آیت مانند آیت وَمَاقَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ۔ اس وجہ سے کہ مُتَوَفِّیْکَ سے مراد مُنِیْمُکَ ہوگی یعنی میں تجھے سلانے والا ہوں۔ یا مُمِیْتُکَ ہوگی۔ یعنی میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ اور یہ امر صاف (جاری)

(بقیہ) روشن ہے کہ نیند اور موت زندہ انسان کو لاحق ہوتے ہیں نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے بلکہ بعد ضمیر متکلم اعرف المعارف ہے۔ اور بوجہ تقدیم عطف وربط اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں امور قیامت سے پہلے پہلے بعینہ حضرت عیسیٰ زندہ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور صیغہ اسم فاعل آئندہ زمانہ کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا (کہف) یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کا الہام ہوا تھا حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے۔ (براہین احمدیہ ۵۱۹) اب اگر ہم مُتَوَفِّیْکَ سے مراد مُنِیْمُکَ لیں تو مطلب صاف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سوتے ہوئے اٹھایا تاکہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو۔ اور اگر مُتَوَفِّیْکَ کے معانی ممیتک کے جائیں تو ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں کیونکہ تمام نحویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں۔ اور محاورات قرآنی بھی اس عدم وجوب ترتیب کی شہادات دیتے ہیں۔ دیکھو وَاللّٰهُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (نحل) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا۔ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واو عاطفہ ہے اور مضمون اخراج من بطون الامہات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون جعل السمع والابصار والافئدة ذکر میں مؤخر ہے لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے۔ اور دیکھو وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (بقرہ) وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (اعراف) سورہ بقرہ کی آیت میں مضمون بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطة ذکر میں مؤخر ہے اور سورہ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے اور ہر دو آیتوں میں واو عاطفہ ہے۔ اگر واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری تسلیم کیا جائے تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا وھو کما تری۔ اگر کہا جائے کہ پھر مُتَوَفِّیْکَ ذکر میں کیوں مقدم ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو فرقوں کو افراط و تفریط تھا۔ ایک نصاریٰ ان کو الٰہ مانتے تھے۔ دوسرے یہود کہ ان کو غیر طاہر جانتے تھے اور نصاریٰ کی غلطی یہود کی غلطی سے بڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ غیر اللہ کو الٰہ ماننا زیادہ بعید ہے نبی کو غیر نبی جاننے سے۔ اگرچہ کفر دونوں میں ہے۔ اس لئے متوفیک کو جب کہ بمعنی ممیتک ہو مقدم کیا کہ اس میں ابطال ہے عقیدہ نصاریٰ کا۔ کیونکہ موت منافی ہے الوہیت کے۔ پھر رد فرمایا عقیدہ یہود کو اس طرح سے کہ ان کے لئے رفع الی السماء ثابت کیا جو مستلزم ہے طہارت جسمانی کو اور تطہیر مطلق ثابت کی جو مستلزم ہے طہارت روحانی کو۔ اس طرح دونوں فرقوں پر رد ہو گیا اور متوفیک کی تقدیم مناسب ہوئی چونکہ آیت توفیتنی پیشگوئی انی متوفیک ورافعک الی...... الخ کے وقوع کا بیان ہے اس لئے توفیتنی یا بمعنی انمتنی ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس سوال و جواب میں زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم حیثیت زیر بحث نہیں۔ اس لئے علم ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ نے اے حضرت عیسیٰ دنیا میں اپنی زیر نگرانی کہ کر تثلیث پھیلائی تھی تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے تو نے میرا رفع جسمانی کیا تو میری رقابت اور ذمہ داری ختم ہو چکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ بعد کی حالت کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ زمانہ تجدید اسلام میں بنی اسرائیل بلکہ کسی کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ صرف تجدید و ترقی اسلام آپ کا فرض ہوگا اس لئے یہ زمانہ زیر بحث نہ ہوگا۔ اور اگر تَوَفَّیْتَنِیْ بمعنی مِتَّنِیْ ہو تو یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جیسا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے آج وفات کا ثبوت نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہ ہوگا بلکہ صرف یہ سوال ہوگا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ اور میری ماں کو معبود بنالو جیسا کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے ظاہر ہے۔ پس در اصل اسی سوال کا جواب دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ ہوگا اس سے زائد نہیں چنانچہ وہ بھی صرف اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کہا تھا جیسا کہ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ ...... الخ سے ظاہر ہے اور فقرات اَنْ اَقُوْلَ اور اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ اور مَا قُلْتُ قابل توجہ ہیں۔ رہی زائد بات۔ اس کا اظہار نہ ان پر واجب نہ مفید اس لئے خاموشی اختیار کر کے استظہار بالرحمة کی طرف توجہ فرمائیں گے جس کی بنا ورحمتی وسعت کل شیء اور ان رحمتی سبقت غضبی پر ہے اور کہیں گے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ یعنی ان بالاتوں کو اگر تو بخش دے تو کون تجھ کو روک سکتا ہے۔ سبحان اللہ اسلامی مناظر نے تو اس آیت کے مرکز سے جواب نکالا ہے لیکن قادیانی مناظر نے اس دلیل کی طرز استدلال میں صرف اپنے خیالات سے کام لیا ہے۔ ۱۲ مرتب

شَهِيداً مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (مائدہ رکوع آخری) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسیح سے سوال کرے گا کہ یہ جو لاکھوں کروڑوں انسان تجھے اور تیری والدہ کو پوجتے رہے اور معبود سمجھتے رہے کیا تو نے ان کو یہ تعلیم دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مدلل جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے کہ اس شرک کا الزام تین ذاتوں پر لگ سکتا ہے۔ خدا پر کہ شاید اس نے یہ تعلیم دی ہو تو اس کی تردید تو لفظ "سُبْحَانَکَ" میں کر دی کہ شرک کرنا تو ایک گناہ اور بدی ہے اور جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح کو جو خدا تسلیم کرتے ہیں تو منشاء الٰہی کے ماتحت یہ غلط ہے کیونکہ اے خدا تو ہر ایک بدی سے پاک ہے۔ پس تیرا تمام نقائص اور بدیوں سے پاک ہونا اس خیال کی تردید کے لئے کافی دلیل ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ پر حضرت مسیح تھے کہ شاید انہوں نے خود ہی شرک کی تعلیم دی ہو تو اس کے لئے فرماتے ہیں مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ کہ میں یہ تعلیم دے ہی کیسے سکتا تھا جبکہ میں نبی ہوں اور نبی تو وہی بات کہا کرتا ہے جس کا اسے حق ہوتا ہے اور یہ کلمہ کہنا کہ مجھے معبود مانو کسی نبی کا حق نہیں چنانچہ فرمایا مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَاداً لِي مِنْ دُونِ اللهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ○ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰئِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَاباً أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (آل عمران ع ۸) کسی انسان کے لئے یہ بات شایاں نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے بنو بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ خدا پرست ہو کر رہو اس لئے کہ تم لوگ دوسروں کو

کتاب الٰہی پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو بھلا ایسا ہو سکتا ہے جب تم اسلام لا چکے ہو۔ پھر وہ تمہیں کفر کرنے کو کہے اور اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو اس کو جانتا ہے۔ تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے مگر میں نہیں جانتا بیشک تو علام الغیوب ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر صراحۃً آپ نے یہ تعلیم نہیں دی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم دی ہو جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ تو اُلوہیت کا مدعی ہے اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ یہ کہ میں نے تو ان کو وہی بات کہی جس کا تو نے حکم دیا ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا تھا کہ تم نے اگر ایسی بات بھی نہیں کہی جس سے غلط فہمی لگ سکے تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بخود اپنی مرضی سے تجھے پوجنے لگے ہوں اور تو نے انہیں روکا نہ ہو۔ تو اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کہ ایسا بھی نہیں ہوا کیونکہ میں جب تک ان میں رہا تو میں ان کے عقائد اور اعمال سے غافل نہیں رہا بلکہ ہر وقت ان کی نگرانی اور محافظت کرتا رہا۔ میری موجودگی میں یہ عقیدہ ان میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر یہ عقیدہ ان میں کب آیا تو فرمایا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ یعنی مجھے کچھ علم نہیں اگر بگڑے ہوں گے تو میری وفات کے بعد بگڑے ہوں گے کیونکہ میری وفات کے بعد تو ہی ان پر نگران تھا وفات کے بعد کا حال مجھے معلوم نہیں۔ پس فقرہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے ہم دو طریق پر وفاتِ مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو اس طرح کہ مسیح علیہ السلام اقرار کرتے

ہیں کہ نصاریٰ کا بگڑنا اور مجھے معبود بنانا اگر ہوا تو میری وفات کے بعد ہوا نہ کہ میری موجودگی میں اور آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا چکے تھے۔اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔دوسرا طریق یہ ہے کہ مسیح نے اس آیت میں اپنی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ایک نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران اور محافظ ہونے کی اور دوسری ان کے اندر عدم موجودگی اور ان پر نگران نہ ہونے کی حالت اور ان دونوں کے درمیان حد فاصل توفی ہے۔اور تیسری کوئی حالت آپ پر نہیں گذری۔پس یا تو مانو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ میں موجود ہیں یا وفات پا گئے ہیں۔پہلی شق تو باطل ہے کیونکہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ وہ اس وقت ان میں موجود نہیں ہیں پس دوسری شق ثابت ہوئی اور وہ وفات کی حالت ہے۔خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ مسیح نے اپنی تیسری حالت کوئی بیان نہیں کی۔صرف دو ہی حالتیں بیان کی ہیں۔ایک مَادُمْتُ فِيْهِمْ کی اور دوسری كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ کی اور یہ دوسری حالت توفی کے بعد کی ہے۔پس اگر وہ زندہ ہیں تو ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران ومحافظ ہونا ضروری ہے۔

مگران کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگرانی آپ کے نزدیک بھی باطل۔پس جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل اور دوسری حالت جو عدم موجودگی کی ہے وہ وفات کے بعد کی حالت ہے۔پس مسیح کی وفات ظاہر ہے۔چنانچہ یہی آیت آنحضرت ﷺ نے اپنے متعلق فرمائی ہے جیسا کہ بخاری میں آیا ہے کہ حشر کے دن چند لوگ پکڑ کر لے جائے جائیں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو جواب دیا جائے گا لا تَدْرِیْ ما

احدثوا بعدک تجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا باتیں کیں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: فاقول[1] کما قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ یعنی میں بھی کہوں گا جس طرح مسیح علیہ السلام نے کہا ہے کہ میں بھی ان پر نگران تھا جب تک کہ میں ان میں تھا مگر جب تو نے مجھے وفات دی تو تُو ہی ان کا نگران تھا۔فَيُقَالُ ان هٰؤُلَاءِ لم يزالوا مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم. (بخاری،کتاب التفسیر)

کہ تیری وفات کے بعد جبکہ تو ان سے جدا ہوا ان کی یہ حالت رہی کہ وہ مرتد بنے رہے پس آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی دو ہی حالتیں بیان فرمائیں ہیں۔ایک اپنی قوم میں موجودگی اور دوسری قوم سے عدم موجودگی تیسری حالت آپ پر بھی کوئی نہیں۔پہلی میں تو صحابہ نہیں بگڑے جن کو کہ حشر کے دن پکڑا گیا ہے اسی لئے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ تو میرے پیارے صحابہ ہیں ان کا بگڑنا چونکہ آپ کی عدم موجودگی میں وفات کے بعد ہوا

---

[1] اس کا جواب اسلامی مناظر نے اس طرح دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی توضیح یہ ہے کہ التشبیه ان یدل علی مشارکة امر لآخر فی معنی (مطول ص۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔مثلاً زید کالاسد میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں مشارک ہوں جیسے شجاعت اور یہ ضروری نہیں کہ کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں مشارک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زید کالاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا مشارک ہو۔وھو کما تری. پس فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ......الخ میں قول آنحضرت ﷺ مشبہ ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشبہ بہ ہے اور وجہ تشبیہ کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ مقول آنحضرت ﷺ اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ بعینہا ہوں اور یہاں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی مشارکت ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول تَوَفَّيْتَنِيْ سے مراد امتنی لی جائے تو قبض روح کے معنی میں مشارکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لی جائے گی۔اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول تَوَفَّيْتَنِيْ سے اَمَتَّنِیْ مراد ہو تو پھر ایک زیادہ قوی مشارکت ہو جائے گی۔۱۲مرتب

تھا اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ کہ اے خدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا مجھے اس وقت کا علم نہیں۔ اس آیت کے پڑھنے کے بعد جواب دیا گیا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنی دونوں حالتوں اور اپنی امت کے چند لوگوں کے مرتد ہونے کو مسیح علیہ السلام کی دونوں حالتوں اور ان کی قوم کے مرتد ہونے کے مطابق بیان فرمایا ہے اور اپنے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو مسیح نے اپنے متعلق کہے۔ پس جس طرح کہ چند اصحاب کے بگڑنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اسی طرح عیسائی قوم کے بگڑنے سے پہلے مسیح علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جس طرح آنحضرت ﷺ کی قوم میں عدم موجودگی آپ کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے اسی طرح مسیح علیہ السلام کی عدم موجودگی اپنی قوم میں ان کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ فَافْهَمْ. اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے مراد یہ نہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھا لیا تو یہ مندرجہ بالا وجوہ سے باطل ہے۔

۱..... مندرجہ بالا حدیث اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے حق میں استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس طرح مسیح علیہ السلام اپنی قوم سے وفات پا کر جدا ہوئے ویسے ہی میں بھی وفات پا کر اپنی قوم سے جدا ہوا۔

۲..... حضرت مسیح موعود نے تمام علماء و فضلاء کو بدیں الفاظ چیلنج دیا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ باب تفعّل سے خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت

میں جو ذی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی مثلاً قبض جسم کر کے آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اور اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کرا کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی و قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔ اس چیلنج پر تیس سال کا عرصہ گذر جانا اور اس لمبے عرصے میں اس کا جواب کسی سے نہ ہو سکنا اور تمام علماؤں کا عاجز آ جانا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ اس چیلنج کے مطالبہ کو کوئی شخص پورا نہیں کر سکتا اگر مفتی صاحب کو اپنی قابلیت اور علمیت جتلانا مقصود ہے تو وہ لغت عرب نظم و نثر قصائد عرب و دیگر کتب عربی و قرآن مجید و احادیث سے ایک ایسی مثال تو پیش کریں کہ جس میں [1] توفی باب تفعّل کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہو اور اس کا فاعل خدا تعالیٰ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر وہ قبض روح کے علاوہ آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہو۔ مگر کیا مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۳..... لغت عرب میں کوئی ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ جس میں توفی کا لفظ باب تفعّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح

[1] اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لفظ توفی کا معنی موضوع لہٗ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی کہ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ بیشک موت اور نیند وغیرہ توفی کے انواع ہیں جیسا کہ آیت اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ...... الخ سے ظاہر اور یہ زور دینا کہ توفی باب تفعّل کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور مراد معنی قبض روح ہوں گے ایسا ہے جیسا کہا جائے کہ مصدر خلق کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول آدم اور حوا نہ ہوں تو اس جگہ خلق سے ضرور مراد نطفہ سے پیدا کرنا ہوگی تو اس بنا پر یہ کہنا کب صحیح ہو سکتا ہے کہ خلق کے معنی نطفہ سے پیدا کرنا ہے بلکہ خلق کا موضوع لہٗ مطلق پیدا کرنا ہے اور نیز جب توفی بمعنی موت تسلیم کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مفصل گذر چکا ہے۔ تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ توفی بمعنی موت ہے اور اس زور دکھلانے میں قادیانی مناظر کو کیا فائدہ ہے؟ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتی ہے۔ ۱۲ مرتب

کے نہ ہوں۔ توفّی اللہ زیداً جب بھی بولا جائے گا تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے زید کی روح قبض کر لی اور وہ مر گیا۔ ملاحظہ ہو:

۱...... توفّی اللہ فلانا قبض روحہ (اقرب الموارد)

۲...... توفاہ اللہ اماتہ الوفات الموت (مصباح)

۳...... توفاہ اللہ اے قبض روحہ (صحاح۔ قاموس)

۴...... توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ (لسان العرب)

۵...... توفاہ اللہ عزوجل اذاقبض نفسہ (تاج العروس)

۶...... توفاہ اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منتہی الارب)

۴...... قرآن مجید میں یہ لفظ زیر بحث آیتوں کے علاوہ اسی طریق پر تئیس جگہ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی کسی جگہ بھی قبض جسم مع الروح کے نہیں ہیں بلکہ قبضِ روح کے ہی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱...... توفّنا مع الابرار ○ (آل عمران)

۲...... توفنا مسلمین ○ (اعراف)

۳...... توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ○ (یوسف)

۴...... واِمّا نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفینک...الآیۃ (یونس)

۵...... حدیث میں جہاں کہیں مذکورہ بالا تحریر پر توفّی کا لفظ وارد ہوا ہے تو وہ بھی آسمان پر لے جانے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو مفتی صاحب کوئی مثال پیش کریں۔ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے تو مفتی صاحب ناواقف نہیں ہوں گے کیونکہ اس میں بھی یہ لفظ قبض روح کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت قطعی اور یقینی طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

دوسری دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَم. اور لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (مائدہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدایا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں۔ ان دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری کو معبود مِنْ دُوْنِ اللّٰہ مانا جاتا ہے۔ دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَاكُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (یونس ع۳) اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکین کو یہ حکم دیں گے کہ تم اور جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا تھا ذرا اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے ان کے شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے پس اب ہمارے اور تمہارے درمیان بس خدا ہی شاہد ہے۔ ہم کو تو تمہاری پرستش کی مطلق خبر نہیں۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں ورنہ اگر انہیں زندہ مانا جائے اور پھر دوبارہ انہی کا نزول ہو اور آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ

[1] یہ عجیب استدلال ہے نہ اس دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم موت ہو اور اس استدلال کی بناء استغراق پر ہے جو بالکل صحیح نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے وہ ان کے شرک سے بے خبر ہو۔ وھو کما تری اور نیز یہ عام دلیل ہے جو خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ خلقنا الانسان مِنْ نُّطْفَةٍ عام دلیل خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ خاص دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہی وجہ ہے کہ مولوی نور الدین صاحب جن کی مرزا صاحب نے توثیق کی ہے لکھتے ہیں۔ لفظ جمع کا ہو تو اس سے مراد کلھم اجمعون نہیں ہوگا جب تک کہ تصریح نہ ہو بلکہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔ (اخبار بدر مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء ص ۱۴) ۱۲ مرتب

لیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے حضور کہیں کہ مجھے تو ان کی عبادت کرنے کی بالکل خبر نہیں۔ صریح جھوٹ ہے جو کسی نبی کی شان کے شایان نہیں۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے کہ وہ یہ جواب دیں گے اور مسیح ناصری کا یہ جواب بھی صحیح ہوگا کیونکہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ دلیل اول میں ہم بتا چکے ہیں کہ مسیح ناصری نے ایسی بات سے لاعلمی ظاہر کی ہے کہ انہیں خدا کے سوا معبود بنایا گیا ہے اور بتایا ہے اگر بنایا بھی ہو تو میری وفات کے بعد بنایا ہوگا جس کا مجھے علم نہیں۔ پس مسیح تو اس بات میں سچے ہیں لیکن وہ علماء اپنے دعوے میں سچے نہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح زندہ ہیں۔ اور باوجود عیسائی قوم کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ان کو خدا بنا رہے ہیں قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے تو ان کی عبادت کی بالکل خبر نہیں۔

تیسری دلیل [1]

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل اَفَاِنْ مَّاتَ او قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ..... الاٰیۃ یعنی محمد ﷺ محض رسول ہیں آپ سے پہلے جو بھی رسول تھے وہ گذر گئے اگر آپ بھی مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھر جانا چاہئے۔ اور اسلام کو نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس تیسری دلیل کا تفصیلی جواب بھی اس طرح دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خَلَتْ بمعنی مَاتَتْ نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یہ ہر دو فقرے قرآنی یعنی سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ اور وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا متعارض ہوں۔ بلکہ خَلَتْ خلو سے ہے جس کے معنی نقل مکانی ہے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِھِمْ۔ زمانے کا گذرنا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ اور خلو ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتی ہے پس بہر تقدیر آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ جگہ خالی کر گئے یا گذر چکے ہیں پیشتر اس کے کئی رسول۔ اور یہ معنی زندوں اور مردوں دونوں میں صادق آسکتے ہیں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ اس شہر میں اسے کئی حاکم ہو گذرے ہیں۔ یہ فقرہ اس حاکم کو جو مر گیا ہو اور اس حاکم کو جو تبدیل ہو گیا ہو اور اس حاکم کو بعد اختتام میعاد کے گھر میں چلا گیا ہو شامل ہے۔ ۱۲ مرتب

[illegible] رسول تھے فوت ہوگئے ہیں۔ پس اس آیت سے مسیح ﷺ کی وفات بیّن طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم ﷺ سے پہلے ایک رسول تھے۔ اور لفظ خَلَتْ کیا بلحاظ [illegible] خلا فلانٌ ای مات (لسان العرب تاج العروس) اور کیا بلحاظ قرینہ فقرہ آیت اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ سے پہلے دوسرے رسول فوت ہوگئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہوگئے ہیں۔

(شان نزول) یہ آیت جنگ اُحد میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ کو قمہ ماراثی نے پتھر مارا جس سے آپ کے دو دانت شہید ہوگئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ رسول کریم ﷺ قتل ہوگئے ہیں تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت مومنوں کی تسلی کے لئے نازل ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ رسول کریم

[1] اسلامی مناظر نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہوسکتی ہے۔ [illegible] موجبہ جزئیہ میں ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ خَلَتْ بمعنی مَاتَتْ ہے تو پھر ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اُڑ گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہوگئے اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی [illegible] سالبہ کلیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت [illegible] اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی اور جنس [illegible] شی کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط لا شی کے مرتبہ میں۔ اور قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ قضیہ موجبہ مہملہ [illegible] موجبہ جزئیہ میں ہے اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ اور آیت وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا [illegible] بالرُّسُل کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع باالف ولام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً [illegible]۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئیں پر کئی رسول بھیجے [illegible] رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں ہیں [illegible] رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔ ۱۲ مرتب

ﷺ کو تم نے خدا تعالیٰ پر قیاس کیا ہے کہ آپ کو مرنا نہیں چاہئے حالانکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں اس لئے آپ کو رسولوں پر قیاس کرنا چاہئے پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا خلو ہو چکا ہے اسی طرح ان کا بھی ہوجائے تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ پس آپ کی اُلوہیت کی تردید اور رسالت کا اثبات لفظ خلو سے کیا ہے اور خلو کی تفسیر موت اور قتل سے کی ہے کیونکہ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کی جگہ اگر لفظ خلا رکھا جائے تو معنی ایک ہی ہوں گے اور ان کا ایک ہی مفہوم ہوگا۔ لیکن اگر لفظ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں خلو کا ایک ہی طریقہ آسمان پر چلے جانا بھی تسلیم کیا جائے تو نہ ہی مَاتَ اَوْ قُتِلَ کہنا درست ہوسکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کے خیال کی تردید ہوسکتی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح پر فلاں رسول زندہ ہے ویسے ہی آپ کو بھی زندہ رہنا چاہئے۔ چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید وتصدیق حضرت ابوبکر صدیق[1] ؓ کے اس خطبہ سے ہوتی ہے جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر پڑھا۔ جس میں آپ نے فرمایا من کان یعبد محمدا فان محمدا قدمات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت کہ جو آنحضرت ﷺ کو اپنا معبود خیال کرتا تھا تو وہ سن لے کہ آنحضرت ﷺ تو وفات پاگئے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کی تلاوت فرما کر آنحضرت ﷺ کی وفات کے متعلق جو استعجاب صحابۂ کرام کے

[1] اسلامی مناظر نے اس کا جواب اپنے پرچہ ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ کی نظر اَفَاِنْ مَّاتَ ...... الخ پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقعہ پر یہ آیت بھی پڑھی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ اور اس کی توضیح یہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سالبہ کلیہ کی تردید ہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کے لئے اَفَاِنْ مَّاتَ ...... الخ پر ہے اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ یعنی اے پیغمبر تو (بھی اپنے وقت مقررہ) پر مرنے والا ہے اور یہ کفار بھی اپنے اپنے اوقات مقررہ پر مرنے والے ہیں۔ ۱۲ مرتب

دلوں میں پیدا ہوا تھا اسے سابقہ رسول کی موت سے دور کردیا اور بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا فوت ہونا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اس سنت میں وہ سب رسول داخل ہوچکے ہیں جو آپ سے پہلے گذرے۔ پس حضرت ابوبکر ؓ کے اس خطبہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کا پہلا اجماع[1] ۔ جس بات پر ہوا وہ یہی تھی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر بھی رسول تھے خواہ موسیٰ خواہ عیسیٰ علیہما السلام سب فوت ہوگئے ہیں اور الرسل کا الف لام بقرینہ لفظ[2] قبل استغراق کا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قبل کے رسولوں سے کوئی

[1] یہ قادیانی صاحبان کا عجیب اجماع ہے۔ یہ اجماع صحابہ نہیں بلکہ صحیح اجماع صحابہ وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۲ میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں مَوْتِهٖ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ ؑ کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ نفس مضمون یعنی نزول حضرت عیسیٰ ؑ سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہ ؓ کے ضمیر موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰ ؑ کو قرار دینے کو غلط لکھتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع حیات ونزول حضرت عیسیٰ ؑ پر ہوا نہ کہ وفات پر، کیونکہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں حضرت عیسیٰ ؑ شخصی طور پر مذکور ہیں اور آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں حضرت عیسیٰ ؑ کے عام طور پر مذکور ہونے کا وہم کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل صاف ہے کہ عام دلیل خاص منطوق شخصی دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتی جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] سبحان اللہ کیا کہنے۔ جناب من! آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں مِنْ قَبْلِهٖ قرینہ اس بات کا نہیں کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے بلکہ یہ مِنْ قَبْلِهٖ اس امر پر قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون کی طرف اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۲ میں اشارہ کیا ہے کہ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ پس موجبہ کلیہ نہ ہوا۔ اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم بالفرض تسلیم کرلیں کہ خَلَتْ بمعنی مَاتَتْ ہے تو پھر ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے بلکہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ الف لام استغراقی نہیں کیونکہ قد خلت من قبله الرسل میں من قبله یا الرسل کی لغت نحوی ہوگی یا الرسل سے حال نحوی ہوگا۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی منعوت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال اپنے ذوالحال پر ذکر میں اس وقت مقدم کیا جانا چاہئے جب ذوالحال نکرہ ہو۔ اور مانحن فیہ میں الرسل معرفہ ہے۔ پس معین ہوا کہ من قبله خلت کے متعلق ہے۔ قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد ﷺ سے پہلے فوت ہوچکے ہیں۔ اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے ثابت ہے کہ محمد ﷺ رسول ہیں اور فقرے قد خلت من قبله الرسل سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ (نعوذ باللہ) رسول نہیں۔ وہل ھذا الاتناقض فی القرآن وھو بدیھی البطلان. پس ثابت ہوا کہ مِنْ قَبْلِهٖ اس بات کا قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں۔ ۱۲ مرتب (اَللّٰهُمَّ اغفر لکاتبه ولوالدیه)

بھی مستثنیٰ نہیں اور اگر الرسل سے مراد بعض رسول ہوتے تو ال کے لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ اس صورت میں ال کا لانا مخل مطلب ٹھہرتا ہے اور نہ استدلال صحیح ہوسکتا تھا اور نہ ہی جنگ احد کے دن صحابہ کے دلوں میں پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہوسکتا تھا کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لئے خلو بالموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض اس سے مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ بھی ان بعض مستثنیٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر کس طرح صبر کرتے تھے کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسولِ کریم فوت ہو جائیں۔ وہ اس گھاٹے سودے پر کبھی بھی راضی نہیں ہوسکتے تھے۔ ان کو تو رسول اللہ ﷺ کی موت کے سوا کسی کی پرواہ نہیں تھی جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

کنت السواد الناظری فعمی علیک الناظر   من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احادر

اور نیز وہ بات کہ آپ محض ایک رسول ہیں خدا نہیں ثابت نہیں ہوسکتی اگر خلو کی ایک صورت آسمان پر زندہ جانا بھی مان لی جائے لیکن اگر الرسل سے مراد تمام رسول ہوں اور خلو موت اور قتل سے ہی مانا جائے تو اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے۔ اور پیدا شدہ شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور نیز یہی آیت مسیح کیلئے بھی استعمال ہوئی ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: مَا[1] الْمَسِیحُ ابن مریم اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پس جس طرح کہ اس آیت میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے مسیح سے پہلے کے تمام رسول مراد ہیں اسی طرح مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں آنحضرت ﷺ سے پہلے کے تمام رسول جن میں مسیح بھی شامل ہیں مراد ہے۔ اگر یہ آیت نازل ہوتی اور صرف مَا الْمَسِیحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ کی ہی آیت ہوتی تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح الرسل

[1] اس آیت مَا الْمَسِیحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں بھی الف لام استغراقی نہیں ہوسکتا ورنہ بروئے قواعد نحو یہ مذکورہ لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ وھو کما تری۔ ۱۲ مرتب

میں شامل نہیں اس لئے انہوں نے وفات پائی نہیں خدا تعالیٰ نے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رسول والی آیت نازل کر کے مسیح علیہ السلام کو جو پہلی آیت سے باہر تھا اس کو بھی مردوں میں شامل کر دیا۔ فتفکر فیها حق الفکر۔

چوتھی دلیل

آیات لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اور لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ سے ثابت ہے کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور سورۃ نحل رکوع ۲ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ○ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ کہ وہ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور ان کی طرف خلق منسوب کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود عالم خلق سے ہیں یعنی ان کو خدا تعالیٰ نے خلق کیا ہے وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ موت کے بعد قیامت کے دن کب اٹھائے جائیں گے۔ پس ان دونوں

[1] سبحان اللہ۔ یہ کیا عجیب دلیل ہے نہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی موت کے ہوں۔ مناظر اسلامی نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ ویسا ہی آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں اور نیز آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور توضیح اس کی یہ ہے کہ قضیہ مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں یہ حکم کیا جائے کہ محمول موضوع کے لئے کسی وقت ثابت ہے یا محمول موضوع سے کسی وقت مسلوب ہے اور اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ اس آیت میں مطلقہ عامہ کا محمول ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو معبودات باطلہ اللہ کے سوا پرستش کئے جاتے ہیں وہ کسی وقت میں مرنے والے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تمام معبودات باطلہ مر چکے ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے فوت ہو چکا ہو تو پھر مرزا صاحب کی نبوت کا سلسلہ کیسا جاری رہا اور نیز آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ سے اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ کے قضیہ مطلقہ عامہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور بعد میں بھی زندہ رہے اور نیز آنحضرت ﷺ کے مخالفین ان کو مَیِّتُوْنَ کہا گیا زندہ تھے اور زندہ رہے۔ ۱۲ مرتب

آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پاگئے ہیں کیونکہ ان کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور آیت اموات غیر احیاء سے ثابت ہے کہ جسقدر خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانے جاتے ہیں جنکی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں وہ مردہ ہیں زندہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ناصری بھی وفات پاگئے ہیں، زندہ نہیں ہیں۔ فافهم

پانچویں دلیل

مَا الْمَسِيحُ[1] ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا

[1] قادیانی مناظر نے اپنے دعوی وفات مسیح علیہ السلام پر بہت دلائل پیش کیے ہیں جن سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سامعین پر اچھا اثر پڑے کہ انہوں نے بکثرت دلائل پیش کئے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ درحقیقت قادیانی مناظر نے ایک بھی ایسی دلیل نہیں بیان کی کہ جو بروئے قواعد ومحاورات عربیت دعوی وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر سکے بلکہ سب مغالطات ہیں جیسا کہ اس مناظرہ سے اظہر من الشمس ہے اور اس دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ایسا ہی آیت كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ میں بصیغۂ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے، جیسے كَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اَوْلَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ اور اس کی تشریح یہ ہے کہ كَانَا صیغہ مذکر کا ہے اور مذکر کو مونث پر غلبہ دے کر دونوں سے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم سے مذکر کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے جیسا کانت من القنتین میں۔ اور کانا کی ماضویت حضرت عیسی کی ماں کی وجہ سے ہے یعنی حضرت عیسی اور ان ماں مریم صدیقہ بہیئت مجموعی زمانہ گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جیسا کہ مریم صدیقہ فوت ہو چکی ہیں ویسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہوں مثلاً جب یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب اور ان کی بیوی صاحبہ دونوں مل کر زمانہ گذشتہ میں باغ کی سیر کیا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر بالفرض ان دونوں میں سے ایک صاحب فوت ہو جائیں تو دوسرے صاحب بھی ضرور فوت ہو جائیں اگر سوال کیا جائے کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کیا کھاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ طعام مایطعم بہ کا نام ہے یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ اور طعام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ جنوب ارضی وغیرہ ہی ہوں۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو صوم الوصال سے نہی فرماتے ہیں اور صحابہ عرض کرتے ہیں کہ اِنَّكَ تو اصل یا رسول اللہ آپ پھر کیوں صوم الوصال رکھتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اَوْلَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ (بخاری جلد اول ۲۶۳) یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ طعام دیتا ہے اور پلاتا ہے۔ اس حدیث میں جنوب ارضی وغیرہ کے سوا کسی اور طعام کا بیان ہے۔ ۱۲ مرتب

يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہی ہیں آپ سے پہلے رسول گذر چکے ہیں اور آپ کی والدہ صدیقہ ہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت سے پہلے عیسائیوں کا قول پیش کیا ہے کہ عیسائی مسیح کو خدا بناتے ہیں حالانکہ مسیح خدا نہیں ہو سکتے بلکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں۔ اس کے تین دلائل بیان فرمائے ہیں:

(۱) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (۲) اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ۔

(۳) كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ۔

اس وقت میں جس سے وفات مسیح پر استدلال کرنا چاہتا ہوں وہ آخری فقرہ ہے اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ وجدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدل ما یتحلل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی غذا جو کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے جیسے کہ اگر کوئی روح کو یکدفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے ہنسنے رونے کے آثار روح پر بھی پڑتے ہیں۔ اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اثر تا ہے اور سات برس کے بعد اور جسم آئے اور ماسوا اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلّم ہے اب ظاہر ہے کہ مسیح ان تمام

حاجتمندیوں سے بری نہ تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوتی ہیں پس آپ کی حالت کا متغیر ہونا آپ کے حدوث کی دلیل ہے کہ آپ کا حادث اور کھانے کا محتاج ہونا اور بیرونی واندرونی عوارضات سے متاثر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسیح خدا نہیں پس اس آیت میں مسیح کے کھانے اور اس کے حالات کے متغیر ہونے کو اس کی الوہیّت کے بطلان کی دلیل بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بصیغۂ ماضی بیان کر کے ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ اب نہیں کھاتے۔ پس دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں پس اگر پہلی صورت تسلیم کی جائے تو ایک تو اس کی الوہیّت ثابت ہوگی اور دوسرے خدا تعالیٰ نے جو دلیل دی ہے وہ صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ جب وہ کھانے کا محتاج نہیں ہوگا تو غیر متغیّر ہوگا اور اس کا کھانا کھانا اور متغیر ہونا ہی اس کی الوہیت کو باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے پیش کیا تھا لیکن وہ دونوں باتیں اس کی زندگی میں نہیں پائی گئیں۔ اس لئے وہ صرف رسول ہی نہ ہوئے بلکہ خدا بھی ثابت ہوئے۔ اور نیز یہ آیت: وَمَا جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خَالِدِيْنَ کے بھی خلاف ہوگی۔ چونکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کی طرف خدا تعالیٰ وحی کرتا ہے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں پس زندگی کی حالت میں اس آیت کے مطابق کھانا ضروری ہوا۔ اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کھانا نہیں کھاتے۔ تیسرے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: وَلَا مستغنٰی عند ربنا (بخاری) کہ اے ہمارے خدا ہم اس کھانے سے مستغنی نہیں ہیں۔ پس کھانے سے پاک اور مستغنی صرف خدا تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پس اگر مسیح کو زندہ مان کر کہا جائے کہ وہ کھانا کھانے سے مستغنی ہیں اور کھانا نہیں کھاتے تو وہ ان کی الوہیت کی دلیل ہے۔

اب دوسری صورت یہی ہو سکتی ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں اس کے سوائے تیسری صورت کوئی نہیں ہو سکتی۔ پس آیت كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

چھٹی [1] دلیل

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا (مریم) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو کس کو؟ آیا فرشتوں کو یا خدا کو؟ اگر کہوں کہ ان کے پاس تو مال نہیں وہ زکوٰۃ کیسی دیں۔ تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کا خاص طور پر انہیں حکم دینا کہ جب تک تم زندہ رہو زکوٰۃ دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے کے قابل تھے ورنہ خاص طور پر ان کو حکم نہ دیا جاتا۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کہ آسمان کا عرصہ تو دو ہزار برس کا تو قریباً ہو چکا ہے اور آسمان میں مستحقین کا وجود بھی نہیں پایا جاتا پس اس لئے مَادُمْتُ حَيًّا کی قید کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے تو مَادُمْتُ عَلٰی

---

[1] اس چھٹی دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیا آسمان جائے عبادت نہیں اور شب و روز فرشتے تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول نہیں رہتے۔ اور زکوٰۃ کے متعلق دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی وطہارت ہے جیسا کہ پیشتر اس کے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً (مریم) یعنی ہم نے یحییٰ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی ہے۔ اور نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشتر بشارت دی گئی ہے۔ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (مریم) یہاں بھی لڑکا پاکیزہ مراد ہے پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ دوسرا جواب یہ کہ زکوٰۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ لیکن فرضیت ادائے زکوٰۃ اس وقت ہے جب انسان صاحب نصاب ہو۔ میرے قادیانی مناظر صاحب پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم یا صحیح حدیث سے صاحب نصاب ہونا ثابت کریں پھر ہم زکوٰۃ کا مصرف بتائیں گے۔ ۱۲ مرتب اللّٰهُمَّ اغفر لکاتبہ ولوالدیہ وللمؤمنین۔

الْاَرْضِ کہنا ہی صحیح ہوسکتا تھا نہ مَادُمْتُ حَیًّا۔ پھر اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ وہ کونسی نماز پڑھتے ہیں اسرائیلی نماز یا محمدی؟ اگر کہو اسرائیلی تو ماننا پڑے گا کہ ابھی پہلی شرائع منسوخ نہیں اور اگر کہو محمدی نماز تو پھر یہ سوال ہے کہ ان کو کس نے بتائی؟ اگر کہو کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو یہ غلط ہے کیونکہ ان میں سے آسمانوں پر کوئی نہیں گیا۔ اور اگر کہو کہ معراج میں بتائی گئی تو اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں اور اگر کہو کہ وہ انکو الہاماً بتائی گئی تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کو تسلیم کر کے ماننا پڑے گا کہ وہ تشریعی نبی ہیں۔ کیونکہ شریعت کا ایک حصہ دونوں پر نازل ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے نماز پڑھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ کہ آنحضرت ﷺ پر۔ اور ایسا ہونا آیت خاتم النّبیین کے خلاف ہے۔ پھر علاوہ ازیں یہ سوال ہوگا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دار العمل میں ہیں یا دار الجزاء میں؟ اگر کہو دار العمل میں تو ان کو سب اعمال کا بجالانا ضروری ہے۔ اگر کہو کہ وہ ایسی جگہ ہیں کہ جہاں وہ یہ اعمال بجا نہیں لاسکتے۔ تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ آیا وہ ایسے مقام پر بخوشی خاطر اپنے ارادہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں یا بجبوری؟ اگر کہو کہ اپنے ارادہ سے تو یہ غلط ہے۔ اگر کہو کہ بجبوری تو پھر یہ سوال ہوگا کہ آیا شریعت محمدیہ کے احکام پر عمل کرنے سے تقوی اور تقرب الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے یا تنزل۔ اگر کہو تنزل تو یہ فریقین کے نزدیک باطل ہے۔ اگر کہو ترقی ہوتی ہے تو مسیح کو اس ترقی سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔ اگر کہو کہ دار الجزاء میں ہیں تو دار الجزاء میں جانا وفات کے بعد ہی ہوسکتا ہے اور دار الجزاء کا نام ہی جنّت ہے اور جنّتیوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ کہ وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اس لئے مسیح دنیا میں نہیں آسکتے اور اگر کہو کہ وہ اس دار الجزاء سے پھر دوبارہ دار العمل میں بھیجا جائے گا تو اس سے مسئلہ تناسخ کو

صحیح ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے کہ اعمال نہ کرنے کا باعث وفات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ زندہ نہیں ہیں اس لئے اب ان سب اعمال کے بجالانے کے مکلف نہیں ہیں اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ فافهم

ساتویں دلیل

وَسَلَامٌ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ مسیح علیہ السلام

---

[1] اس ساتویں دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس طرح دیا ہے کہ عدم ذکر شے سے اس شے کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (براہین احمدیہ ص۵۲۵) اور نیز اس آیت سے پیشتر رفع اور نزول کا ایک فقرہ وسیعہ کے ساتھ ذکر ہے چنانچہ فرمایا وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں ہم مقابلۃً چند برکات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور برکات مرزا صاحب ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دشمنی، حسد، بغض کا دور ہو جانا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ (مشکوۃ باب نزول عیسیٰ ص ۴۷۲)

مرزا صاحب کی برکت۔ بغض کی آگ لگ جانی اور ایسی عداوت کا پیدا ہو جانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم نتائج نکل رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ مال کا کثرت سے ہو جانا حتیٰ کہ زکوۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں گے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے ویفیض المال حتّٰی لایقبله احد (مشکوۃ ص ۴۷۱)

مرزا صاحب کی برکت۔ مسلمانوں کا سخت محتاج اور فقر کی حالت میں ہونا۔ اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہو جانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افلاس کے مارے ارتداد کی طرف مائل ہونا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہو جانا۔ حتّٰی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها (متفق علیه مشکوۃ ص ۴۷۱)

مرزا صاحب کی برکت۔ لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا حتیٰ کہ حلال وحرام کی تمیز نہ رہنا۔ رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا۔ اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا۔ عاقبت کو بھلا دینا اور دنیوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں ان کا رک جانا۔

مرزا صاحب کی برکت۔ خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی خصوصاً گھی دودھ کا کم ہو جانا اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں دنیا میں عام طور پر بدامنی اور بے آرامی کا ہونا۔

خلاصہ جواب۔ یہ کہ القرآن ککلمة واحدة ہے۔ لہٰذا آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ رَافِعُكَ اِلَیَّ اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور آیت وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ قابل غور ہیں۔ ۱۲مرتب

اپنی سلامتی کے تین دنوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک تو پیدائش کے دن دوسرے موت تیسرے بعث بعد الموت کے دن کا۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس وقت جب کہ تمام یہود آپ کے قتل کے درپے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کو جان سے ماردیں تو اس وقت آپ کو آسمان پر اٹھالینا ایک بڑا سلامتی کا دن تھا مگر اس کا آپ ذکر تک نہیں کرتے اس کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہوتا تو ضرور اس کا بھی ذکر کرتے کہ اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ مجھے آسمان پر اٹھایا جائے گا اور اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ میں دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گا اور ان تین مواقع میں تو سب نبی ان کے شریک تھے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے لئے بھی یہی تینوں باتیں خدا تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔ پس جن دو اہم اور عظیم الشان واقعات کی مسیح کے ساتھ خصوصیت ہے یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا۔ یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً جبکہ یہ کلام وحی الٰہی کے ماتحت تھی۔

آٹھویں دلیل[1]

خدا تعالیٰ ابنی آدم کیلئے ایک قانون بیان فرماتا ہے: فِیۡهَا تَحۡیَوۡنَ وَفِیۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَمِنۡهَا

[1] اس آٹھویں دلیل کا مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ آیت فِیۡهَا تحیون وَفِیۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَمِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ اور آیت وَلَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ وغیرہ سے وفات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت نہیں کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقر طبعی واصلی ہے۔ یعنی انسان کے لئے طبعی اور اصلی مقر زمین ہے لیکن عارضی طور پر آسمان میں رہ سکتا ہے خاص کر وہ انسان جس کو فرشتوں کے ساتھ کمال مناسبت ہو۔ جیسا کہ فرشتوں کا مقر طبعی واصلی آسمان ہے لیکن زمین پر بھی عارضی طور ان کی آمدورفت رہتی ہے۔ اور نیز جہاں جعل تکوینی پایا جائے وہاں مجعول الیہ لازم نہیں ہوتا بلکہ عارضی دیکھو وَجَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِبَاسًا وَّجَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا میں یہی مطلب ہے کہ آرام اور نیند کا اصلی وقت رات ہے مگر عارضی طور دن کو بھی آرام ونیند کر سکتے ہیں اور معاش کا اصلی وقت دن ہے لیکن عارضی طور پر رات کو بھی کما سکتے ہیں۔ ۱۲ مرتب اَللّٰهُمَّ اغفر لکتابه ولوالدیه والأستاذیه۔



تُخۡرَجُوۡنَ کہ اے بنی آدم تم اسی زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔ پس یہ ایک عام قانون ہے جو ہر ایک فرد بشر پر حاوی ہے تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ مسیح فِیۡهَا تَحۡیَوۡنَ کے صریح خلاف آسمان پر زندگی بسر کریں۔ چنانچہ دوسری آیات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً وَلَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ کہ تمہارے لئے زمین ہی قرارگاہ ہے اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے۔ پھر اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ کِفَاتًا اَحۡیَآءً وَّاَمۡوَاتًا کہ جاندار وغیر جاندار اور مُردوں اور زندوں کے لئے ہم نے زمین کو قبض کرنے والی اور سمیٹنے والی اور اپنے ساتھ ملائے رکھنے والی بنایا ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسئلہ کشش ثقل کا بیان فرمایا ہے کہ زمین میں یہ ایک خاصیت ہے کہ وہ اپنی چیز کو باہر نہیں ٹھہرنے دیتی۔ اور اگر کسی مانع کی وجہ سے اس سے اوپر کوئی چیز چلی جائے تو پھر وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو اگر فرشتے آسمان کی طرف اُٹھا کر لے گئے تو آسمان پر رہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتے انہیں پکڑے رکھیں۔ دوسری یہ کہ آسمان کو بھی زمین کی طرح قرار دیا جائے یا زمین کے اس حصہ کی جس کے مقابلہ میں مسیح علیہ السلام ہو وہ خاصیت ہی ماری گئی ہو۔ بہرحال جو بھی صورت اختیار کی جائے اس کا ثبوت دینا ضروری ہے لیکن موت کی صورت میں ان سوالات میں سے کوئی سوال بھی وارد نہیں ہوتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان زندہ ہو یا مردہ اس کے لئے زمین ہی رہنے کی جگہ ہے۔ پس مسیح علیہ السلام زندہ ہو یا مردہ تو اس کے لئے زمین میں ہی رہنا ضروری ہے۔ پہلی شق تو آپ کے نزدیک بھی صحیح نہیں کہ وہ زمین پر زندہ ہوں۔ پس دوسری شق ہی صحیح ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں اور زمین ہی میں مدفون ہیں۔

نویں دلیل

وَاِذْقَالَ[1] عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاۃِ وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُہٗ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنَاتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ بقول آپ کے اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری نے اپنی موت کے بعد آنحضرت ﷺ کے آنیکی بشارت دی ہے لیکن اگر ان کی حیات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ پھر دوبارہ نزول ہوں گے تو اس آیت کا صریح خلاف ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ اس پیشینگوئی کے مصداق نہیں کیونکہ اس وقت یہ صادق آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت ﷺ مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قبل مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بعد میں لیکن آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی صداقت مسلمہ فریقین ہیں۔ پس مسیح کا زندہ ہونا باطل ہوگیا اور ان کی وفات متعین ہوگئی۔

دسویں دلیل

وَمَنْ[2] نُعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ہم جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں تو اس کی بناوٹ میں اس کو الٹا گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ

[1] اس نویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ بَعْدِیْ دونوں صورتوں یعنی بعد الموت وبعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ تبوک کے موقعہ پر اہل وعیال کی خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا تو اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی اَنْتَ مِنِّی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبیَّ بعدِیْ۔ ۱۲ مرتب

[2] اس دسویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچے نمبر۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ان آیات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے بلکہ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوکر میرے مقبرے میں میرے پاس مدفون ہوں گے۔ ۱۲ مرتب

بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا (حج ع ۱) اور تم سے وہ ہے جس کو وفات دی جاتی ہے اور تم میں سے وہ بھی ہیں جن کو ارذل ترین عمر (انتہائی بڑھاپا) کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو انتہائی درجہ کا بڑھاپا پانے سے پیشتر وفات پا جاتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جن پر انتہائی درجہ کا بڑھاپا آتا ہو جس کی وجہ سے ان کے تمام اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں اور علم وغیرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس مسیح بھی اس قانون سے باہر نہیں رہ سکتے۔ پس یا تو ان کو ان دونوں قسموں میں شامل کرو نہ مانو کہ وہ انسان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ اور اگر تم ان کو دوسری قسم میں شامل کرو تو دو ہزار سال کی عمر میں سمجھ لو کہ ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ یا پہلی قسم میں شامل کرو کہ وہ وفات پاگئے ہیں۔ تیسری کوئی صورت خدا تعالیٰ نے بیان نہیں کی۔ پہلی صورت تو آپ کو بھی منظور نہیں اور نہ آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت یہ ہے کہ وفات پاگئے ہیں، تسلیم کرنی پڑے گی۔

گیارہویں[1] دلیل

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: لو کان موسی وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی

(ابن کثیر جلد۲ ص ۲۴۶ والیواقیت والجواہر وغیرہ)

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ مشکوۃ میں بروایت جابر اس طرح ہے ولو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی۔ رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ اور نیز مشکوۃ شریف میں ایک اور جگہ یہ حدیث یوں مذکور ہے ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی (رواہ الدارمی)۔ اور اس میں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ غیر مستند حدیث کیوں پیش کی جاتی ہے۔ اس کا راوی کون ہے۔ احادیث مستند وصحیحہ کے خلاف ایک منکر حدیث کو پیش کرنا کونسا اسلام ہے۔ اور الیواقیت والجواہر نے فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا ہے اور فتوحات مکیہ میں صرف لو کان موسیٰ حیاً مذکور ہے۔ اور نیز وہ حدیث جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے بلحاظ شرط نمبر۲ بوجہ اس کے کہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے صحیح نہیں اور اگر اس حدیث کے ان الفاظ کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے تو تعارض بین الاحادیث کو دور کرنے کے لئے اس کا یہ معنی ہوگا۔ لَوْ کَانَ موسیٰ وعیسیٰ حیّین علی الارض ...... الخ۔ ۱۲ مرتب

کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس حدیث میں تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی وفات کا اکٹھا ذکر کیا اور دو اور حدیثیں ہیں جن میں سے ایک میں تو صرف موسیٰ کا نام آیا ہے اور ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے: لو کان موسی حیًا ما وسعہ الا اتباعی اور تیسری حدیث جس میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جو فقہ اکبر مطبوعہ مصر ایڈیشن اول کے ص۱۰۰ پر ہے۔ ویقتدی بہ لیظہر متابعۃ لنبینا ﷺ کما اشار الی ہذا لمعنی ﷺ لو کان عیسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی یعنی مسیح موعود مہدی کی اقتدا کریں گے تا کہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیرو ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ان کا پیروی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس دلیل کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں جو یہ ہے مثلاً ایک سائل ہم سے ایک روپیہ مانگے اور ہم جواب میں اسے یہ فقرہ کہیں کہ اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو ہم دے دیتے تو اس فقرہ کا نتیجہ اور مقصود اور مآل یہ ہے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے وہ میری پیروی کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

بارہویں[۱] دلیل

واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائۃ وعشرین سنۃ ولا ارانی الا ذاہبا

۱ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے کہ نص قرآنی اور احادیث مستند وصحیحہ کثیرہ کے متعارض ہے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے ورنہ مرزا صاحب کی عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی۔ اگر بالفرض صحیح تسلیم کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے زمین پر یہ عرصہ گذارہ کیا ہے۔
عیش خوردنی وآنچہ بداں زیست نمائندہ (منتہی الارب جلد۳، ص۲۲۸) ۱۲ مرتب

علی راس ستین (حجج الکرام ص۴۲۸ وحاشیہ تفسیر جلالین زیر آیت متوفیک)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مستدرک میں حاکم اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور میری عمر ساٹھ برس کی ہوگی۔ اور مصنف حجج الکرام نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے رجالہ ثقات کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور پھر جلالین کے حاشیہ پر جو یہ حدیث بیان ہوئی ہے تو وہ ابن الحجج نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث بالوضاحت دلالت کرتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا جائیں گے۔ ویسے ہی مسیح ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئے ہیں۔ اور اگر انہیں زندہ تسلیم کیا جائے تو ان کی عمر آپ کے وقت میں جو زمانہ گذرتا ہے وہی اس کی عمر ہوتی ہے مگر آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرما دیا اور اپنی مرض الموت میں فرمایا تا کہ یہ بات بطور وصیت کے لوگ یاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا چکے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔

تیرہویں[۱] دلیل

معراج کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے مسیح ناصری اور حضرت یحییٰ

۱ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ میرے مناظر صاحب کو معراج کی تمام حدیثوں پر احاطہ نہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے عن عبداللہ ابن مسعود قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہ ﷺ لقی ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ فتذاکروا الساعۃ فبدأوا بابراہیم فسألوہ عنہا فلم یکن عندہ منہا علم ثم سالوا موسیٰ فلم یکن عندہ منہا علم فرد الحدیث الی عیسیٰ ابن مریم فقال قد عہد الیّ فیما دون وجبتہا فاما (جاری)



علیہا السلام کو ایک جگہ اکٹھے دیکھا ہے۔

بعض حدیثوں میں تو دوسرے آسمان اور بعض حدیثوں میں چوتھے آسمان میں۔

اب سوال یہ ہے کہ مُردوں کا مقام زندوں کا کیسے ہوسکتا ہے۔ البتہ مُردوں میں وہی رہ سکتا ہے جو مردہ ہو نہ کہ زندہ۔ اب اس مقام کے متعلق ہم پوچھتے ہیں کہ آیا وہ مقام جنّت تھا یا برزخ۔ اگر کہو مقام برزخ تو پھر بھی مسیح نہیں آسکتے اور نہ ہی وہ زندہ ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ مقام برزخ مُردوں کے لئے ہے نہ کہ زندوں کے لئے۔ اور مقام برزخ میں رہنے والا دنیا میں نہیں آسکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَقَآئِلُھَا وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ پس جو برزخ مقام میں پہنچ گیا قیامت کے دن تک اس کا ٹھکانا برزخ ہی ہے نہ کہ دنیا۔ اور اگر کہو کہ جنت میں ہیں تو جنت بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور پھر جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو پھر وہاں سے نکالا نہیں جاتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا ھُمْ مِنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ. پس کوئی صورت اختیار کرو۔ معراج کی حدیث سے مسیح کی وفات اور اس کا دوبارہ دنیا میں نہ آنا ثابت ہے۔

(بقیہ) وجبھا فلا یعلمھا الا اللہ فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتلہ الحدیث (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۹)
یعنی جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر نہ تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا۔ دیکھو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی زبانی نزول ثانی کو بیان فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں۔ اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں قادیانی مناظر کی وہمی اور خیالی باتوں کا کچھ اثر نہیں۔ ۱۲ مرتب اللّٰھم اغفر لکاتبہ ووالدیہ استاذہ ومن سعی فیھا۔

چودھویں[1] دلیل

طبقات کبیر لمحمد بن سعد جو کہ حالاتِ شریفہ آنحضرت ﷺ وحالات صحابہ کرام بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے۔

اس کے جلد ثالث (ص ۲۶) پر بھیرہ ابن مریم سے روایت کی ہے کہ: لَمَّا تَوَفّی علی ابن ابی طالب قام الحسن بن علی فصعد المنبروقال ایھا الناس قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیھا بروح عیسی ابن مریم لیلۃ سبع وعشرین من رمضان.

بھیرہ ابن مریم نے کہا کہ جب علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب فوت ہوئے تو حسن بن علی علیہما السلام کھڑے ہوئے اور ممبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے جس سے نہ تو پہلے بڑھے اور نہ پیچھے آنے والے لوگ ان کو پہنچیں گے۔ آنحضرت

---

[1] گو اس چودھویں دلیل کا جواب دینا اسلامی مناظر کا فرض نہیں تھا کیونکہ بروئے شرط نمبر ا قادیانی مناظر کا فرض تھا کہ قرآن کریم اور حدیث کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کرتا اور اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول تاریخی رنگ میں پیش کیا ہے لیکن پھر بھی اسلامی مناظر نے جواب دیا ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ بلحاظ آیت فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا (الانبیاء) وآیت فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا (مریم) اور بلحاظ حدیث شفاعت ولکن علیکم بعیسی فانہ روح اللہ تعالیٰ (الشفاء ص ۲۶۶ جلد ۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ ہونے میں خصوصیت ہے اور اسی وجہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے روح کے ساتھ تعبیر فرمائی ہے اور اضافت روح کی طرف عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اضافت بیانیہ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ عرج فیھا بالروح الذی ھو عیسیٰ ابن مریم ...... الخ. اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فقرہ ولقد قبض استعمال فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے لفظ عرج فیھا بولا ہے۔ اور اسی کتاب طبقات ابن سعد کی یہ عبارت اس مضمون کی تائید کرتی ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنھما وان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حیٌّ الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکًا ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶) یعنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری اٹھالیا ہے۔ اور وہ اس وقت زندہ ہے اور عنقریب دنیا میں دوبارہ آئے گا پھر اس میں بادشاہ ہوگا پھر وہ فوت ہوگا جیسے اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

ﷺ ان کو جنگ پر روانہ فرماتے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی داہنی طرف اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کی بائیں طرف سے اسے گھیر لیتے تھے تو آپ نہیں واپس ہوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دیتا تھا۔ اور واللہ یقیناً وہ اس معروف ومشہور رات میں فوت ہوا ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اوپر چڑھائی گئی تھی اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ پس اس حدیث میں صاف طور پر مسیح کے رفع روح کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بھی بتلایا گیا ہے اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے کوئی اور معنی نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسی طرز سے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب مخاطبین صحابہ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح اس میں اٹھائی گئی۔ پھر مجمع بھی کوئی تھوڑا نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا موقع ہے اور اس اجتماع کے موقع پر امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اٹھائی گئی نہ کہ جسم۔ اور وہ ستائیسویں (۲۷) رمضان ہے اور اس وقت کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی عالم بھی یہ نہیں کہتا کہ حضور آپ کیا فرمارہے ہیں وہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ یہ بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں بولتا اور سب سکوت اختیار کر کے ان کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھ لو دنیا کی اصلاح کے لئے دو قدرتیں مبعوث ہوا کرتی ہیں۔ قدرت اولیٰ وہ نبی کا وجود ہوتا ہے اور قدرت ثانیہ اس کے جانشین ہوتے ہیں۔ قدرت اولیٰ کی وفات ہوتی ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات۔ تو اس وقت قدرت ثانیہ کا پہلا فرد اٹھتا[۱] ہے اور آیت مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ

---

۱ ایک فقرہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر نہیں۔ اجماع صحابہ نکالنا ایک خیالی امر ہے بلکہ اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین درحقیقت وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم...... الخ (جاری آئندہ صفحہ پر)

خلت مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ اور آیت مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ. وغیرہ آیات پڑھ کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور سب لوگ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر خلفاء اربعہ میں سے یعنی قدرت ثانیہ کا چوتھا فرد جب فوت ہوتا ہے تو موجودہ خلافت راشدہ کا آخری فرد بھی اٹھ کر حضرت مسیح کی وفات کو ثابت کرتا ہے اور اس کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بجسمہ العنصری آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے بلکہ ان کی روح کا رفع ہوا ہے اور وہ وفات پا گئے ہیں۔

پندرہویں دلیل

امام بخاری[۲] اپنی صحیح میں کتاب بداء الخلق کے باب وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مَرْیَمَ

ذکر کے فرمایا فاقرأوا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور اس تصریح نزول ابن مریم کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول ابن مریم سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر قَبْلَ مَوْتِهٖ کا مرجع ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ ہی آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے اور قدرت ثانیہ کے چوتھے فرد کے فوت ہونے پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسیٰ ابن مریم ...... الخ اور اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو گذر چکا ہے تو اس لحاظ سے اس موقع پر بھی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونے پر اجماع صحابہ ثابت ہوا نہ کہ جیسا قادیانی مناظر نے زعم کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۲ ملتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ لفظ مسیح کے دو مصداق قرار دینا مرزا صاحب کی ساخت وپرداخت ہے۔ کسی اسلامی کتاب میں کسی امام، صحابی، اہل مذہب کا کوئی قول مؤید نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو علم حدیث اور اصول حدیث کی واقفیت نہ تھی ورنہ خود محدثین نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف حلیوں کی تطبیق دی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ آپ کی تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: کانه خرج من دیماس گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لئے اور کہہ دیا کہ ایک میں دو حلیے جمع نہیں ہو سکتے ہیں مگر بحکم۔ شعر

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد احمد کہ مجتبےٰ باشد

حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت محمد ﷺ کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے اور نیز صحیح بخاری جلد ص۴۸۹ میں ہے۔ حدثنا احمد قال سمعت ابراهیم عن ابیه قال لا والله ما قال النبی ﷺ بعیسیٰ احمر...... الخ اس سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ احمر اور آدم سے مراد ایک شخص ہے کیونکہ اگر احمر وآدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جا سکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنی۔ ۱۲ مرتب

میں چند احادیث لائے ہیں، جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگئے ہیں اور آنے والا ابن مریم اور ہے جو امّت محمدیہ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ پہلے وہ دو حدیثیں لائے ہیں:

۱...... عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ رأیت عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر. (بخاری جلد۲، ص۱۵۵، مطبوعہ مصر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ وعیسیٰ وابراہیم علیہما السلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ یہ تھا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں اور بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا ہے۔

۲...... عن نافع قال عبد اللہ ذکر النبی ﷺ وارانی اللیلة عند الکعبة فی المنام فإذا رجل آدم کاحسن مایریٰ من ادم الرجال تضرب لمته بین منکبیه وفی الحدیث الثانی فاذا رجل آدم سبط الشعر یقطر رأسه ماء واضعا یدیه علی منکبی رجلین یطوف بالبیت قلت من ھذا فقالوا المسیح ابن مریم. (الحدیث) آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا کہ ایک آدمی جو گندم گوں ہے اور بہت عمدہ رنگ ہے اس کے بال شانوں کے درمیان تک ہیں۔ کنگھی کئے ہوئے بالوں والا ہے۔ دوسری روایت میں جو اس کے ساتھ متصل آئی ہے یہ ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے سر کے بال سیدھے ہیں اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ مسیح سے آگے دجّال طواف کر رہا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو لاکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

یہ سمجھایا ہے یہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں اس پر دو دلیلیں دی ہیں۔ پہلی دلیل تو امام بخاری نے حلیتین سے دی ہے کہ ابن مریم علیہ السلام کے دو حلیے بتائے گئے ہیں۔ ایک میں سرخ رنگ دوسرے میں گندمی۔ ایک میں سیدھے بال دوسرے میں گھنگریالے بال۔ پس اختلاف حلیتین اس بات پر دال ہے کہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں ایک نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کے دو حلیے نہیں ہوسکتے۔ ہاں ایک نام دو شخصوں کا ہوسکتا ہے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ پہلے ابن مریم علیہ السلام یعنی مسیح ناصری کو تو معراج کی رات مُردوں کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسری حدیث میں جس میں ابن مریم علیہ السلام کا ذکر ہے اس کو آئندہ آنے والے دجال کے پیچھے۔ پس زندہ مُردوں میں نہیں جاسکتا اور مُردہ زندوں میں نہیں آسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں۔ معراج کی رات جسے دیکھا وہ اور ہے اور جس کو دجال کے پیچھے دیکھا وہ اور ہے۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وہ دو حدیثیں لاتے ہیں۔ ایک تو وہ حدیث جس میں فاقول کما قال عبد الصالح: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ اور دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ پہلی حدیث میں تو پہلے ابن مریم علیہ السلام کی جسے معراج کی رات میں دیکھا وفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور آیت کی بجائے حدیث پیش لائے ہیں اس لئے کہ حدیث بیان کرنے میں ایک مزید فائدہ تھا وہ یہ کہ علماء جو تَوَفَّيْتَنِيْ کے معنی رَفَعْتَنِیْ کے کرتے ہیں غلط ہیں۔ پس حدیث پیش کر کے بتادیا کہ تَوَفَّيْتَنِيْ کے معنی اَمَتَّنِیْ کے ہیں اور انہی معنوں میں مسیح نے استعمال کیا ہے جن معنوں میں کہ آنحضرت ﷺ نے۔ اور دوسری حدیث میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ وہ ابن مریم علیہ السلام جس کو آپ نے دجّال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا ہے اور جس کا کام اس حدیث سے پہلی حدیث میں کسرِ صلیب اور قتل خنزیر بتایا گیا ہے وہ تم میں سے پیدا ہوگا کہیں

باہر سے نہیں آئے گا بلکہ وہ امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔

پس[1] امامکم منکم ہی بتایا کہ وہ مسیح اسرائیلی جس کی وفات کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے وہ نہیں آئے گا بلکہ آنے والا مسیح اس امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ وہ مسیح آگیا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں (استغفر الله العظیم). اور آپ نے بآواز بلند پکار کر کہا

[2] چوں مرا نورے پے قوم مسیحی دادہ اند — مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
سوئے من اے بدگماں از بدگمانیہا مبیں — فتنہ ہا بنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند
میدرخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب — کور چشم آنانکہ در انکارم افتادہ اند
بشنوید اے طالباں کز غیب بکند ایں ندا — مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند
صادقم واز طرف مولیٰ بانشانہا آمدم — صدر علم وہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

پیارو! غور وفکر کرو، دیکھو یہود نے مسیح ناصری کے وقت کہا کہ جب تک ایلیا

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس حدیث یعنی کیف انتم اذ نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کا یہ جواب دیا ہے کہ وامامکم منکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے۔ کیف تہلک امۃ انا اوّلہا والمہدی وسطہا والمسیح اخرہا (مشکوٰۃ ص ۵۷۵)۔ ۱۲مرتب

[2] قادیانی مناظر عجیب لیاقت کا آدمی ہے کہ جا بجا مرزا صاحب کے اشعار پیش کرتا ہے۔ حالانکہ اسلامی مناظر جس کے مقابلہ پر یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں وہ مرزا صاحب کو مفتری اور حتمی سمجھتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو یہ نور بھی نرالا دیا گیا کیونکہ مرزا صاحب کے انوار کے چکار ہر طرف سے ایسے نمودار ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً صائب کہتا ہے۔

ارے خود غرض اوخود کام مرزا — ارے منحوس نا فرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو — رسول حق باستحکام مرزا
مسیح ومہدی موعود بنکر — بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصارے میں بآخر — مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے — ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس وقمر نے — ہوا حجت کا خوب اتمام مرزا
ڈبویا قادیاں کا نام تونے — کہیں کیا اے بدو بد نام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی — جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو — بظاہر اس میں ہے آرام مرزا

آسمان سے نہ آئے تب تک ہم تجھے نہیں مانیں گے۔ کیا کوئی ایلیا آسمان سے نہ اترآیا۔ مطابق حدیث السعید من وعظ بغیرہ نصیحت پکڑو اور ڈر جاؤ۔ اور اس بات پر مت زور دو کہ جس کی خرابی تم پر عیاں ہو چکی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہوا ہے کہ میری امت بھی یہود کا طریق اختیار کرے گی۔

مطابق شرط نمبر۲۔ ہم نے مذکورہ بالا پندرہ[1] دلائل وفات مسیح پر قرآن مجید وحدیث[2] صحیح سے لکھے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند انسان صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے اور معلوم کرسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔

دستخط : کرم داد از دولمیال

پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ

دستخط : جلال الدین شمس مولوی فاضل مناظر

منجانب جماعت احمدیہ از قادیان ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء

[1] پندرہ دلائل کو غور سے پڑھا اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے جو ان کی تردید کی ہے وہ بھی نہایت تدبر سے ذہن نشین کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کے طرز استدلال کو شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے تحت رد کر ایسا توڑا اور بے اصل ثابت کیا کہ قادیانی مناظر کی کسی دلیل کا طرز استدلال وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ثابت نہ کرسکا۔ بلکہ قادیانی مناظر نے جو قرآنی دس دلیلیں ذکر کی ہیں ان میں سے سوائے پہلی دلیل کے کسی دلیل میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہی نہیں۔ اور پہلی دلیل کے متعلق خود قادیانی مناظر نے تسلیم کیا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔ ۱۲مرتب

[2] قادیانی جماعت بڑے فخر سے یہ کہتی تھی کہ ہم وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام قرآن سے ثابت کرسکتے ہیں اور حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام پر ہمارے مخالف فریق کے پاس کوئی قرآنی دلیل نہیں بلکہ اگر پیش کرتے ہیں تو حدیث۔ اس مناظرہ میں ان کا یہ مصنوعی فخر بخوبی ٹوٹ گیا ہے اور قادیانی مناظر کو اپنے دلائل پر ایسی بے اعتباری اور بے اطمینانی تھی کہ اس نے زمرۂ دلائل میں چند ایسی احادیث بیان کردیں جن کا حال گذر چکا ہے اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے تحت میں رد کر حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو قرآن کریم سے ثابت کیا جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ اگر حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو حدیثوں سے تلاش کیا جائے تو فن حدیث اس مضمون سے لبریز ہے۔ ۱۲مرتب

۱۸،اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر دوم

تردید دلائل وفات مسیح علیہ السلام از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُبۡحَانَکَ لَاعِلۡمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ط

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ ط

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم — آسماں ثانی پہ ہے وہ محترم
وہ ابھی داخل نہیں اموات میں — ہے یہی مضمون ہیں آیات میں

میں نہایت[1] افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے کوئی دلیل قرآنی یا حدیثی پیش نہیں کی جس سے وفات ابنِ مریم علیہما السلام ثابت ہو۔

آپ قرآن کریم کے الفاظ میں غور کریں۔ آپ نے کوئی فقرہ ایسا پیش نہیں کیا جس سے بلحاظ الفاظ وقواعدِ عربیت وفات ابن مریم علیہما السلام ثابت ہو۔ مثلاً آیت وَاِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَ اَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ ...الخ کیونکہ اس کے لفظوں پر غور کرنے سے اتنا ہی ثابت ہوا کہ لَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ وعدہ اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے وقوع کا بیان ہے۔ اب اگر بلحاظ آیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِھَا وَالَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِھَا۔ تَوَفَّیۡتَنِیۡ سے اَنَمۡتَنِیۡ مراد لی جائے تو اس سوال وجواب میں زمانہ رقابت زیرِ تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیرِ بحث نہیں۔ اس لئے علم ہونا یا نہ ہونا

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے دلائل وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام اپنے زعم کے مطابق پیش کئے ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ وقواعد عربیت وفات ابن مریم علیہما السلام کو ثابت کرے۔ ۱۲ مرتب

دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں میں اپنی زیر نگرانی کہہ کر تثلیث پھیلاتے تھے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے میرا رفع جسمانی ہوا تو میری ذمہ داری اور رقابت ختم ہوچکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ اور اگر توفیتنی سے اَمَتَّنِیۡ مراد لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور اِذۡ استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡ اَعۡنَاقِھِمۡ اور مولوی نور الدین صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ''اور جب کہے گا اللہ'' (فصل الخطاب ص ۱۷۸)

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم علیہما السلام قیامت سے پہلے وفات پاچکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں اور ابن مریم علیہما السلام کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر تدبّر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہیں ہوگا بلکہ سوال صرف یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کہہ کر تثلیث پھیلائی تھی۔ چنانچہ وہ اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کیا۔ رہی زائد بات، اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید اس لئے خاموشی اختیار کرکے استظہار بالرحمۃ کریں گے۔ اور کہیں گے اِنۡ تُعَذِّبۡھُمۡ فَاِنَّھُمۡ عِبَادُکَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡلَھُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ اور فاقول کما قال العبد الصالح میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہٖ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو۔ اور قَالَ کا ماضی ہونا، اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن کریم میں وارد ہے وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ. وَاَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ. وَوُضِعَ الۡکِتَابُ. جِیۡٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ. قُضِیَ بَیۡنَھُمۡ. میں قَالَ بمعنی یقول[1] ہوسکتا ہے اور ایسا ہی آیت قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ

[1] رہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ سو گو بیان نکتہ کو اصل مقصود میں کوئی دخل نہیں مگر تبرعاً بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو اپنی حکایات بیان فرمائیں کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ آیت سن چکے تھے وَاِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰی ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ الی اِنۡ تُعَذِّبۡھُمۡ فَاِنَّھُمۡ عِبَادُکَ الآیۃ. پس مقتضا بلاغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کو بمنزلہ محکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر (جاری)

قَبْلِهِ الرُّسُلُ...... الخ۔ کیونکہ خَلَتْ کا معنی مَاتَتْ نہیں۔ دیکھو سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ اور دیکھو وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلاً۔ بلکہ خلو کے معنی نقل مکانی ہے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ یا زمانے کا گذرنا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِیْ الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ اور ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتا ہے اور جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہوسکتی ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور حضرت ابوبکر صدیق ص کی نظر اَفَاِنْ مَّاتَ...... الخ. پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقعہ پر یہ آیت بھی پڑھی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ اور ویسا ہی آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ قضیہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہوچکے ہوں اور نیز آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسا ہی آیت کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے جیسے کَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لست کا حدکم اور لست کہیئتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی اور ایسا ہی آیت وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ...... الخ۔ بلکہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور زکوٰۃ کے متعلق یہ جواب ہے کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی ہے جیسا وَحَنَانًا مِنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوةً اور نیز لِاَهَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّا قابل غور ہے اور اگر

(بقیہ) صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰ ﷺ نازل پہلے ہوچکے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا تو حضور ﷺ کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہوچکا ہے۔ اس لئے صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی اس کی نظیر ہے۔ قَالَ تعالیٰ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ (الانعام) یہ یقینی بات ہے کہ تکلم کے وقت کے اعتبار سے لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مستقبل ہے مگر باعتبار وقت لَا یَنْفَعُ کے ماضی تھا (اس لئے ماضی لائے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض جگہ تو مستقبل سے مستقبل کو بھی ماضی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قال تعالیٰ وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمَاهُمْ وَنَادَوْا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ (اعراف) اس میں یقیناً ندا بعد معرفت کے ہے۔ پھر یَعْرِفُوْنَ کو مستقبل لائے اور ندا جو اس مستقبل سے بھی مستقبل ہے اس کو ماضی سے تعبیر فرمایا۔ ۱۲ مرتب

زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد لیا جائے تو پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم علیہما السلام کا صاحب نصاب ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت کریں پھر ہم مصرف بتادیں گے اور ایسا ہی آیت: وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ...... الخ۔ کیونکہ عدم ذکر شی سے اس شی کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (براہین احمدیہ ص ۵۴۵) اور نیز لفظ وسیع اس سے پیشتر مذکور ہے۔ وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ اور ایسا ہی آیت۔ الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ اور آیت فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقر طبعی کے ہے مانند ملائکہ کی۔ اور نیز جعل تکوینی میں یہ لازم نہیں کہ مجعول الیہ لازم ہو۔ وَجَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ایسا ہی مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ...... الخ۔ کیونکہ بَعْدِیْ ہر دو صورتوں یعنی بعد الموت اور بعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو حدیث انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لا نبی بعدی بوقت غیوبت فرمائی گئی۔ اور ویسا ہی آیت وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَکِّسْهُ اور آیت وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ کیونکہ ہم ابن مریم کو ہمیشہ کیلئے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے اور ویسا ہی حال احادیث کا ہے۔ مثلاً لو کان موسی وعیسٰی حیّین ...... الخ۔ کیونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ مشکوٰۃ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ حدیث اس طرح ہے لو کان موسی حیًّا ما وسعه الاتباعی...... الخ۔ (رواہ احمد)۔ اور نیز بلحاظ شرط نمبر۲ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے غیر صحیح ہی اگر مانی جائے تو اس کا معنی بقرینہ تطبیق بین الاحادیث حیّین علی الارض ہوگا اور ایسا ہی حدیث ان عیسٰی ابن مریم عاش مائة وعشرین سنة کیونکہ بصورت صحت اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن مریم نے زمین پر یہ عرصہ گذارا کیا۔ عیش خوردنی وآنچہ بداں زیست نماند (منتہی الارب جلد۳، ۸۴۷) اور حدیث معراج کے متعلق یہ گذارش ہے کہ میرے مناظر صاحب نے معراج کی تمام

حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے :عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لمّا کان لیلة اسری برسول اللہ ﷺ لقی ابراهیم وموسی وعیسی فتذاکروا الساعة فبدأوا بابراهیم فسألوا عنها فلم یکن عنده منها علم ثم سألوا موسیٰ فلم یکن عنده منها علم فرد الحدیث الی عیسیٰ ابن مریم فقال قد عهد الیّ فیما دون وجبتها فاما وجبتها فلا یعلمها الا اللہ فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتله ...... الحدیث. اور روایت طبقات ابن سعد کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ بوجہ خصوصیت روح اللہ ہونے کے ابن مریم سے بالروح تعبیر کی گئی ہے اس کی تائید اسی طبقات ابن سعد میں ہے: یحیی عن ابن عباس وان اللہ رفعه بجسده وانه حیّ الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکاً ثم یموت کما یموت الناس.

ایسا ہی احادیث حلیہ کیونکہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم کا حلیہ تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں کانّه خرج من دیماس گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لئے۔ مگر بحکم ؎

منم مسیح زمان ومنم کلیمِ خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسے تسلیم کیا گیا ہے اور حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم میں امامکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے کیف تهلک امة انا

اولها والمهدی وسطها والمسیح اٰخرها (مشکوٰۃ)

دستخط :

مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط :

مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت ازگھوٹہ ضلع ملتان

----------☆☆☆☆☆----------

۱۸، اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر۲

تردید دلائل حیات مسیح علیہ السلام از جلال الدین صاحب

قادیانی مناظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پہلی دلیل حیات مسیح پر جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے۔ وہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ہے۔ اس آیت کے فقرہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے مفتی صاحب استدلال کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر بجسمہ العنصری زندہ اٹھائے گئے۔ اوراس بات کے ثبوت میں لفظ رفع کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لغت عرب میں رفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ آگے آپ نے مثالیں دی ہیں مگر میں مفتی صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ لغت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ لسان العرب میں لکھا ہے وفی اسما اللّٰہ الرافع الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد واولیاء ہ بالتقریب اس کے سوا اور کوئی معنی خدا تعالیٰ کے نام رافع کے نہیں جبکہ مفعول ذی روح انسان ہو اور رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو تو اسکے معنی سوائے تقریب اور اسعاد کے نہیں ہوتے

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بل رفعه الله الیه میں بلحاظ سیاق وسباق وبروئے قواعد عربیت ایسی رفع جسمانی مراد ہے جس کو اعزاز لازم ہے اور اعزاز بوجہ لازم ہونے کے معنی کنائی ہوں گے۔ اور فن بیان کا قانون ہے کہ معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں معاً مراد لئے جاسکتے ہیں۔ لان الکنایة مستعملة فی غیر ماوضعت له مع جواز ارادته (مطول بحث حقیقت ومجاز ۳۲۸) ۔۱۲مرتب

اور اگر ہوتے ہوں تو مفتی صاحب کوئی ایک مثال پیش کریں۔ پس مسیح کے لئے جو لفظ رفع کا استعمال ہوا ہے وہ اسی طریق پر ہوا ہے کہ اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس طریق پر ایسی مثالیں۲؎ بھی موجود ہیں کہ ان میں باوجود سماء کا لفظ ہونے کے بھی آسمان پر لے جانے کے معنی نہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَاءِ السَّابِقَةِ (کنزالعمال) کہ جب کوئی بندہ خاکساری کرتا ہے تو خدا تعالیٰ ساتویں آسمان تک اس کا رفع کرتا ہے اور اسی طرح حدیث میں آیا ہے: مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ اسی طرح قرآن مجید سے مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱...... وَلَوْشِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰکِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَی الارض.

۱؎ قادیانی مناظر نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو تو اس کے معنی سوائے تقرب اور اسعاد کے نہیں ہوتے بلکہ قادیانی مناظر نے ایک پرچہ کی تقریر میں یہ ظاہر کیا کہ اگر مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں کہ رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو اور معنی مراد سوائے تقرب اور اسعاد کے ہوں تو میں مفتی صاحب کو پچاس روپیہ انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں بعد ختم ہونے زور جوش قادیانی مناظر کے اس کی تردیدیوں کی کہ حدیث میں ہے ثُمَّ رفعتُ الی سدرة المنتهی (صحیح بخاری جلد۱ ص۵۴۹) دیکھو فقرہ میں رُفِعْتُ گو ماضی مجہول الفاعل لیکن مثل خُلِقْتُ میں خلق ایسا فعل ہے جس کا فاعل درحقیقت خدا تعالیٰ ہے۔ پس اس فقرہ میں رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے اور معنی مراد سدرة المنتهی پر اٹھائے جانا ہے۔ اگرچہ بطور کنایت اس رفع کو تقرب لازم ہے۔ اس موقع پر بعض فضلاء نے کہا کہ اب قادیانی مناظر سے پچاس ۵۰ روپیہ وصول کرو لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ میں قادیانی کا روپیہ لینا پسند نہیں کرتا۔ ۱۲مرتب

۲؎ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ لکھا ہے کہ بلحاظ سیاق وسباق وبروئے قواعد عربیت مجوزہ فریقین اس آیت کے فقرہ بل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسده العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوائے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضر نہیں کیونکہ عربی لفظوں کے لئے مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا اس مضمون کو پڑھ کر اور سن کر پھر ایسی مثالیں پیش کرنا اس کی کم علمی کا نتیجہ ہے۔ اور نیز ان مثالوں میں ایک بھی رفع الی اللہ کی مثال نہیں اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اسی طریق سے تردید کی ہے۔ ۱۲مرتب

۲...... فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ اور حدیث میں اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَاماً وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ (ابن ماجہ)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ رفع کا فاعل ہو اور مفعول کوئی انسان ہو جیسا کہ مسیح کے لئے وارد ہوا ہے تو اس کے معنی مع الجسم اٹھانا نہیں ہوتے۔

دوسری بات جو آپ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ اِلَیْہِ سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے مگر سوال[1] یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہر ایک جگہ ہے تو اس کی تعیین آپ کس قرینے سے کرتے ہیں کہ اس سے مراد ضرور آسمان ہی ہے اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے تو معلوم ہوا کہ اِلیٰ[2] انتہاء غایت کے لئے آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے۔ تو پھر

[1] قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔ بلکہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے جن کی شان میں لَایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ ۝ (تحریم) شہادت خداوندی ہے اس مضمون میں اسلامی مناظر نے آسمان کی تعیین کا قرینہ اور دلائل بیان کر دیئے ہیں اب قادیانی مناظر کا طلب قرینہ جہالت محضہ ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مکان ہے۔ جیسا کہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ رحمان من حیث الرحمانیت عرش پر مستوی ہے جیسا کہ حدیث قدسی اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ سے ظاہر ہے اور چونکہ رفع الی اللہ سے رفع الی السماء مراد ہونا مدلل ہو چکا ہے اس لئے بلحاظ اس امر کے کہ اِلیٰ انتہاء غایت کے لئے ہوتا ہے فقرہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کا یہ مقتضا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے ہیں نہ یہ کہ ساتویں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور پھر قادیانی مناظر نے جو مثال یعنی ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ اپنی تائید میں پیش کی ہے وہ مثال درحقیقت ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو رات کا شروع ہو تو اسی وقت روزہ افطار کیا جائے اور اس میں ہماری تائید ہے اور حسب تقریر قادیانی مناظر اس آیت کا یہ مطلب ہونا چاہئے کہ جب تمام رات گذر جائے تو اخیری جزو رات میں افطار کیا جائے وھو کما تریٰ۔ ۱۲ مرتب

کیوں یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ وہ ساتویں آسمان پر خدا تعالیٰ کے دائیں طرف بیٹھا ہے جو کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کیوں دوسرے اور تیسرے یا چوتھے آسمان پر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر مثال چاہیں تو ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ غور کر لیں اور نیز ہم بتا چکے ہیں کہ رافع کے معنی جبکہ خدا تعالیٰ فاعل ہو بجسمہ العنصری اٹھانا ہوتے ہی نہیں بلکہ رفع روحانی ہوتا ہے۔ تو آسمان وغیرہ کا جھگڑا ہی نہیں رہتا اور جو آپ نے مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی ہماری شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں۔ اور[1] حضرت مسیح موعود کی عبارتیں جو پیش کی گئی ہیں ان سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ رفع کے معنی بجسمہ العنصری زندہ اٹھا لینا مراد ہے بلکہ رفع روحانی جو دوسرے لفظوں میں تقرب کے معنی ہیں مراد ہے اور مرنے کے بعد روحوں کا علیین میں جانا رفع کے منافی نہیں۔ اور روح کا مرنے کے بعد آسمان پر جانا مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مطابق آیت وھو اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ زمین وآسمان میں ہے اس لئے مسیح علیہ السلام کا رفع زمین کی طرف بھی ہو اور آسمان کی طرف بھی۔ یعنی جسم چونکہ زمینی چیز تھی اس لئے وہ زمین میں چلا گیا اور روح چونکہ آسمانی چیز تھی وہ آسمان پر چلا گیا اور روح وجسم کے درمیان تفریق کا نام ہی موت ہے۔

[1] مطلق صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارتوں سے صرف یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رفع الی اللہ سے مراد مرزا صاحب کے نزدیک بھی آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے بَلْ کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا ان شاء اللہ شکست کھائے گا جیسا کہ قادیانی مناظر نے شکست کھائی ہے اور مرزا صاحب نے صراحۃً آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اور فقرہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ بلحاظ سیاق آیت وقواعد عربیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کو ثابت کرتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ زمینی چیز زمین میں چلی گئی اور آسمانی چیز آسمان میں چلی گئی۔ خیالی اور وہمی باتوں کے پیش کرنے کی وجہ سے دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ ۱۲ مرتب

اور پھر عجب بات یہ ہے کہ جیسے کہ جسم زمینی اور مادی چیز ہے اس کے اٹھانے والے بھی انسان ہیں اور روح چونکہ لطیف اور آسمانی چیز ہے۔ اس لئے اس کے اٹھانے والے اور لے جانے والے بھی فرشتے ہیں جو لطیف ہیں اور نظر نہیں آتے۔ اور آپ[1] کی یہ وجہ کہ چونکہ یہود جسم مع الروح کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں جسم مع الروح ہی مراد ہے، غلط ہے۔ کیونکہ قتل تو اخراج الروح من الجسد کا نام ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو ایک جگہ مراد ہو، دوسری جگہ ضمیر سے بھی وہی مراد ہو، یہ غلط ہے کہ جب دو ضمیروں کا مرجع ایک ہو تو ضروری ہے کہ ایک ہی حیثیت سے اس کی طرف دونوں ضمیریں پھیری جائیں۔ قرآن مجید میں اس کے برخلاف مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط اور اسی طرح اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کیونکہ اسی جسم اور روح کے ساتھ ہم خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے نہیں۔ اور عربی زبان[2] میں جائز ہے کہ ایک چیز کی طرف ضمیر اور معنوں کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیر دی جائے اور ایسا کرنے کا نام علم بدیع میں

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بَل ابطالیہ میں ضمیر صفت مبطلہ اور ضمیر صفت مثبتہ دونوں کا مرجع ایک شے بعینہٖ ہوگی اور وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ میں صفت مبطلہ اَمْوَاتٌ ہے اور صفت مثبتہ احیاء ہے اور ان دو صفتوں کے ضمیروں کا مرجع مَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بعینہٖ ہے نہ فقط مَنْ کیونکہ الموصول مالایتم جزء الا بصلة وعائدا یسے مغالطے اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو دیا کریں۔ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ میں پہلے تو بل ابطالیہ نہیں اس لئے یہ استشہاد مع الفارق ہے اور نیز یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ دونوں ضمیریں متکلم مع الغیر سے ایک شے بعینہٖ مراد ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ صنعت استخدام کے اختیار کرنے میں یہ ضروری ہے کہ مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ دیکھو علم البدیع هو علم يعرف به وجوه تحسين الكلام بعد رعاية المطابقة ووضوح الدلالة (مطول) اور نیز ایک مرجع بعینہٖ قرار دینے سے قرینہ مانع ہو جیسا کہ شعر

وسعی الغضا والساکنیه وان هم   شبوه بین جوانحی وضلوعی

پہلی ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری سے بقرینہ شبوہ آگ ہے اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں صنعت استخدام اختیار کرنا مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی ہے جیسا کہ پرچہ نمبر۱ میں مفصل گذر چکا ہے اور نیز اس آیت میں ایک بعینہٖ مرجع مراد لینے سے کوئی قرینہ مانع نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے کسی سے طوطے کی طرح صنعت استخدام کا قصہ پڑھ لیا ہے اور اصل ماہیت کا کچھ پتہ نہیں ورنہ اس آیت میں صنعت استخدام کا ذکر نہ کرتا۔ ۱۲ مرتب

صنعت استخدام ہے۔

چنانچہ مختصر معانی میں اس کی مثال شعر

فسقی الغضا والساکنیه وانهم   شبوه بین جوانحی وضلوعی

دی گئی ہے۔ پس اگر صرف رفع روحانی بھی لیا جائے تو عربی قواعد کی رو سے کوئی بھی اشکال لازم نہیں آتا مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جو اس کے معنی کرتے ہیں تو وہ مقرب کے کرتے ہیں۔ یہود کا مقصد قتل سے یہ تھا کہ وہ ثابت کریں کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہیں۔ کیونکہ استثناء ۲۱/۲۳ میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے وہ ملعون ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ملعون نہیں بلکہ میرا مقرب ہے۔

اور دوسری[1] وجہ کا یہ جواب ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکا کر قتل کر کے ملعون ثابت کر دیا مگر خدا تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کرتا ہے کہ انہوں نے ملعون

---

[1] قادیانی مناظر نے توریت باب ۲۱ وغیرہ کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور بل ابطالیہ اور قصر قلب کے مقتضاء پورا ہونے کی کوشش کی لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس کی دو طریق سے تردید کی۔ اول یہ کہ بلحاظ آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو قرآن کریم سے یہود کا وہ اعتقاد جس کی وَمَا قَتَلُوْهُ تردید ہے معلوم نہ ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے یہود کے اس اعتقاد کو ان لفظوں میں وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ قادیانی مناظر نے قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے متجاوز ہو کر تورات کے ساتھ جا کر پناہ لی جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے لیکن تورات محرف منسوخ شدہ کتاب نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی۔ کیونکہ تورات میں یہ نہیں کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے بلکہ تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استثناء باب ۲۱ ص۳۰۳) اور قرآن کریم میں ہے: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (مائدہ) پس اس سے واضح ہے کہ عند اللہ ملعون وغیر ملعون ہونے کا سبب صلاح و فساد ہے نہ قتل و صلب۔ قادیانی مناظر نے تورات کے پیش کرنے میں ایک تو دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کیا ہے اور دوسرا اس نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق کوئی جواب نہیں۔ ۱۲ مرتب

ثابت نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنا مقرب بنایا ہے۔ پس یہاں پر قصرِ قلب بھی مانیں تو ان کے خیالات میں ہوسکتا ہے۔ مخاطب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ملعون کیا۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا کہ وہ ملعون ہو بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔

اور تائید میں جو کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا[1] کو پیش کیا ہے وہ کسی طرح بھی مفتی صاحب کی تائید نہیں کرتا کیونکہ عزیز تو وہ ہوتا ہے جو غالب ہو۔ مگر مسیح کو آسمان پر لے جانے سے عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف ہونا؟ کیونکہ طاقتور غالب اپنی چیز کو مقابلہ کے وقت چھپایا نہیں کرتا۔ اور پھر اس سے تو اتنا ضعیف ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کو آسمان پر اٹھالیا۔ پھر بھی اسے فکر پڑی کہ کہیں یہودی آسمان پر بھی آکر مسیح علیہ السلام کو نہ لے جائیں۔ اس لئے اس کی بجائے مسیح کی شکل کسی اور کو دی تاکہ وہ اسے پھانسی پر لٹکا دیں۔ پس بتاؤ کہ اس طرح وہ عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف۔ بلکہ عزیز ہونا اس کا تب ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام تدبیریں کر گذریں مگر خدا تعالیٰ اس کو بچالے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت کیا مخالفوں نے آگ میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ اور اسی طرح حضور ﷺ کے متعلق فرمایا وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا...... الی لِیُخْرِجُوْکَ. انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا لیکن خدا تعالیٰ نے پھر ان پر غلبہ اور فتح عطا فرمائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کوئیں میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔ بس یہ عزیز ہونے کا ثبوت ہے۔ اور حَکِیْمٌ کہ وہ اس طرح اپنی حکمت سے دشمنوں کے پنجہ سے بچالیا کرتا ہے اور مطابق وعدہ کَتَبَ اللّٰہُ

[1] قادیانی مناظر کے یہ خیالی اور وہمی مضامین ہیں کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے مقدورات کو محدود و معدود سمجھ لیا ہے اور درحقیقت مطابق اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ کے مقدورات غیر محدود و غیر معدود ہیں۔ کسی کو یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا کہہ کر نجات دیتا ہے اور کسی کو ہجرت کا حکم دے کر غلبہ دیتا ہے اور کسی کو دریا سے پار اتار کر اور اس کے دشمن کو غرق کر کے نجات عطا کرتا ہے اور کسی کو بوقت حملہ دشمنان آسمان پر اٹھا کر محفوظ کرتا ہے اور اس کے دشمنوں میں سے ایک شخص پر اس کی شکل ڈال کر باقی دشمنوں سے اس کو قتل کراتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ سب کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا کے نتائج ہیں۔۱۲

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ رسولوں کو دنیا میں غلبہ دیتا ہے اور جو حکمت[1] آپ نے بیان فرمائی ہے اہل علم تو ضرور اس کی داد دیں گے۔ جناب مفتی صاحب! اگر مسیح کی پیدائش کلمہ کُنْ اور نفخ روح سے ہوئی تو کیا باقی آدمیوں کی پیدائش نفخ روح سے نہیں ہوا کرتی؟ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ فیرسل اللّٰہ المَلَک فینفخ فیہ اور ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ میں ہر انسان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نفخ روح ہوتا ہے اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کو کامل خدا تسلیم کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں تو خدا تعالیٰ نے خود روح پھونکی۔ جیسا کہ فرمایا وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ دیکھئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَاللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ ۔ مسیح علیہ السلام کی پیدائش کو کوئی عجیب قسم کی پیدائش خیال نہ کرو۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف غور کر کے سمجھ لو کہ اس کی پیدائش میں اس سے بڑھ کر کونسی بات پائی جاتی ہے۔

پھر[2] آپ نے حدیث پیش کی ہے، اور اس میں ایک تو لفظ نزول سے استدلال کیا ہے مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے ظاہر طور پر مع الجسم اترنا ہی مراد نہیں ہوتا۔ دیکھو قرآن مجید سے اس کی مثالیں:

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بلحاظ فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا اور بلحاظ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا (مریم) کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت میں ایک خصوصیت ہے جس کی وجہ سے ان کو فرشتوں کے ساتھ ایک خاص تشابہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حَکِیْمًا فرما کر یہ اشارہ کیا کہ حکمت ایزدی کا یہی اقتضا ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب فطرت جگہ دی جائے۔۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ لکھا ہے اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی فرود آمدن مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مضر نہیں...... الخ. قادیانی مناظر کی عجیب لیاقت ہے کہ جن مضامین کی تردید میرے پرچہ نمبر۱ میں موجود ہے۔ ان مضامین کو اس نے پھر بھی درج کر دیا ہے۔ دیکھو مثلاً اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ وغیرہ میں بقرینہ الحدید معنی پیدا ہونے کے لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھرودتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین. (مسلم ص۴۰۰) کے معنی استغفر اللہ یہ ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے اول تو یہ مطلب کیسا مہمل ہے۔ پھر افسوس کہ مرزا صاحب مدعی مسیحیت میں یہ صفت بھی نہیں پائی جاتی۔۱۲ مرتب

اِنَّ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ط اور اَنْزَلَ اِلَیْکُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَةَ اَزْوَاجٍ اور قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْراً رَّسُوْلاً۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًااور اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ.

اوراس احدیث کے ظاہری معنی کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتے۔ایک تو اس لئے کہ کون بے غیرت مسلمان ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قبر کو کھودے جبکہ کوئی اپنے باپ کی قبر کو بھی کھودنا گوارا نہیں کرتا۔اور مِنْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ اور مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ بتارہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام آپ کے ساتھ دفن ہوگا۔اور حضرت ۲ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مؤطا امام مالک میں حدیث ہے کہ آپ نے اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ کہ چار۔اور فتح الباری

ا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قبر سے مراد گورستان ہے اور یہ اعتراض جو قادیانی مناظر نے کیا ہے یہ تو نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر۔۱۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید کی ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب کی صحیح تعبیر نہیں سمجھی۔اور صحیح تعبیر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہانے خواب میں اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ آفتاب۔اور آنحضرت ﷺ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالی سے بلاواسطہ مستنیر و مستفیض ہیں بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت مسیح مجدد وقت ہونے اور آنحضرت ﷺ کے تابع ہونے اور آپ کے نور سے مستنیر ہونے کی وجہ سے آپ کے مقابلہ میں بمنزلہ چاند کے ہیں وبیان جمیع ذالک جرم القمر فی نفسه کمدار زق مظلم غیر نورانی کثیف صقیل انما یستضیء بضیاء الشمس (شرح چغمینی ص۹۰) چونکہ آنحضرت ﷺ چاند ہی نہیں بلکہ آفتاب اور دو چاند یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ میں ہوچکی ہیں اس لئے تیسرا چاند یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہونی اور ان کا اس حجرہ میں مدفون ہونا باقی ہے۔اور نیز اگر آنحضرت ﷺ چاند کی صورت میں دکھائی دیتے تو آپ کے دفن کے وقت یہ حدیث کیوں پیش کی جاتی کہ انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔پس معلوم ہوا کہ خواب کا جائے ظہور نہ مرزائیوں کو سمجھ آیا ہے اور نہ خود مرزا صاحب کو

گر ہمیں مکتب است ایں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

اور نقشہ قبور کا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور نیز قادیانی مناظر کا یہ کہنا قابل اعتبار نہیں کیونکہ مرزا صاحب کو مدینہ طیبہ میں جانا نصیب ہوا اور نہ ہی مرزائیوں کو۔اور حدیث انا اول من تنشق عنه الارض اور حدیث فاقوم انا وعیسی ابن مریم ...... الخ میں تعارض نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی قبر پہلے منشق ہوگی اور پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بھی اسی گورستان سے مبعوث ہوں گے۔۱۲ مرتب

میں لکھا ہے:قول عائشة فی قصة عمر " کنت اریده ولاوثرنه الیوم علی نفسی،، یدل علی انه لم یبقی الا موضع قبر واحد پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد وہاں اور قبر کی جگہ نہیں۔اور نقشہ قبور پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کی قبروں کے درمیان ان کی قبر نہیں ہوسکتی۔پھر آنحضرت ﷺ کی فضیلت کہ: انا سید ولد ادم واول من تنشق عنه الارض (ابوداؤد) باطل ہوجاتی ہے۔

اور آپ ا کی یہ تقریر کہ علمائے بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔

یہ تقریر تو آپ نے مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کردی مگر کاش! آپ نے ''کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا'' بھی پڑھ لیا ہوتا۔

سنئے ۲ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہوسکتی ہے۔دیکھئے نہایہ ابن اثیر میں جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ کے ماتحت لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ

ا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ ''کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا'' مرزا صاحب یا اس کے کسی مرید کی تحریر ہے اور مرزا صاحب یا اس کے مرید کی تحریر قادیانی مناظر میرے مقابلہ میں نہیں پیش کرسکتا کیونکہ میں مرزا صاحب کو مفتری و متنبی اعتقاد کرتا ہوں۔اور نیز مرزا صاحب کی تحریر پیش کرنی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔اور اسلامی مناظر نے فن بیان کا قانون پیش کیا ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متعذر ہو تو اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کردی،ایک نہایت جاہلانہ جواب ہے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ قانون بیان کرنا اس بات کا موجب نہیں کہ یہ قانون قابل اعتبار نہ رہے۔۱۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح تردید کی ہے کہ فن بیان میں ہے: اما المجاز المفرد فهو الکلمة المستعملة فی غیرما وضعت له فی اصطلاح به التخاطب علی وجه یصح مع قرینة عدم ارادته ای ارادة ماوضعت له (مطول ص۳۲۸) اس تعریف مجاز سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حقیقت اور مجاز مطلقاً جمع نہیں ہوسکتے نہ پیشگوئیوں میں اور نہ غیر پیشگوئیوں میں۔تو قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہوسکتے ہیں نری جہالت ہے۔اور ابن اثیر اور قسطلانی کی تحریر کو پیش کرنا ایک تو دونوں شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور دوسرا ان کی تحریر کا مطلب ہے کہ حقیقت مراد ہے اور اگر حقیقت کا مراد لینا متعذر ہو تو مجاز مراد ہوسکتی ہے۔۱۲ مرتب

وہ حقیقی طور پر بندر بن گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ مجازی طور پر ان کو بندر اور سؤر کہا گیا ہو۔ اور پھر (قسطلانی جلد۵، ص ۴۹۹) میں یکسر الصّلیب کے معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حقیقۃً کسر صلیب بھی ہوسکتی ہے اور عقیدۂ صلیبی بھی مراد ہوسکتا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے ہی لوگ ہوتے تو پیشگوئی اَسرعُکنّ لحوقًا بی اَطْولکن یداً کو جھٹلا دیتے اور کہہ دیتے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، کیونکہ حقیقت متعذر نہیں تھی۔

حضرت مسیح[1] موعود علیہ السلام کی عبارت کا آپ مطلب نہیں سمجھے۔ آپ یہ نہیں مانتے کہ حقیقی طور پر وہی مسیح ناصری دنیا میں واپس آئے گا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفًا والہامًا وعقلاً وفرقاناً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے اترتا ہوئے دیکھیں گے۔ سو اس بات پر ضدّ کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائیں گے کہ جب مسیح علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتا ہوا مشاہدہ کریں گے ایک خطرناک ضدّ ہے اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔ (ازالہ ص ۲۰۰) پھر ص ۴۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور فرمائیے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اترے گا''۔

حضرت[2] خلیفۃ المسیح اول کا جو قول پیش کیا گیا ہے اس میں محض لوگوں کو دھوکا دیا

[1] مرزا صاحب کی یہ عبارت ہے۔ ''بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۹۸) قانون فن بیان اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان اور ملحوظیت دو شرطین مذکورین نے قادیانی مناظر کو عاجز کر دیا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نورالدین صاحب کا فقرہ ''ہر جگہ'' آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ الاعتبار لعموم اللفظ لالخصوص المورد چونکہ اسباب حقہ اور موجبات قویہ حقیقت کے مراد ہونے کو چاہتے ہیں اس لئے حقیقت مراد ہوگی اور مجاز مراد نہیں لیجا سکتی۔ ۱۲ مرتب

گیا ہے دیکھئے ''ہر جگہ استعارات وغیرہ نہیں لینے چاہئیں۔'' ہر جگہ سے مراد آپ نے عبادات اور تمدّن اور معاشرت کے مسائل کو لیا ہے (ضمیمہ ازالہ اوہام) اور پیشگوئیوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''مگر جو کچھ پیشگوئیوں میں مذکور ہے اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے مکاشفات اور رؤیائے صالحہ میں نظر آتا ہے وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے...... پس ایسے موقعہ پر علوم ضروریہ یقینیہ الہامات صادقہ ومشاہدات وحقائق نفس الامریہ اور قواعد شرعیہ ان نصوص کو لامحالہ ظاہر سے اور معنوں کی طرف لے جائیں گے۔'' اور مسئلہ متنازعہ فیہ کے متعلق فرماتے ہیں اور ''یاد رکھو کہ مجھ ہیچ میرز کو آگاہ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قصہ بدوں کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ ومجاز کے کسی قوم نے تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو۔ نمونہ کے طور پر دیکھ لو کہ ہمارے اکثر مفسرین حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ میں کیا کچھ ہیر پھیر نہیں کرتے۔'' اب معاملہ صاف ہے، پس حضرت خلیفۃ المسیح اول کا قول ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں۔ اور یہ آپ نے خلاف شرط کیا ہے۔

ہم نے دوسرے[1] آئمہ کے حوالجات موت مسیح کے متعلق مثلاً یہ کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کسی طرح سے ذکر کرنا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور پھر ان آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر قادیانی مناظر کو مفید بھی نہیں بلکہ مضر۔ کیونکہ امام الائمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسٰی علیہ السلام من السّمَاء وسائر علامات یوم القیٰمۃ علی ماوردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن (فقہ اکبر) اور یہی مذہب ہے کل آئمہ شافعیہ کا یعنی سب اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہٖ نہ بمثیلہٖ کے نزول پر متفق ہیں چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔ اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے، چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے ''فواکہ دوانی'' میں تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اشراط ساعت سے ہے۔ ۱۲ مرتب

وفات کے قائل ہیں، پیش نہیں کئے لیکن آپ نے خلاف شرائط بہت سی باتیں پیش کی ہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ خلفاء مسیح موعود کی بتائی ہوئی نیک بات یا ان کے عقائد کے خلاف ہمارے عقائد ہیں یا ان کی واجب الاتباع بات ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہرگز نہیں۔

پھر[1] جناب والا کو معلوم رہے کہ وفات مسیح علیہ السلام ماننے سے عیسائیت کو تقویت نہیں پہنچتی بلکہ اس کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح تھوڑی سی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔ اور آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اور تفسیروں میں ایسے کئی اقوال موجود ہیں کہ چند گھنٹے مسیح نے وفات پائی اور پھر وہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔

سنئے[2] جناب! اس عقیدہ کو ماننے سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے افضل ماننا پڑتا ہے۔ اور عیسائیوں کی تائید ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جتنی کسی کو پیاری اور محبوب چیز ہو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر تکلیفوں کے وقت مسیح کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور آنحضرت[3] ﷺ کو زمین پر چھوڑا۔ آپ نے پتھر کھائے، ایڑیوں سے خون بہا، دو دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کو آپ علیہ السلام سے زیادہ محبوب ہے دوسرے اس کو اعلیٰ مقام پر پہنچایا گیا اور اپنے پاس[4] بٹھایا اور آنحضرت ﷺ کو

---

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام مذہب اسلام کے نامناسب اور ناظرین کو غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ قادیانی مناظر نے یہاں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اُٹھا لیا گیا تو اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک موت اور معبودیت میں منافات نہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تسلیم کی جائے تو عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کے یہ وجوہات بروئے قرآن کریم و حدیث نہیں بلکہ خیالی اور وہمی ڈھکوسلے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بروئے قرآن کریم اور حدیث آنحضرت ﷺ کا مدفون ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے افضل ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال اُلوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ (جاری)

زمین پر سلایا۔ بتاؤ ان میں سے افضل کون ہوا۔ تیسرے آپ نے مانا کہ مسیح کی پیدائش میں

الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ الآیۃ (بقرہ پ ۱) اس آیت میں خداوند کریم نے انسان کو عبادت کا امر فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور ربکم کہہ کر اپنی صفت بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ میری صفتِ ربوبیت یعنی کمال تک پہنچانا اس وقت کام کرتی ہے جب انسان اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگ جاتا ہے اور پھر اپنی چند صفات بیان کر کے اخیر میں صفت وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے بوجہ پست ہونے کے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں گرا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بلند سے بلند ہستی ہے رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے اور انسان اس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے اسی قدر زیادہ عند اللہ مقرب ہوتا ہے اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُلوہیت میں لاشریک لہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمالِ عبودیت میں لاشریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی کی ہے۔ دیکھو سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ اور فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی اور تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ میں باوجود مقامات اعزاز ہونے کے خدا تعالیٰ نے عبد کی اضافت اپنی طرف کر کے سمجھا دیا کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا بلکہ ترقی ہوئی ہے ورنہ میں اپنی طرف اضافت نہ کرتا۔ اور اسی کمال عبودیت کا نتیجہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین بلکہ افضل الملائکۃ المقربین ہیں اور آنحضرت ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الٰہی اور رفعت درجات میں بدرجہا فوقیت ہے اور اسی کمال عبودیت کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آنحضرت ﷺ کا ایسا رنگ رہے جو عبودیت کے مناسب ہو یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیاتی زمین پر بسر کی اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔

فلک افلاک پر قرباں زمیں پر نازنیں صدقے ۔ جہاں کے خوبرو قرباں زمانہ کے حسیں صدقے
زماں قرباں زمیں صدقے مکاں قرباں مکیں صدقے ۔ میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدقے
تیری انکساری پہ الٰہ العالمین صدقے ۔ اور حدیث میں ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ

۱۲ مرتب

۲ یہ وہمی ڈھکوسلے ہیں قرآن کریم کا تو یہ ارشاد ہے وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اور بلحاظ آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا (جزو ۲۱) آنحضرت ﷺ اسوۂ حسنہ کاملہ ہیں اس لئے حکمت ایزدی کا یہ اقتضاء ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر تمام انبیاء سے سخت ترین مصائب نازل کی جائیں تاکہ صبر کا ظہور بھی بے نظیر رنگ میں ہو۔ ۱۲ مرتب

۳ اس عبارت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کا خدا کے مکین ہونے کا اعتقاد ہے حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے۔ ۱۲ مرتب

زمینیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا آسمان پر جانا صحیح ہوا۔ مگر بتایئے کہ آنحضرت ﷺ جو آسمان پر نہ گئے اس لئے ان میں زمین کا دخل ہو۔ چوتھے وہ دو ہزار برس سے بغیر کھانے پینے کے زندہ اور پھر اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا کام اچھا رہا ہو اس کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے وہ افضل ہیں اور ان میں روحانیت اور قدوسیت زیادہ ہے اس لئے ان کا دوبارہ بھیجا جانا تجویز کیا گیا۔ پانچویں وہ اپنے آسمان پر جانے اور ہزاروں برس زندہ رہنے اور پیدائش میں زمینیت سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام بنی آدم سے نرالے ہیں۔ بتاؤ یہ عقائد صلیبی عقائد کی تائید کرتے ہیں یا ہمارے عقائد کی کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ سچ ہے۔

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند ۔۔۔ مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را
زبوئے نافۂ عرفاں چو محرومِ ازل بودند ۔۔۔ پسندیدند در شانِ شہِ خلق ایں مذلّت را
ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند ۔۔۔ دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

پس وفات ماننے سے صلیبی عقائد پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اس کی حیات ماننے سے اسے پورا خدا مان لینا پڑتا ہے۔

دوسری دلیل

آپ نے اس آیت میں ایک تو لَيُؤْمِنَنَّ پر زور دیا ہے کہ اس کے معنی سوائے استقبال کے ہو ہی نہیں سکتے۔ آپ دعوی سے فرماتے ہیں کہ ''تمام محاورات قرآن وحدیث اس کی شہادت دیتے ہیں۔'' فی الحال میں آپ کے اس دعوی کو توڑنے کے لئے دو مثالیں پیش کرتا ہوں غور سے پڑھیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

۱ ایسے اشعار اسلامی مناظر کے مقابلہ پر پیش کرنے جن کے شاعر کو وہ مفتری سمجھتا ہے کمال درجہ کی جہالت ہے۔ ۱۲ مرتب

وَاِنَّ مِنْكُمْ ۱ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

اس کے معنی بھی وہی پیش کرتا ہوں جو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے کئے۔ ''اور تحقیق بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں نکلنے میں۔ پس اگر پہنچ جاتی ہے تم کو مصیبت کہتا ہے تحقیق احسان کیا اللہ نے اوپر میرے جس وقت کہ نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر۔ اور اگر پہنچ جاتا ہے تم کو فضل خدا کی طرف سے۔ البتہ کہتا ہے کہ گویا نہ تھی درمیان تمہارے اور درمیان اس کے دوستی۔'' پھر آیت وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں استمرار کے معنی ہیں، خالص استقبال کے لئے نہیں۔

اور خلیفہ۲ اول کا جو قول آپ نے پیش کیا ہے وہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس جماعت میں شامل نہیں تھے اور ان معنوں پر مجھے مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ وغیرہ میں بھی بلحاظ قاعدہ نحوی اتفاقی جو ہم نے پیش کیا ہے استقبال ہی مراد ہے آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول لام تاکید و نون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور کبھی خلاف واقع امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہی حال لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کا ہے کیونکہ ہر تقریر تسلیم استمرار استقبالی مراد ہوگا اور قادیانی مناظر نے جو قرآن کریم کا اس موقعہ پر فقرہ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ پیش کیا ہے اس سے بھی اس کی جہالت ٹپکتی ہے کیونکہ ایک تو لَيَقُوْلَنَّ پر لام تاکید اور نون ثقیلہ داخل ہے اور دوسرا شرط پر حرف اِنْ داخل ہے جو نیز استقبال کیلئے آتا ہے۔ فلن للاستقبال و ان دخلت علی الماضی (کافیہ ابن حاجب) کیا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کے طریق پر مباحثہ کرنا اسی کا نام ہے۔ ۱۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نورالدین وہ شخص ہے جس کی مرزا صاحب نے جو آپ کے ناظر ہیں توثیق کی ہے اور توثیق کے بعد بھی مولوی نورالدین صاحب نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ ۱۲ مرتب

۱...... کیا وجہ ہے کہ جب مجاہد اور ابن عباسؓ جیسے بزرگ تابعی اور صحابی نے قَبْلَ مَوْتِہٖ سے کتابی کی موت مراد لی ہے وہ صحیح نہیں، وجہ بیان کریں۔ اور لکھا ہے کہ کوئی یہودی نہیں مرتا مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتا ہے اس روایت سے تفسیریں بھری پڑی ہیں۔ اور ایسے ایمان کے لئے مسیح کی زندگی کی ضرورت نہیں۔

۲...... قَبْلَ مَوْتِهِمْ ۲ کی قراءت آپ کے معنوں کی تردید کرتی ہے۔

آپ کہتے ہیں شاذہ قراءت قراء کی ہے۔ معلوم ہے یہ کس شخص نے روایت کی ہے۔ یہ ابی کی روایت جو عالم بالقرآن تھا اور آنحضرت ﷺ اس سے قرآن سنا کرتے تھے۔ بہرحال قراءت شاذہ لغو اور متروک نہیں ہوسکتی۔ وہ قراءت مشہورہ کی تفسیر ہوا کرتی ہے۔

۳...... یہ معنی ۳ کہ سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔

آیت وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ مجاہد تابعی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں تابعی کا قول پیش کرنا شرط نمبر۲ سے تجاوز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق قادیانی جماعت کا حال مانند اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ہے ورنہ ہم اور قادیانی جماعت مانحن فیہ میں حضرت ابن عباسؓ کے قول پر فیصلہ کریں۔ عن ابن عباسؓ وان اللّٰہ رفعه بجسده وانه حی الآن وسيرجع الی الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس (طبقات ابن سعد جلد۱، ص۲۶) یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری اُٹھالیا ہے اور وہ اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پھر بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور مَوْتِہٖ قراءۃ متواترہ ہے جس کا قراءۃ شاذہ مقابلہ نہیں کرسکتی اور قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس ہے کہ جن باتوں کا مکمل طور پر جواب پرچہ نمبر۱ میں درج ہے۔ اس سے چشم پوشی کرکے پھر بھی طوطے کی طرح سیکھی ہوئی بات پیش کی جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

۳؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ...... الخ میں اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ جاعل الذین کے متعلق نہیں بلکہ بروئے قواعد عربیت ہر چہار واقعات مسیحیہ کے متعلق ہے۔ اور اگر اسی کے متعلق ہو تو بھی مضر نہیں۔ کیونکہ فوقیت اور غلبہ کا کمال اسی صورت میں ہے کہ کفر معدوم ہوجائے جیسا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ اس آیت کا مرزا صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک دین پر غالب کردے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔ اور ممکن نہیں (جاری)

[illegible] اَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ مسیح کے [illegible] اور منکرین دونوں قیامت تک رہیں گے۔

[illegible] سیاق اسباق کے خلاف ہے۔ کیونکہ پہلے اس کے فرمایا فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا کہ یہودی ایسے شریر ہیں کہ ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لائیں گے۔ اور پھر کہہ دیا کہ سب ہی ایمان لے آئیں گے۔

[illegible] یہ معنی عبارۃ النص کے بھی خلاف ہیں کیونکہ یہاں یہودیوں کی شرارتوں کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اور یہ ان کی شرارتیں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس کے آگے بھی ان کی شرارتوں کا بیان ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے شرارت بیان کرکے پھر اس کی تعریف کرکے پھر کہہ [illegible] کہ یہ بڑا بدمعاش ہے۔ بتاؤ یہ طریق کلام شریفوں کا ہوا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بھی ان کی شرارت ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے بتادیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔ یہ اہل کتاب مانتے رہیں گے کہ ہم نے اسے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا ہے کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو ان کا مذہب باطل ہوتا ہے۔ ان میں سے جو نیک تھے ان کا آگے لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ میں [illegible] کے لفظ سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

[illegible] اور اگر ۲ خدانخواستہ اہل کتاب نے سمجھ لیا کہ ہم نہیں مانتے تو خدا تعالیٰ کو بھی [illegible] پڑ جائے گی۔ کیونکہ اگر وہ مارتا ہے تو اس آیت کے خلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کا مرنا

[illegible] کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے [illegible] غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا (چشمہ معرفت ص۸۳،۸۲)۔ پس آیت اَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ [illegible] مراد طول زمان ہے ورنہ یہ آیت اور آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ...... الخ متعارض ہوں گی۔ ۱۲ مرتب

[illegible] نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں جو آیت وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ...... الخ اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا [illegible] قَبْلَ مَوْتِهٖ کے درمیان ارتباط بیان کیا ہے۔ اس مضمون ارتباط میں غور کرنے سے یہ اعتراضات وارد نہیں [illegible] قادیانی مناظر کا ان اعتراضات کو درج کرنا کم علمی کا نتیجہ ہے۔ ۱۲ مرتب

[illegible] قرآن کریم کے ساتھ استہزاء ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۱۲ مرتب

اور اہل کتاب کا مرنا ان کے ایمان لانے پر موقوف ہے۔

اور جو[1] استشہاد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیش کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ان کا دوسرا استشہاد کہ مَامِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّیْطَانُ وَقْتَ وِلَادَتِهٖ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا عِیْسٰی پر آیت فاقرء وا ان شئتم: اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مسِ شیطان کا وقت ولادت کا ذکر ہے اور حضرت مریم کی والدہ نے جو دعا کی تھی تو وہ ان کی پیدائش کے بعد کی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسِ شیطان سے محفوظ رہنے کا باعث مندرجہ بالا دعا قرار دینا بالکل غلط ہے اور اصول والوں نے لکھا ہے ''القسم الثانی من الرّواۃ هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوىٰ کابی هریرة وانس ابن مالک'' ملاحظہ ہو اصول الشاشی۔ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ استشہاد صحیح نہیں اور اسی آیت کے ماتحت نووی میں لکھا ہے کہ اکثر علماء نے موتہ کا مرجع کتابی کو ٹھہرایا ہے اور جو حدیث ہے اس میں مجاز ہی مجاز مراد ہے۔ اول تو اس کا راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو حقیقی معنوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہے۔ اور اسی طرح منکم ، انتم ، فیکم

[1] صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو بچھائے گا پس وہ نہ بھولے گا اس بات کو جو میرے سے سنی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان فرماتے رہے پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چسپاں کر لیا اس کے بعد جو حدیث میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اس کو بھولا نہیں۔ سبحان اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو ایسا جلیل القدر صحابی ہے محض اس وجہ سے کہ اس کی روایت قادیانی مناظر کے مخالف ہے اعتراض کئے جاتے ہیں اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں عجیب لیاقت ہے، اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں حقیقت ومجاز کا قانون بیانی بیان کر کے اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان حقیقت ظاہر کر کے ایسی حدیثوں سے مجازات مراد لینے کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں مجازات مراد ہیں یہ محض دعوے بلا دلیل ہے اور دونوں شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲ مرتب

اہلکم میں تکُم کے حقیقی مخاطب صحابہ ہیں اور مجازی طور پر ہم۔ اور اسی طرح ابن مریم بھی حقیقی نہیں بلکہ مجازی مراد ہے۔

[1] اور جو آپ نے براہین احمدیہ سے عبارت پیش کی ہے وہ خلاف شرائط ہے کیونکہ وہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی ہے۔ مگر پھر بھی میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ ''اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تا کہ میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ رہے۔ وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود علم غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خداتعالیٰ خود نہ سمجھادے۔'' (کشتی نوح ص۴۷) پس جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے قابل استناد نہیں مانتے۔ اور اصولی طور پر بھی قابل استناد نہیں۔ کیونکہ استصحاب[2] یعنی اِلَّا بقاءُ ماکان علیه حجت نہیں ہوتا۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ اسے پیش کرے۔

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ براہین احمدیہ کی عبارت کو پیش کرنا خلاف شرائط نہیں کیونکہ مرزا صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں معلوم نہیں یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر وباطن متولی خدا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں براہین احمدیہ کی یہ عبارت پیش کر کے یہ لکھا ہے کہ میں نے اس عبارت کو بطور الزام نہیں پیش کیا بلکہ یہ جتلاتا ہے کہ ان دنوں مرزا صاحب کو الہام ومجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل ودماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا اور قادیانی مناظر مرزا صاحب کا کوئی قول ہمارے مقابلہ پر پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم بوجہ اس اعتقاد کے کہ مرزا صاحب مفتری ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو عقیدہ براہین احمدیہ میں ظاہر کیا ہے وہ نیک نیتی سے ہے اور جو دعاوی بعد میں کئے ہیں وہ بوجہ لالچ وطمع نفسانی کے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] استصحاب کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲ مرتب

اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص فَوَلِّ[1] وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ کے نزول کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو بطور سند پیش کر کے کہے کہ آپ اس لئے رسول آخر الزمان نہیں ہیں کہ اس کا قبلہ مکہ ہونا تھا۔ اور آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اسی طرح[2] امام ربانی مجدد الف ثانی کے متعلق روضۃ القیومیہ ص۸۰ میں لکھا ہے۔

مکتوب ص۲۰۶ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ ’’میں نے جو معارف توحید وجودی وغیرہ کے بارے میں لکھے ہیں وہ محض عدم اطلاع سے لکھے گئے ہیں جب مجھے کام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا گیا اس پر شرمندہ اور مستغفر ہوا۔‘‘

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعوٰی مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ فافہم

دستخط :

قادیانی مناظر جلال الدین صاحب

دستخط :

کرمداد والمیال۔ پریذیڈنٹ

دستخط :

شمس مولوی فاضل

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مسئلہ حیات مسیح ابن مریم اعتقادیات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے۔ اور نیز تحویل قبلہ والا معاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہے جس کو سب اہل اسلام نبی برحق اعتقاد کرتے ہیں۔ اور پہلے حیات مسیح ابن مریم کا قول کرنا اور پھر وفات کا قول کرنا۔ یہ مرزا صاحب کے ذریعہ ہے جن کو تمام اہل اسلام مفتری اعتقاد کرتے ہیں۔ ۱۲مرتب

[2] امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲مرتب

۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء　　　　پرچہ نمبر۳

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

وقت تحریر پرچہ ایک گھنٹہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

۱..... آپ نے لکھا ہے ’’وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون تمیں آیات میں۔‘‘ آپ تمیں[1] آیات ہی نقل کر دیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہیں مُردوں میں شامل نہیں۔ اگر آیات نہیں لکھ سکتے تو صرف پارہ، سورۃ، رکوع وغیرہ ہی لکھ دیں۔

۲..... آپ[2] مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں کی۔ مگر بعد میں پھر خود ہی میرے دلائل پیش کردہ کی تردید بھی کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح علیہ السلام پر پیش نہیں کی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

۳..... آپ[3] فرماتے ہیں کہ: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے مراد اَنْمْتَنِيْ ہے۔ قرآن شریف کہتا

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن کریم سے وفات ابن مریم ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن کریم سے حیات مسیح ابن مریم علیہما السلام ثابت ہے اور کوئی قرآنی آیت حیات کے خلاف نہیں۔ ۱۲مرتب

[2] اگر قادیانی مناظر اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر۲ کا مطلب سمجھتا تو یہ اعتراض نہ کرتا کیونکہ اسلامی مناظر کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق دلائل وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پیش کئے ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ و قواعد عربیت وفات ابن مریم کو ثابت کرے جیسا کہ تردید سے ظاہر ہے۔

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی تردید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ مطابق آیت اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اور تَوَفَّيْتَنِيْ سے معنی انمتنی مراد لینے صحیح ہیں اور قادیانی مناظر حد فاصل کہہ کر محض عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ورنہ معاملہ صاف ہے کیونکہ جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے کہ تَوَفَّيْتَنِيْ پیشگوئی اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ کے وقوع کا بیان ہے تو نیند مع الرفع مراد ہوگی جو حد فاصل بھی ہے۔ ۱۲مرتب

ہے کہ مسیح کی صرف دو حالتیں ہیں اور دونوں کے درمیان حد فاصل تَوَفّی ہے اس سے ثابت ہوا کہ پہلی حالت میں کبھی تَوَفّی نہیں پائی گئی۔ اور پہلی حالت کا اختتام تَوَفّی سے ہوا جس کے معنی حسب تفسیر آپ کے یہ ہوئے کہ مَادُمْتُ کے زمانہ میں کبھی نہیں سوئے۔ اور یہ قرآن مجید کے الفاظ لَا تَأخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ ط کا ترجمہ ہے جو مَادُمْتُ کی حالت میں ان میں الوہیت کو ثابت کرتا ہے دوسرے تَوَفّی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک نیند اور دوسری موت۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ نیند کی تَوَفّی ایسی ہے جو بار بار آتی ہے۔ اور موت کے وقت جو تَوَفّی ہوتی ہے وہ ایسی ہے جو ایک ہی دفعہ ہوتی ہے اور یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ تَوَفّی ایسی ہے جو ایک ہی بار ہوئی۔ کیونکہ یہ دو حالتوں کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں حالتوں کو علیحدہ علیحدہ کرتی ہے، اس لئے وہ موت ہی ہے نہ کوئی اور۔

۴..... آپ لکھتے ہیں کہ تثلیث زیر بحث نہیں ہے۔ اس کے لئے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے جواب میں یہ بات کہی ہے یا نہیں۔ اگر بغرض تسلیم مان بھی لیا جائے کہ وہ اس سوال سے باہر تھی۔ مگر مسیح علیہ السلام نے جو جواب میں اس کا

لہ اس مضمون کی تردید ہوچکی ہے لیکن اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی قادیانی مناظر کو یوں ہدایت کی ہے کہ آیت التخاطب تمام اس طرح ہے۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ○ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (مائدہ) اور آیت کے الفاظ میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ دیکھو ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اور دیکھو مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ اور دیکھو اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ ۔ اور دیکھو مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ یہ امر نہایت روشن ہے کہ سوال قول سے ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ قول کے مطابق جواب دینا ضروری تھا نہ علم کے متعلق۔ اور علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے علم کی نفی کی ہے۔ ۱۲ مرتب

ذکر کیا۔ تو ان کا کہنا یہ جھوٹ تھا یا سچ۔ اگر جھوٹ تھا تو (نعوذ باللہ) نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ اگر سچ تھا تو ان کی وفات ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

۵..... تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنی نیند کرنا بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ نیند کے معنی تَوَفّی کے اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی قرینہ منام یا لیل وغیرہ ہو۔ اور یہ مسلمہ فریقین ہے اور پھر سوال یہ ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اور تَوَفّی باب تَفَعُّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی انسان ہو تو اس کے معنی سوائے اِمَاتَتْ کے کوئی نہیں ہوں گے۔ اگر ہوتے ہیں تو کوئی مثال پیش کرو۔ اور ہم پہلے پرچے میں اپنے معنوں کی تائید میں آیات اور لغت کے حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا اور تَوَفَّنِیْ مَعَ الْاَبْرَار اور اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ وغیرہ۔

لہ قادیانی مناظر کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ تَوَفّی نیند کے معنی میں مجاز ہے بوجہ ضرورت قرینہ کے اور اماتۃ کے معنی میں حقیقت ہے بوجہ عدم ضرورت قرینہ کے۔ اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا بالکل باطل ہے کیونکہ آیت اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی سے ثابت ہے کہ تَوَفّی کا حقیقی معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ اماتت کیونکہ اگر تَوَفّی کا موضوع لہ اماتت ہو تو پھر حِیْنَ مَوْتِهَا لغو ٹھہرے گا۔ اور وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ اس لحاظ سے کہ یہ الانفس پر معطوف ہے۔ اجتماع ضدین یعنی موت اور عدم موت لازم آئے گا وھو باطل۔ پس ثابت ہوا کہ تَوَفّی کا حقیقی معنی مطلق قبض ہے اور نیند اور موت اس کے انواع ہیں، نہ بالخصوص موت موضوع لہ ہے اور نہ ہی نیند اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ تَوَفّی باب تَفَعُّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول انسان یا روح ہو تو اس جگہ معنی قبض روح یا اماتت کے ہوتے ہیں۔ اس امر کا اعتراف ہے کہ تَوَفّی کے حقیقی معنی اماتت کے نہیں ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی۔ اس بات پر بڑی حیرانگی و تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے اس امر پر بڑا جوش و خروش ظاہر کیا ہے اور کرتے ہیں کہ تَوَفّی باب تَفَعُّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو تو اس جگہ قبض روح کے معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس زور و جوش ظاہر کرنے سے مرزائیت کو کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر متوفیک بمعنی ممیتک تسلیم کیا جائے تو پھر بھی بروئے قواعد عربیت یہ آیت تَوَفّی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر قطعی دلیل ہے اور اگر تَوَفَّیْتَنِیْ بمعنی اَمَتَّنِیْ مانا جائے تو پھر بھی بروئے الفاظ جیسا کہ یہ آیت تخاطب حیات ابن مریم پر دلیل نہیں اور ایسا ہی یہ آیت تخاطب ابن مریم کی وفات پر دلیل نہیں اور آیت تَوَفّی اور آیت تخاطب کے متعلق مفصل تقریر بیان ہوچکی ہے۔ پھر مرزائیوں کو اس زور و جوش سے کیا فائدہ ہوا۔ ۱۲ مرتب

۶......آپ لکھتے ہیں[1] ''اگر تَوَفَّیْتَنِیْ سے مراد اَمَیْتَنِیْ لی جائے نہیں معلوم کہ جناب مفتی صاحب نے اَمَیْتَنِیْ کیسے لکھ دیا؟ ہم تو آپ کی شان سے بالکل بعید سمجھتے ہیں۔ غالباً انہوں نے اَمَیْتَ کو سَقَیْتَ کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کسی سے سنا ہوگا کہ سَقَیْتَ واحد مخاطب مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ انہوں نے اِمَاتَة سے بھی اسی وزن اِمَاتَة بروزن سِقَایَة پا کر واحد

[1] قادیانی مناظر نے ہر دو دن کی تقریروں میں تلفظ عموماً بکثرت غلط کیا اور خصوصاً قرآن مجید کو ایسا غلط پڑھا کہ حفاظ بے اختیار بول اٹھے کہ اے قادیانی صاحب للہ قرآن مجید کو تو صحیح پڑھو۔ مگر وہ بیچارہ کیا کرے کہ صحیح پڑھنا تو اس کی طاقت سے باہر تھا۔ باوجود ایسے تلفظات کثیرہ کے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے بلحاظ حدیث لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی کوئی مواخذہ لفظی نہ کیا۔ اور اصل موضوع پر بلحاظ معانی مناظرہ کرتے رہے۔ لیکن قادیانی مناظر کو موضوع مناظر کے متعلق جب ناکا[illegible] نے یہ مسئلہ اَمْتَنِیْ وَاَمَیْتَنِیْ کا چھیڑ دیا۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مناظر [illegible] وفات ابن مریم میں ایک دلیل فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ...... الخ بھی پیش کی جس کے جواب میں [illegible] مناظر نے کہا کہ اگر تَوَفَّیْتَنِیْ بمعنی انمتنی ہو تو اس کی یہ تردید ہے اور اگر تَوَفَّیْتَنِیْ بمعنی اَمَیْتَنِیْ ہو تو اس کی یہ تردید ہے جس سے اسلامی مناظر کا یہ مطلب تھا کہ اگر توفی بمعنی نیند ہو تو یہ جواب ہے اور اگر بمعنی موت ہو تو یہ جواب ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ مواخذہ کرنا اس لحاظ سے کہ یہ مواخذہ لفظی موضوع مناظرہ سے چسپاں نہیں لیس من داب المحصلین والمناظرین بل من داب المجادلین والمکابرین اور نیز یہ تلفظ ایسا نہیں جس کی لغت عرب میں صحت کی کوئی صورت نہ ہو۔ کیونکہ یہ صیغہ واحد مذکر مخاطب اصل میں اَمْتَنْتَنِیْ ہے جس میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہیں۔ اب اگر تاء کو تاء میں ادغام کیا جائے تو اَمْتَنِیْ پڑھا جائے گا اور اگر تاء کو یاء کے ساتھ بدل دیا جائے تو اَمَیْتَنِیْ پڑھا جائے گا۔ اور دو حرف ایک جنس میں سے ایک حرف کا یاء کے ساتھ بدل دینا تخفیف کے لئے لغت عرب میں بکثرت آیا ہے۔ فصول اکبری میں ہے'' ویابدل ے آیداز یکے از دو حرف یا سہ حرف تضعیف چوں دینارٌ اصلہ دِنّارٌ وامليت اصلہ امللت وقصيت اصلة قصصت '' انتہی۔ اور شافیہ میں ہے۔'' والياء بدل من احد حرفي المضاعف نحو امليت وقصيت. انتہی '' قادیانی مناظر نے یہ مجادلہ کے رنگ میں نہایت کمزوری دکھائی ہے۔ شجاعت تو یہ تھی جیسا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآن کریم کے فقرہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے ساتھ بروئے بل ابطالیہ وقصر قلب دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر اپنا دعوی حیات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کر دیا ہے جس کے جواب دینے سے قادیانی مناظر ہی نہیں بلکہ کل کی کل قادیانی جماعت عاجز ہوگئی ہے ویسا ہی قادیانی مناظر بھی ایک فقرہ قرآن کریم کا ایسا پیش کرتا جس کے ساتھ دو شرطین مذکورین کے تحت رہ کر اپنا دعوی وفات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کرتا جس کے جواب سے کم از کم اسلامی مناظر ہی عاجز ہو جاتا اور تمام حاضرین پر روشن ہے کہ قادیانی مناظر کے طول وطویل خیالی و وہمی ڈھکوسلوں کو اسلامی مناظر نے دو شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر مختصر فقروں کے ساتھ رَدّ کر دیا ہے۔ واقعی اسلامی مناظر مناظرہ کرتا رہا اور قادیانی مناظر مدعی مناظرہ ہو کر حقیقت میں مجادلہ یا مکابرہ کرتا رہا۔۱۲ مرتب

مخاطب ماضی کا صیغہ اَمَیْتَ بنالیا۔ مگر جناب کو معلوم ہو کہ اِمَاتَتُ میں ہمزہ زائدہ ہے اور سقایہ میں سین اصلی ہے۔ اس لئے یہ لفظ اَمَیْتَنِیْ نہیں بلکہ اَمَتَّنِیْ ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مفتی صاحب نے غلطی سے لکھ دیا ہوگا کیونکہ انہوں نے تقریر میں بھی یہی بیان کیا تھا۔

۷......پھر آپ نے اِذْ قَالَ کے معنی استقبال کے کرنے کے لئے مثال میں اِذِ الْاَغْلَالُ کو پیش کیا ہے۔ جناب مفتی صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اَغْلَال فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کسی مولوی سے پوچھ لیجئے کہ آیا اَلْاَغْلَالُ اسم ہے یا فعل۔ اور نیز[2] اس بات کی ضرورت کیا تھی۔ ہم نے خود استقبال کے معنی کئے تھے۔ آپ ہماری دلیل کو بغور پڑھیں کہ انہوں نے قیامت کے دن اپنی بریت کرتے ہوئے اپنی قوم کا بگڑنا اپنی موت کے بعد قرار دیا ہے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیا ہے۔''

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کی عقل کہاں گئی کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح لکھا ہے:۔

''اور اذا استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ۔ اس میری عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ اِذِ الْاَغْلَال مثال اِذْ کے لئے ہے نہ ماضی کے لئے۔ اور ماضی کا بمعنی استقبال آنے کے لئے میں نے اپنے اسی پرچہ نمبر۲ میں نفخ وغیرہ کے ساتھ مثال دی ہے۔ پس قادیانی مناظر کا اِذِ الْاَغْلَالُ میں ماضی کا ذکر کرنا نرالی جہالت ہے۔۱۲ مرتب

[2] جناب من اسلامی مناظر کا یہ مذاق نہیں کہ الزام پر اکتفا کرے۔ بلکہ اس کا مذاق تحقیق ہے سبحان اللہ، صداقت کا آفتاب اپنے انوار وتجلیات ظاہر کرنے سے کبھی نہیں رک سکتا۔ دیکھو کہ قادیانی مناظر نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ یہ واقعہ وَاِذْ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ...... الخ۔ قیامت کو ہوگا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آج وفات ثابت نہیں ہوتی۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریانے بعد اختتام مناظرہ فرمایا۔

شمس تیری چمک دیکھی اجالے میں اندھیرا ہے ... منور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے
لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے ... کوئی بٹیر جا ڈھونڈھو کہ تو بھی اک بٹیرا ہے
غلام میرزا پہلے تو کرلے علم کی تحصیل ... غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے

پھر جناب مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں کل مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔ صحیح مگر کیا آپ یہاں صرف لہجہ میں مشارکت مانتے ہیں کہ میں مسیح کے لہجہ میں کہوں گا۔ نہیں بلکہ آپ تو مسیح کی امت کے واقعات کو اپنی امت کے واقعات پر قیاس کر کے اپنا وہی جواب دیتے ہیں جو مسیح علیہ السلام کا ہے اگر حدیث میں ان واقعات کی تشریح نہ ہوتی تو آپ یہ بات کہہ بھی سکتے تھے مگر اب تو حدیث میں جن واقعات میں مشارکت تھی تشریح کر دی گئی ہے۔

ا یہ خیالی اور وہمی باتیں پھر پھر پیش کی جاتی ہیں حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کا جواب دے دیا ہے۔ اور پھر بلا ضرورت اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ تشبیہ میں یہ ضروری نہیں کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی توضیح یہ ہے کہ التشبیہ ان یدل علی مشارکة امر لأخر فی معنی (مطول ص۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً زید کا لاسد میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں شریک ہوں جیسے شجاعت۔

بیا اے طالب صدق و صفائی ببیں در صدق شانِ کبریائی
گروہ احمدی زیر و زبر شد چو غالب شد بیانِ مُرتضائی

اور کذب کا شمس ہمیشہ کسوف میں رہتا ہے۔ مولوی گل احمد صاحب ساکن پنڈ دادخان نے قادیانی مناظر ملقب بالشمس کے متعلق بعد ختم مناظرہ یہ فرمایا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں شریک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زیدٌ کالاسدِ اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا شریک ہو۔ وھو کما تری. پس فاقول کما قال العبد الصالح..... الخ. میں قول آنحضرت ﷺ مشبّہ ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشبّہ بہ ہے اور وجہ تشبیہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ مقول آنحضرت ﷺ اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ بعینہا ہوں۔ اور یہاں مانحن فیہ میں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی شراکت ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول تَوَفَّیْتَنِیْ سے مراد اَمَتَّنِیْ لی جائے تو قبض روح کے معنی میں شراکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لی جائے گی اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول تَوَفَّیْتَنِیْ سے اَمَتَّنِیْ مراد ہو تو پھر ایک اور زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔ ۱۲ مرتب۔

۹..... قَدْ خَلَتْ ا کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ خلو کے معنی نقل مکانی کے ہوتے ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آیت میں مکان کا تو ذکر نہیں۔ اس لئے نقل زمانی ہی خلو سے مراد ہو سکتی ہے۔ اور اس سے مراد یہی ہے کہ زندگی کا زمانہ گزار کر وفات پا گئے۔ نیز ہم نے لغت کے حوالہ جات سے ثابت کیا تھا کہ خلو کے معنی مرنے کے ہیں۔ اب میں ایک شعر بھی پیش کرتا ہوں جو یہ ہے:

اِذَا سَیِّدٌ مِّنَّا خَلَا قَامَ سَیِّدٌ قَوُلٌ لِمَا قَالَ الْکِرَامُ فَعُوْلٌ

تمام شراح نے یہاں خَلَا کے معنی مَاتَ کے کئے ہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیات تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَاکَسَبَتْ اور آیت وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ اور آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ وغیرہ سب میں خلو سے مراد موت ہے اور جو

ا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل قَدْ خَلَتْ..... الخ کا جواب دیا ہے لیکن چونکہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کی ہیں اس لئے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ آیت سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ کا قادیانی مناظر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر ہم قادیانی مناظر کو خوش کرنے کے لئے یہ تسلیم کر لیں کہ قدخلت مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں خَلَتْ بمعنی مَاتَتْ ہے تو پھر بھی یہ دلیل وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت نہیں کرتی۔ کیونکہ الرُّسُلُ میں الف لام استغراقی نہیں اس وجہ سے کہ قد خلت من قبله الرسل میں من قبله یا الرّسل کی لغت نحوی ہوگی یا الرّسل سے حال ہوگا۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی منعوت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی۔ اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال کی تقدیم اس وقت ہونی چاہئے جب ذوالحال نکرہ ہو۔ اور مانحن فیہ میں الرّسل معرفہ ہے۔ پس معین ہوا کہ من قبله، خلت کے متعلق ظرف لغو ہے۔ اور قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے ہیں اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے یعنی مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول ہیں ﷺ اور فقرے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ رسول نہیں۔ وَهَلْ هٰذَا اِلَّا تَنَاقُض فی القرآن وھو بدیھی البطلان۔ پس ثابت ہوا کہ من قبله اس بات کا قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں بلکہ جنس کے لئے ہے جو لابشرط شئی مرتبہ میں ملحوظ ہوتی ہے نہ بشرط لاشئی کے مرتبہ میں۔ ۱۲ مرتب

آیت وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِھِمْ ہے اس میں صاف قرینہ نقل مکانی کا موجود ہے۔

۱۰...... جناب[۱] نے لکھا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلّیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہوسکتی ہے۔ مفتی صاحب اصطلاح تو لکھنا جانتے ہیں مگر حقیقت سے واقف نہیں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ دنیا میں کوئی انبیاء کو ماننے والا اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی نبی نہیں مرا۔ جو سالبہ کلّیہ ہے بلکہ ان کو تو عیسائیوں کے قصہ کی وجہ سے یہ خیال ہوسکتا تھا کہ بعض نبی فوت نہیں ہوئے جو سالبہ جزئیہ ہے اور جس کی تردید موجبہ کلیہ سے ہونی چاہئے اور موجبہ کلیہ یہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط کہ سب رسول فوت ہوچکے ہیں۔ پھر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ موجبہ جزئیہ سے تردید ہونی چاہئے۔ کیوں کیا موجبہ کلیہ سے تردید نہیں ہوسکتی؟ کل رسولوں کے فوت شدہ ہونے سے بعض رسولوں کا فوت شدہ ہونا بھی لازم آتا ہے۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب نے یہ عدم علم کی وجہ سے لکھا ہے یا جان بوجھکر۔ جان بوجھ کر تو میں کہہ نہیں سکتا۔

---

[۱] افسوس کہ قادیانی مناظر نے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر۲ کی عبارت کو نہیں سمجھا یا عمداً یہ خیالی باتیں کی ہیں کیونکہ اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر۲ کا یہ مطلب ہے کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اڑ گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالبہ کلّیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کردیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرّسل میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی اور جنس لابشرط شئی کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط لاشئی کے مرتبہ میں اور قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ قضیہ موجبہ مہملہ ہے جو قوۃ موجبہ جزئیہ میں ہے اور سالبہ کلّیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے اور آیت وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع بالالف واللام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔ ۱۲ مرتب

۱۱...... آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر اَفَاِنْ مَّاتَ پر تھی تو اس پر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے متعلق کہتے تھے کہ آپ ﷺ کو فوت نہیں ہونا چاہئے۔ کیا وہ سمجھتے تھے کہ بعض زندہ ہیں یا سب؟ ظاہر ہے کہ وہ بعض کو زندہ مانتے تھے۔ پس انہیں کی تردید مقصود تھی۔ جب یہ ثابت ہوجائے کہ کوئی بھی زندہ نہیں تو انہوں نے مان لیا۔ اس لئے زیادہ تر نظر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پر ہی تھی۔

۱۲...... آپ[۲] فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ...... (الآیۃ) قضیہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہوگئے۔ مگر جناب مفتی صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں ان معبودان باطلہ کا ذکر ہے جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے۔ اور وہ عالم خلق سے ہیں نہ عالم امر سے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ پہلے روح القدس

---

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کی تردید کی ہے اور اس نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں قادیانی مناظر کو ہدایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس لحاظ سے کہ صحابہ کو آنحضرت ﷺ کی شخصیت کے متعلق اضطراب تھا اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کہہ کر ان کا اضطراب رفع کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو خطاب کرکے فرمایا۔ اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ (مواہب لدنیہ)۔ ۱۲ مرتب

[۲] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل یعنی وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (نحل) کا جواب دیا ہے اور پھر اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی قادیانی مناظر کی من گھڑت باتوں کا جواب دیا ہے کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے۔ ان معبودات باطلہ میں داخل نہیں ان کا اس آیت میں بیان ہے کیونکہ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا اور وھم یُخْلَقُوْنَ یہ تمام صفات روح القدس میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسم موصول میں عموم ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ وہ عالم خلق سے ہے نہ عالم امر ہے عجیب بات ہے۔ کیونکہ جو چیز امر اللہ سے پیدا ہو کیا وہ عالم خلق اور مخلوق اللہ سے نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم نے معبودات باطلہ کی معبودیت کو کئی رنگوں میں باطل کیا ہے۔ اول اس طرح کہ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا یعنی وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور معبود خالق ہوتا ہے۔ دوم اس طرح کہ وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ یعنی وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور معبود مخلوق نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ ان پر فی وقتٍ من الاوقات موت آنے والی اور معبود پر موت کا آنا ناممکن ہے۔ چہارم یہ کہ ان کو علم نہیں کہ کب زندہ کئے جائیں گے اور معبود عالم الغیب والشھادۃ ہے۔ ۱۲ مرتب

کے متعلق یہ تینوں صفات ثابت کردیں پھر اعتراض کریں۔ ۱ باقی رہا یہ کہ یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے اس سے ان کا مرے ہوئے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے کیونکہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے بھی مان لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا اور یہاں محل موت مراد لینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ غَیْرُ اَحْیَاءٍ اس کی تردید کر رہا ہے اور اس کے معنی کوئی نہیں بنتے بالکل مہمل کلام ہو جاتی ہے کہ وہ مرنے والے ہیں۔ زندہ نہیں۔ باقی رہا اس کی تائید میں اِنَّکَ مَیِّتٌ پیش کرنا یہ صحیح نہیں۔ بے شک کسی حافظ سے پوچھ لیں کہ اس میں اِنَّکَ مَیِّتٌ غَیْرُ حَیٍّ وَّاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ غَیْرُ اَحْیَاءٍ نہیں ہے اور نیز آیت اَمْوَاتٌ، اَلَّذِیْنَ کی خبر ہے۔ اور اسم موصول ۲ استغراق کے لئے ہوتا ہے اس لئے کوئی فرد اس سے باہر نہیں۔

۱۳...... پھر آپ فرماتے ہیں کہ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں تغلیب مریم کی وجہ سے کی گئی ہے حالانکہ یہاں تردید ۳ صرف مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ

---

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں یوں ہدایت کی ہے کہ چونکہ اس آیت میں معبودات باطلہ کی معبودیت باطل کرنا مقصود ہے اس لئے تاکید اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ فرمایا۔ اور اگر یہ قضیہ مطلقہ عامہ نہ ہوتو اگر کوئی شخص یا کوئی قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ پس آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی جس سے قرآن کریم پاک ہے۔ اور قادیانی مناظر لکھتا ہے کہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے مان بھی لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا۔ افسوس کہ قادیانی مناظر کو خود تو مطلقہ عامہ کے مفہوم اور مصداق کے درمیان فرق معلوم نہیں اور خلاف تہذیب اسلامی مناظر کے متعلق لکھتا ہے کہ اصطلاح تو لکھ جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت سے واقفیت نہیں۔ ۱۲مرتب

۲ سبحان اللہ قادیانی مناظر کا کیا علم و فضل ہے کہ ایک مقام پر تو اس اسم موصول سے روح القدس کو خارج کر رہے ہیں جو معبودات باطلہ سے ہے اور اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ اسم موصول (اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) استغراق کے لئے ہے کوئی اس سے فرد باہر نہیں۔ ۱۲مرتب

۳ قادیانی مناظر صاحب لکھتے ہیں حالانکہ یہاں تردید صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ لیں۔ قادیانی مناظر کے علم پر رونا آتا ہے۔ دیکھو اس آیت کا سیاق یوں ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (جاری)

ہیں۔ دوسرے ۱ تغلیب جب مذکر و مؤنث اکٹھے ہوں تو مذکر کی طرف سے ہوتی ہے جیسے اَلْقَمَرَانِ سورج چاند کے لئے کہا جاتا ہے شَمْسَانِ نہیں کہا جاتا کیونکہ شمس عربی زبان میں مؤنث ہے اور کَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ تو بالکل آپ کے مدعا کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے تغلیب مؤنث کی مثال دی ہے۔ اور طعام کے متعلق تو سوال یہ ہے کہ یُطْعِمُنِیْ ۲ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ میں طعام مادی مراد ہے یا غیر مادّی۔ ظاہر ہے کہ غیر مادی مراد ہے ورنہ وصال کا روزہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں زیر بحث طعام مادّی ہے غیر

(بقیہ) اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ کَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ (مائدہ) یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ان آیات سے مقصود دو امر ہیں۔ اثبات توحید، ابطال الوہیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام اثبات توحید کے لئے فرمایا مَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ. اور ابطال الوہیت کے لئے فرمایا مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی احتیاج الی الطعام ان کی الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ اس آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر اس لئے ہے کہ عیسائیوں میں سے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام بھی الوہیت کے مرتبے تک پہنچ چکی ہیں جیسا کہ اسی سورۃ کے اخیر میں ہے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (مائدہ) اس مضمون بالا سے صاف ظاہر ہے کہ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام دونوں کی الوہیت کا ابطال مقصود ہے نہ صرف مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا۔ پس قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ یہاں تردید صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی مقصود ہے جہل مرکب کا ثمرہ ہے۔ ۱۲مرتب

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے کیا گل کھلایا ہے کیونکہ اس نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے (کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے) اور میری مراد اس سے یہ ہے کہ کَانَا صیغہ ماضی کا حضرت مریم علیہا السلام کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ اس وقت طعام نہیں کھاتے۔ اور پھر میں نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں لکھا ہے (تغلیب ہے جیسے کَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ میں) اور اس سے مراد میری یہ ہے کہ مذکر و مؤنث اکٹھے ہوں گے جس میں تذکیر کو تانیث پر غلبہ دے کر مذکر کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ اور قادیانی مناظر ایسے الجہل المرکب ہیں کہ بات ہماری بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔ ۱۲مرتب

۲ افسوس کہ قادیانی مناظر بے ربط اور بے اصل باتیں کئے جاتے ہیں کیونکہ طعام من حیث ھو ما یطعم بہ کو کہتے ہیں یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ مادّی ہو یا غیر مادی ہو جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ (بخاری ۲۶۳ جلد۱) دیکھو یطعمنی جس کا اصل ماخذ طعام ہے اور کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں زیر بحث احتیاج الی الطعام ہے مادّی ہو یا غیر مادّی کیونکہ مطلق احتیاج الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ ۱۲مرتب

مادی نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ مادی کھانے کے متعلق فرماتے ہیں وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا. نیز اس کے متعلق ثابت کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو یہ کھانا کھلاتا ہے۔

۱۴...... اَوْصَانِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ[۱] کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ. اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب[۲] تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالمحال کیوں دی تھی۔ اور جَعَلَنِىْ[۳] مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۱۵...... والسلام علیّ وجہ بیان کریں کیوں ان دو خاص دنوں کا ذکر نہ کیا۔ اگر جعلنی مبارکا میں وہ دن آچکے ہیں تو کیا یوم اموت وغیرہ نہیں آچکے ان کی وجہ ذکر بیان کرو۔

۱۶...... آیت[۴] وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ جب یہ آپ کے نزدیک مقر طبعی پر دلالت

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ میں نے حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً کو پیش کیا ہے۔ قادیانی مناظر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ جہاں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے مذکور ہیں وہاں سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ یہ استدلال استقرائی ہے اور استقرائی ظنی دلیل ہوتی ہے یقینی نہیں ہوتی۔ پس اس سے اتنا تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بیشک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارد ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آئے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جاتا ہے کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔ ۱۲ مرتب

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے۔ پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن کریم یا حدیث سے ثابت کریں۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ابن مریم کا کسی وقت صاحب نصاب ہونا ثابت کریں۔ ۱۲ مرتب

۳؎ یہ وہمی باتیں ہیں۔ ۱۲ مرتب

۴؎ اس آیت کا کافی جواب گذر چکا ہے اور قادیانی مناظر کے یہ خیالات و توہمات يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے خلاف ہیں۔ ۱۲ مرتب

کرتی تھی۔ تو مسیح علیہ السلام مقر طبعی کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلا گیا؟ اور فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ بتا رہا ہے کہ یہاں میعاد کا ذکر ہے کہ موت تک زمین میں رہنا ہوگا۔ معلوم نہیں آپ اِجْعَلَ[۱] کے جال میں کیوں پھنس گئے۔

۱۷...... اور آیت بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ[۲] بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَدُ میں بعد غیوبت اور موت دونوں کو شامل ہے۔ اب سوال ہے کہ آیا منفرداً یا مجتمعاً اگر مجرد غیوبت مراد ہے تو لَا نَبِيَّ بَعْدِىْ کو مثال میں پیش کر کے آپ نے ثابت کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے۔ اور نیز محض غیوبت مراد لینے کے لئے کوئی آیت میں قرینہ بتانا چاہئے۔ اور اگر مجتمعاً تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔

۱۸...... مُعَمَّرٌ سے مراد لمبی عمر پانے والا ہے نہ ہمیشہ کی عمر۔ کیونکہ مُنَكِّسْ فِى الْخَلْقِ ہونے کے لئے یا ارذل العمر تک پہنچنے کے لئے دوامی زندگی کی شرط نہیں۔

۱۹...... یہ بھی[۳] آپ نے خوب کہی کہ حدیث لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى چونکہ خلافِ قرآن ہیں۔ اس لئے میں نہیں مانتا جب تک آپ اسے خلافِ قرآن نہ ثابت کریں اس وقت تک آپ کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، جبکہ اس حدیث کو بڑے بڑے آئمہ نے لکھا ہے۔ مثلاً

۱؎ اب جعل تکوینی قادیانی مناظر کو سمجھ نہ آیا تو کہہ دیا کہ آپ جعل کے جال میں کہاں پھنس گئے۔ ۱۲ مرتب

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ بعدی میں مطلق غیوبت ہے اور غیوبت بالموت اور غیوبت بغیر الموت اس کے انواع ہیں۔ چونکہ لَا نَبِيَّ بَعْدِىْ میں نکرہ حیز نفی میں ہے اس لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ نہ آنحضرت ﷺ کی غیوبت بالموت کے وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کی غیوبت بغیر الموت کے وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نکرہ حیز نفی میں مفید استغراق ہے۔ اس سے تو مرزا صاحب کی نبوت بروزی وغیرہ بھی باطل ہوگئی۔ اور یاتی من بعدی میں بَعْدِىْ اثبات میں واقع ہے۔ اور اثبات میں غیوبت کے ایک نوع کا تحقق کافی ہے یعنی غیوبت بالموت ہو [illegible] اس طرح پر ہو کہ ابن مریم آسمان پر اٹھانے کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لائیں۔ ۱۲ مرتب

۳؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ...... الخ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے بالکل خلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور حیین علی الارض مراد لی جائے تو یہی آیت و دیگر آیات و احادیث حیات قرینہ ہوں گی۔ ۱۲ مرتب

الیواقیت والجواھر ج ۲ ص ۲۴ میں امام عبدالوہاب شعرانی نے اور مدارج السالکین میں امام ابن قیم نے اور تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر نے۔ تو صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے ہم کیونکر اسے درست مان لیں اور آپ نے عَلَی الْاَرْض کی قید بڑھا کر ثابت کر دیا کہ ہمارا مدعا درست ہے اور اصل حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے کئے ہیں اور آپ صرف عن الظاہر کرتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام حمل علی المجاز ہے اور اس کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے وہ قرینہ پیش کریں۔ اور صحاح ستہ میں کسی حدیث کا بیان نہ ہونا کسی محدث نے وجہ ضعف کی قرار نہیں دی۔

۲۰......اور عمر والی احدیث کا بھی اس میں جواب آ گیا ہے۔

اور نیز اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ بھی ساٹھ برس کی عمر زمین پر گذاریں گے اور باقی کہیں اور۔ حدیث میں تو مقدار رہائش کا ذکر ہے نہ کھانے پینے کا اور عمر کا بتانا مقصود ہے۔[1]

۲۱......معراج کی حدیث کے متعلق جو ہم نے سوال کیا تھا وہ ویسے کا ویسا[2] ہی قائم ہے جو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث کے مطابق پڑتا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء میں کیوں گئے ان کا مُردوں میں کیا کام۔

۲۲......طبقات کبیر کی روایت پر جو آپ نے جرح کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ افسوس ہے کہ آپ نے روایت کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ اس میں مسیح علیہ السلام کو روح سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

---

[1] اگر اس عمر والی حدیث کو حسب تشریح قادیانی مناظر لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ چونکہ قادیانی مناظر کے زعم میں مرزا صاحب نبی ہیں اس لئے مرزا صاحب کی عمر تیس سال ہونی چاہیے تھی۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ معراج کی حدیث جو سنن ابن ماجہ سے میں نے پیش کی ہے اس کے جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ راوی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کا نزول بعینہٖ نہ کہ مسئلہ بیان فرماتے ہیں تو پھر اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ ۱۲ مرتب

بلکہ روح[1] کو مسیح بن مریم کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ آپ مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے۔

پھر رُوْحٌ مِّنْهُ میں مسیح کی روح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ تمام پاک لوگوں کے ارواح خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کی روح خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی؟ ہم تو ایسے خیال سے بیزار ہیں۔ اور آنحضرت[2] ﷺ کا بقول حضرت مسیح علیہ السلام یہ درجہ مانتے ہیں کہ: شعر

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن — واں مسیح ناصری شد از دمِ او بیشمار

اور

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ — خُتِمَتْ بِهِ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ

اور وَالْمَهْدِيُّ فِيْ وَسْطِهَا کو پیش کرنے سے تو شیعوں[3] کا عقیدہ ماننا پڑتا ہے کیونکہ ڈیڑھ ہزار برس امت کا زمانہ ہو تو ساڑھے سات سو برس ان کو زندہ ماننا پڑے گا۔ تب مسیح علیہ السلام کو مل سکتے ہیں۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو جانتا ہوں کیونکہ اس عبارت یعنی عروج بروح عیسٰی...... الخ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعبیر بالروح کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں اضافت نہ ہو کیونکہ بروح عیسیٰ میں اضافت بیانیہ ہے یعنی عُرِجَ بِالرُّوْحِ الَّذِيْ هُوَ عِيْسٰى...... الخ۔ یہ قادیانی مناظر کا کمال ہے کہ لفظ تعبیر بالروح کو اضافت کے منافی سمجھتا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] یہ سب تلمیعات ہیں ورنہ مرزا صاحب کے اس شعر پر غیرت نہیں آتی۔

منم مسیح زمان و کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث وکیف تهلک امة انا اوّلها والمهدی وسطها والمسیح اٰخرها میں میرے اوپر شیعوں کے ہم اعتقاد ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ جناب من ہم ہر بات میں ان کے مخالف نہیں بلکہ اس بات میں اتفاق ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔ ۱۲ مرتب اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِكَاتِبِهٖ وَلِمَنْ سَعٰى فِيْهِ

چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے میں اسی پر ختم کرتا ہوں......والسلام

جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

مناظر منجانب جماعت احمدیہ

چوہدری حاکم علی (صاحب) احمدی

پریذیڈنٹ

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی۔ مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ فافہم

دستخط

جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

قادیانی مناظر

دستخط

کرمداد والسیال

پریذیڈنٹ

----------☆☆☆☆☆ ☆ ----------

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پرچہ نمبر ۳

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ط

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ ط

اللہ کے اسم رافع کا معنی اعزاز دہندہ رفع روحانی اور رفع جسمانی دونوں کو لازم ہے جو معنی کنائی ہے اور جس کا حقیقت کے ساتھ معاً مراد لینا جائز ہے۔ اور اذا تواضع العبد رفعه الله الی السماء اور ولو شئنا لرفعناه بها اور فی بیوت اذن الله ان ترفع اور انّ الله یرفع بهذا الکتاب اقواما ویضع بها اٰخرین وغیرہ میں رفع جسمانی مراد نہ ہونا ہم کو مضر نہیں اور اس کے خلاف نہیں کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں بلحاظ سیاق وسباق وبلحاظ قواعد عربیہ مجوزہ مناظرہ رفع جسمانی مراد ہو جیسا کہ پہلے پرچہ میں بیان کیا گیا۔ اور میرے مناظر نے کوئی مثال رفع الیہ یعنی الی اللہ کی نہیں پیش کی۔ اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کا معنی استواء مِنْ حیث الرحمانیۃ ہے اور آپ تحریف کر کے عیسائیت کے ہم عقیدہ ہونے کا الزام نہ لگائیں۔ اور ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ کا یہ مطلب ہے کہ رات تک روزہ کو پورا کرو۔ اور رات ہوتے ہی افطار کیا جائے اور مرزا صاحب کی عبارتوں سے فقط یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہے۔ اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے بل کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا ان شاء اللہ شکست کھائے گا۔ اور مرزا صاحب نے آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ جناب قرآن کے

الفاظ میں بحث کریں دوسری باتوں کو چھوڑ دیں اور وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ میں صفت مبطلہ یعنی اَمْوَاتٌ اور صفت مشتبہ یعنی اَحْیَاءٌ دونوں کے ضمیروں کا مرجع ایک من یقتل ہے نہ من کیونکہ الموصول مالا یتم جزء الابصلة وعائد اور صنعت استخدام میں یہ ضروری [1] ہے کہ وہ مقتضاء حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ اور نیز ایک معنی مراد لینے کو وہاں قرائن متعذر [2] ثابت کریں۔ جیسا کہ

فسقی [3] الغضا والساکنیه وانهم شبوه بین جوانحی وضلوعی

پہلے ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری ضمیر سے بقرینہ شبوہ آگ ہے۔ قرآن کریم نے وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ ...... الآیۃ کے ساتھ یہود کا اعتقاد بیان کر دیا تو اب تورات استثنا، باب ۲۱ آیت ۲۲ وغیرہ کو پیش کرنے میں میرے مناظر صاحب نے [4] تسلیم

[1] کیونکہ صنعت استخدام تحسین کلام کے وجوہ سے ہے اور تحسین کلام کے وجوہ میں یہ ضروری ہے کہ قواعد فن معانی وقواعد فن بیان کے منافی نہ ہوں جیسا کہ تعریف فن بدیع سے ظاہر ہے البدیع هو علم یعرف به وجوه تحسین الکلام بعد رعایة المطابقة ووضوح الدلالة (مطول) اور اگر وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں صنعت استخدام اختیار کی جائے تو وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں بل ابطالیه اور قصر قلب ہے ان کے منافی ہوگی۔ پس یہاں صنعت استخدام کا اختیار کرنا بروئے فن بدیع جائز نہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] اور مانحن فیه میں یعنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں ہر چہار ضمائر منصوب متصل سے ایک معنی یعنی عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسده العنصری مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا نہیں بلکہ بل ابطالیه اور قصر قلب قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہر چہار ضمیروں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسده العنصری ایک ہی بعینہ ہیں۔ ۱۲ مرتب

[3] دیکھو اس شعر میں صنعت استخدام ہے کیونکہ ضمیر مجرور جو الساکنیه میں ہے اور ضمیر منصوب جو شبوه میں ہے دونوں کا مرجع الغضا ہے اور ضمیر مجرور سے مراد بقرینه الساکنی مکان ہے اور ضمیر منصوب سے مراد بقرینہ شبوہ آگ ہے۔ اور یہاں صنعت استخدام اختیار کرنا قواعد معانی کے منافی ہے اور نہ ہی قواعد بیان کے۔ اور نیز یہاں قرائن موجود ہیں جو ایک معنی مراد لینے سے روکتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[4] کیونکہ بلحاظ آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ ان کنتم لا تعلمون بھی تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو یہود کا وہ اعتقاد جس کی وَمَا قَتَلُوْهُ ...... الآیۃ تردید ہے قرآن کریم سے معلوم نہ ہوتا جیسا کہ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ سے روشن ہے۔ اور قرآن کریم نے اپنے اس فقرے وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ کے ساتھ یہود کے اس اعتقاد کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو اب قادیانی مناظر کا قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے روگردانی کرکے تورات کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جواب دینے سے عاجز ہے۔ ۱۲ مرتب

کرلیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور قواعد عربیہ کے مطابق کوئی جواب نہیں بلکہ توریت میں بھی وہ مصلوب ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی جرم میں مصلوب ہوا ور ولم یمسسنی [1] بشر وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا کی خصوصیت کے لحاظ سے حَکِیْمًا کے معنی صحیح ہیں۔ میرے مناظر صاحب نے دیدہ دانستہ یا کسی وجہ سے دوسرے پرچے میں ایسے مضامین درج فرمائے ہیں جن کی تردید میرے پرچہ اول میں موجود ہے۔ مثلاً لفظ نزول اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ وغیرہ میں بقرینہ الحدید وغیرہ اور معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث: فینزل عند المنارة [2] البیضاء شرقی دمشق بین مهزودتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین کے معنی (استغفر اللہ) یہ ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے۔ اور قبر سے مراد گورستان ہے۔ یہ اعتراض تو (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب میں تین چاند دیکھنے کی تعبیر اس کی عظمت کو بالائے طاق رکھنے سے کی گئی ہے ورنہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخین اور مسیح موعود بمنزلہ چاند کے ہیں۔ مرزا صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہیں ہوسکتے بلکہ آپ پر۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ حقیقت ومجاز جمع ہوسکتے ہیں بالکل فن بیان کے خلاف ہے۔ ہاں حقیقت اور معنی کنائی جمع ہوسکتے ہیں۔ کنایہ اور مجاز میں شاید آپ فرق نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور مولوی نورالدین صاحب کا فقرہ (ہرجگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ [3] الاعتبار لعموم اللفظ لا

[1] اور حالانکہ نہ مجھے کسی نے نکاح کرکے چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔ ۱۲ مرتب

[2] یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس منارہ سفید کے پاس جو دمشق کی شرق کی جانب واقع ہے۔ دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ ۱۲ مرتب

[3] یعنی لفظ کا عموم معتبر ہوتا ہے اور خصوصیت نزول شان ملحوظ نہیں ہوتی۔ ۱۲ مرتب

لخصوص المورد اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر امام مالک وغیرہ کا نام لینا یہ آپ کی
کمزوری ہے کیونکہ میں تو مِنْ حَیْثُ اَنَا مُسْلِمٌ مناظر ہوں۔ پس بس۔ اور آنحضرت
ﷺ کا زمین میں مدفون ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
افضل ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ افضل یا غیر افضل ہونا ہم بروئے قرآن کریم اور صحیح
حدیث کے سمجھیں گے اور قرآن اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں
ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے:[۱] یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا
رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ......الی...... وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّکُمْ اس آیت میں خداوند کریم نے انسانوں کو عبادت کا حکم فرمایا ہے جو
اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر اپنے چند صفات ذکر کر کے اخیر میں صفت وَاَنْزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ الخ کو بیان فرمایا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے آسمان
سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو
عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت
و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے۔ اسی قدر عنداللہ
زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہٗ
ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہٗ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم
نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں
یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا

[۱] یہ آیت تمام اس طرح ہے (یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّکُمْ (البقرہ) یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا۔۱۲ مرتب

ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کی آنحضرت ﷺ کی
عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی ہوئی ہے۔ دیکھو سُبْحَانَ[۱] الَّذِیْ
اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ اور دیکھو فَاَوْحٰی[۲] اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی۔ اور دیکھو[۳] تَبَارَکَ الَّذِیْ
نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ۔ اور ملاحظہ ہو اضافتِ عبد طرف اللہ کی اسی وجہ سے وَرَفَعْنَا
لَکَ ذِکْرَکَ[۴] ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین ہیں
اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الٰہی اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے۔ اور
اسی کمالِ عبودیت کے مناسب کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آپ کا ایسا رنگ

[۱] کیا کمال اعزاز کا مقام ہے۔ کیونکہ ملک الموت ایک اپنے مقرب فرشتے جبریل کو براق دے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہے اور وہ حسب ارشاد الٰہی دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور براق پر سوار ہو کر آیات الٰہیہ کا معائنہ کیجئے۔ ایسے اعلیٰ اعزاز کے مقام میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کسی قسم کا نقص آ گیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرایا اپنے بندے کو۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اور پھر عبد کو اپنی طرف مضاف کر کے اس بات کی شہادت دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا ورنہ اس سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اپنی طرف اضافت نہ کرتا۔۱۲ مرتب

[۲] یہ آیت ماقبل کے ساتھ یوں ہے دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی۔ یہ کیسا اعلیٰ اعزاز و اکرام کا مقام ہے۔ اور اس کا بیان ہے کہ دَنَا یعنی آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے قریب ہوئے اور اس کی صفات کے مظہر اتم ہوئے۔ فَتَدَلّٰی پس آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ہوئے۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ پس اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان مقدار دو کمانوں کے ہوا۔ یعنی دائرہ وجود کو جب خط مستقیم نے قطع کیا تو دو کمانیں پیدا ہو گئیں۔ ایک کمان وجوب اور دوسری کمان امکان اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان اتنا فرق رہا کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور آنحضرت ﷺ ممکن الوجود۔ اَوْ اَدْنٰی یہ فرق بھی نہ رہا۔ اب وہم پیدا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ میں عبودیت نہیں رہی بلکہ الوہیت آ گئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی اور عبدہ کے ساتھ شہادت دی کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔۱۲ مرتب

[۳] یہ آیت تمام اس طرح ہے تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ط یعنی برکت والی وہ ذات ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی نازل کی اس لئے کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح کرے۔ یہ بھی اعلیٰ مقام اعزاز کا ہے۔۱۲ مرتب

[۴] حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عرض کیا وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ۔ اے خدایا لوگوں میں میرا ذکر خیر چلا دے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی کمال عبودیت کا یہ ثمر ہے کہ بغیر عرض کرنے کے خداوند کریم ان کو رفیع الذکر کر کے فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اے محمد ﷺ آیا ہم نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا۔ وہ خلیلی رنگ ہے اور یہ محبوبی رنگ ہے۔۱۲ مرتب

رہے جو عبودیت کے مناسب ہو یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیات زمین پر بسر کی۔ اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے ع ملک افلاک[1] پر قربان...... الخ

اور دوسری دلیل کے متعلق جو یہ قول پیش کیا گیا ہے وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ وغیرہ۔ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مراد استقبال ہے بلحاظ قواعد نحو۔ آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقتِ دخول لام تاکید و نون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے۔ آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی شاہ رفیع الدین کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ...... الآیۃ[2] کے طریق پر بحث کرنا اسی کا نام ہے۔ اور یہی حال لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا...... الآیۃ کا ہے۔ مولوی نورالدین صاحب کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر تھے توثیق کی۔ اور بعد توثیق بھی مولوی صاحب ممدوح نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ جناب تابعی کا نام اور ذکر کیوں کرتے ہیں اور حضرت

---

[1] لکھنو کے ایک پنڈت کو آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری پڑھتے پڑھتے عشق محمدی ﷺ نصیب ہوا۔ اور وہ پنڈت صاحب نہایت فصیح شاعر تھے۔ انہوں نے یہ اشعار بصورت مخمس فرمائے ع

ملک افلاک پر قربان زمیں پر نازنیں صدقے
جہاں کے خوبرو قربان زمانہ کے حسیں صدقے
زماں قربان زمیں صدقے مکاں قربان مکیں صدقے
میرا دل ہی نہیں قربان میری جاں ہی نہیں صدقے
نیاز و انکساری پہ الہ العالمیں صدقے

[2] آیت اس طرح ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ (قرآن اور رسول و حدیث) کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو قرآن کریم کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ امر متنازعہ فیہا اور مختلف فیہ میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے مطابق اس تنازع و اختلاف کو رفع کرو ورنہ تم مومن نہ ہو گے۔ اور قادیانی مناظر نے نہ اس قرآنی فیصلہ کو ملحوظ رکھا ہے اور نہ ہی اپنے شرائط مجوزہ کا پاس خاطر کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابی کو ہم ثالث تسلیم کرتے ہیں دیکھئے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وان[1] اللّٰہ رفعه بجسده وانه حی الآن وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكا ثم يموت كما يموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱، ص ۲۶)

اور الی یوم القیامۃ کا مطلب حسب قواعد عربیت یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے ہو جائیں گے۔ اور آیت اَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ سے مراد طول زمان ہے اور نہ یہ آیت اس آیت کے متعارض ہو گی هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ کیونکہ مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے (چشمہ معرفت[2]) سبحان اللہ جن باتوں کا جواب مکمل طور پر پرچہ نمبر ۱ میں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے والی بات سیکھی ہوئی پیش کی جاتی ہے اور واہ واہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں، اور براہین احمدیہ کی عبارت پیش کرنا خلاف شرائط نہیں، کیونکہ مرزا صاحب اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں، ''معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہو گی۔ اس کتاب کا ظاہر باطن متولی خدا ہے''۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدۂ خداوندی ہیں اور آپ مرزا صاحب کا کوئی قول مجھ پر حجت نہیں قائم کر سکتے۔ اور فول[3] وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا معاملہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسئلہ حیات مسیح اعتقادیات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے

---

[1] ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری اٹھالیا ہے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پس بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] اس کتاب چشمہ معرفت میں مرزا صاحب لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے (چشمہ معرفت ص ۳۱۷)۔ ۱۲ مرتب

[3] یعنی پس اے محمد ﷺ اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف کرو۔ ۱۲ مرتب

مناظر صاحب شرائط مقررہ سے دور بمراحل جارہے ہیں۔ اور انہوں نے میرے پرچہ نمبر۱ کا کوئی جواب نہیں دیا آخر گھبرا کر تورات محرف کتاب کو اپنا ملجا قرار دیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ کتاب بھی ان کی امداد سے انکاری ہے۔

اور آیت حتیٰ اِذَاجَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ۝ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّاط اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَائِلُھَا وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (مؤمنون) میں ظالمین کا ذکر ہے۔ اور نیز اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جن پر موت آجائے اور حضرت مسیح ابن مریم علیھما السلام کو یہ آیت شامل نہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کَلَّا کو ابن مریم علیھما السلام کے لئے کَلَّا کہا اور چونکہ ابن مریم علیھما السلام کی توہین ہم برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابن مریم علیھما السلام اس کے مصداق ہیں اس لئے مطابق جَزَاءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا۔ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ بقول میرے مناظر کے مصنوعی مسیح موعود اس آیت کا مصداق ہے۔ اور یہ کَلَّا ان کے لئے کِلَّا ہے۔

دستخط : مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط : مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

ازگھوٹہ ضلع ملتان

☆☆☆☆☆

---

۱ یعنی جس وقت تمہارے ایک پر موت آجائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب مجھے واپس لوٹا تا کہ میں اعمال صالحہ بجالاؤں۔ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ یہ صرف ایک بات ہے۔ جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک برزخ ہے قیامت کے دن تک۔ ۱۲ مرتب

۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء — پرچہ نمبر۴

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ......الآیۃ

۱...... مفتی صاحب مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں شرائط کے خلاف لکھتا ہوں۔ حالانکہ میں نے شرائط کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ مفتی صاحب خود شرائط کے خلاف ۱ کر رہے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود کا براہین احمدیہ کا حوالہ اور خلیفہ اول کا قول اور دوسرے پرچہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول سب باتیں خلاف شرائط ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں۔

---

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں بھی اس کی یوں تردید کی ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہم پر حجت نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی علت الہام ہے اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں تب سے ہی وہ اپنے زعم میں نبی ہیں۔ اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں براہین احمدیہ کی عبارت نقل کر کے یہ لکھا ہے ''میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ اظہار ہے'' الخ۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت الزاماً پیش نہیں کی بلکہ مرزا کی مکاری کی جتلائی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی ہیں تو ان کا ذکر شرط نمبر۲ کے مطابق ہے اور کمال تو قادیانی مناظر نے کیا ہے کہ شرط نمبر۱ کا یہ مقتضا تھا کہ زمرۂ دلائل میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کی جائے لیکن قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ دلائل میں حضرت امام حسنؓ کا قول تاریخی رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قادیانی مناظر اپنے پیغمبر اور اپنے پیغمبر کے خلیفہ مولوی نورالدین صاحب کی باتیں ماننی نہیں چاہتا۔ حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ۱ میں لکھا ہے کہ میں نے مولوی نورالدین کے اقوال بحیثیت خلیفہ ہونے کے پیش نہیں کئے بلکہ اس حیثیت سے کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲......آپ فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ کا نام رَافِع رفع جسمانی اور روحانی دونوں[1] کو شامل ہے۔ یہ بالکل لغت کے خلاف ہے۔ کیونکہ لغت کا حوالہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی رفع جسمانی قطعاً نہیں ہوں گے۔ اور آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ایسی مثال پیش کرو جس میں اِلیٰ بھی موجود ہو۔ مگر اس کی مثال پیش کرنا میرے ذمہ نہیں۔ کیونکہ لغت والوں کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ کے نام رافع کے معنی چاہے صلہ اِلیٰ ہو یا نہ ہو اس کے معنی رفع جسمانی کے نہیں ہوتے۔ اور میری مثالیں آپ کے مدعا کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ اِلَیہِ سے آپ آسمان مراد لیتے ہیں کہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے اس کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں ہیں۔ اس سے روح کا علّیین[2] میں لے جانا ہی مراد ہے۔

پس حضرت مسیح موعود کا قول بالکل حدیث کے مطابق ہے اور آپ کا حدیث کے خلاف اور اِلیٰ تو دوسری مثالوں میں بھی ہے۔ مثلاً اِنِّی[3] مُهَاجِرٌ اِلیٰ رَبِّیْ اور فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ اور اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اور اَتُوْبُ اِلَیْهِ وغیرہ میں کسی کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں پس اِلیٰ کا

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں پھر دوبارہ قادیانی مناظر کو یہ ہدایت کی ہے کہ میری مراد یہ نہیں کہ خداتعالیٰ کا نام رافع رفع جسمانی اور رفع روحانی دونوں کو شامل ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی رفع جسمانی یا رفع روحانی کرے تو اس رفع کو اعزاز لازم ہے جو معنی کنائی ہوں گے اور لازم وملزوم دونوں معاً مراد ہوسکتے ہیں جیسا کہ فن بیان میں مصرح ہے۔ اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں رفع جسمانی واعزاز دونوں معاً مراد ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] واہ رے قادیانی مناظر صاحب! آپ کے فہم وادراک پر افسوس۔ مرزا صاحب نے فقط علیین کا لفظ ہی نہیں کہا بلکہ آسمان کا بھی کہا ہے، اور پھر قادیانی مناظر علیین اور آسمان میں غیریت سمجھی ہے حالانکہ حدیث میں بروایت براء ابن عازب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا روح فرشتے لے کر آسمانوں سے گذرتے ہوئے جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اکتبوا کتاب عبدی فی علیین اور علّیین ساتویں آسمان میں سے ایک موضع کا نام ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۲)۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں یوں کہا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان مثالوں میں سے کوئی ایسی مثال نہیں جس میں رفع الی اللہ یا عروج اِلیٰ اللہ یا صعود الی اللہ ہو اور مراد اِلیٰ غیر السّماء ہو۔ ۱۲ مرتب

[illegible] ثابت نہیں کرتا کہ آسمان پر جائیں۔ پھر ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ میں نے بتایا ہے کہ [illegible] کو ساتویں آسمان تک جانا چاہیے تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ٹھہر جائیں۔ اور آپ مانتے ہیں کہ استواء صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہے اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر کیوں نہیں لے جایا گیا؟

۳......آپ نے بَلْ کے متعلق لکھا ہے اور میں[2] نے جو معنی کیے ہیں وہ بَل اضرابیہ کے لے کر کئے ہیں۔ کیونکہ[3] ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صلیب پر لٹکا کر مارا ہوا جھوٹا نبی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے ''استثناء کتاب'' کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں کھول کر یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنی تائید میں آیت ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ پیش کی ہے اور اس کو اتنا پتہ نہیں کہ یہ آیت میری تردید کررہی ہے کیونکہ الی کا مدخول اللیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب غروب ہوجائے تو رات ہوتے ہی افطار کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ جب تمام رات گذر جائے تو رات کے اخیر جزو میں افطار کرو۔ اور ویسا ہی آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے جب اِلیٰ السّماء مراد ہے اور مدخول اِلیٰ کا السّماء ہے تو اس میں اتنا ضروری ہے کہ رفع الی السماء ہو یہ ضروری نہیں کہ ساتویں آسمان پر رفع ہو۔ اور قادیانی مناظر کا فقرہ (اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر ہی کیوں نہ لے جایا گیا) داد دینے کے قابل ہے۔ ارے قادیانی صاحب تجلیات رحمانیہ کا ظہور اسی میں محصور ہے کہ مسیح کو دوسرے آسمان سے اوپر لے جایا گیا ہو۔ ۱۲ مرتب

[2] اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کے نزدیک بَلْ ابطالیہ اور ہے اور بَلْ اضرابیہ اور ہے حالانکہ درحقیقت ابطال اضراب کی ایک نوع ہے۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے پرچہ نمبر ۵ میں پھر اس کی یوں تردید کی ہے کہ تورات کا ہم نے مطالعہ کیا ہوا ہے لیکن قرآن کریم کی آیت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون میں فقرہ ان کنتم لا تعلمون تورات کی طرف اس ما نحن فیه میں رجوع کرنے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ یہود کا وہ عقیدہ جس کی وما قتلوہ......الآیۃ تردید ہے قرآن کریم نے اپنے اس فقرے وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ......الآیۃ کے ساتھ صاف طور پر بیان کردیا ہے اور نیز قرآن کریم میں ہے انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتّلوا او یصلّبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم (مائدہ) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ان کی جزا جو خدا اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹ دیے جائیں یا ان کو جلاوطن کیا جائے یہ ان کیلئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ دیکھو کہ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ (جاری)

جائے گا اور صلیب پر جو لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ اور آیت [1] فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ پر ہی غور کر لیتے۔ علماء اس سے کیا مراد لیتے ہیں اور سَلْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وغیرہ آیات سے ثابت ہے کہ ہر ایک آیت اس میں سے محرّف ومبدّل [2] نہیں اور قرآن مجید سے بھی ان کا یہی مقصد ظاہر ہے۔ یعنی وہ آپ کو جھوٹا قرار دے کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور خدا نے بَلْ کے ساتھ اس کی تردید کی ہے اور بَلْ [3] ترقی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسلم الثبوت)

(بقیہ) لعنتی ہونے کا باعث جرم وعصیان ہے نہ صلیب پر لٹکا کر مارا جانا اور نیز تورات محرف منسوخ شدہ میں مطلقاً قتل بالصلیب کو موجب لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ خاص اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو جیسا کہ سیاق وسباق عبارت سے ظاہر ہے (استثناء باب ۲۱ ص ۳۰۳) اور یہود کا رسول اللہ کہنا بطور استہزاء وانکار ہے اور نبوت وقتل میں منافات نہیں جیسا کہ اَفَاِنْ مَّاتَ او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے ظاہر ہے کیونکہ اس آیت سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت یا قتل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ فوت شدہ یا مقتول نبی نہیں تھا۔ ۱۲ مرتب

[1] قادیانی مناظر نے یہاں فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا اخیری فقرہ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بوجہ مضر ہونے کے قصداً ذکر نہیں کیا۔ اس معاملہ میں قادیانی مناظر کی بعینہ وہی مثال ہے جو کسی نے ایک بے نماز کو کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تو اس بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کا یہ فقرہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ تو نے نہیں پڑھا تو اس شخص نے کہا کہ آگے بھی پڑھو وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى تو بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کے ایک فقرہ پر بھی عمل ہو تو غنیمت ہے۔

[2] تورات کی ہر ایک آیت کے محرّف ومبدّل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ آیت مانحن فیہ غیر محرّف وغیر مبدل ہے۔

[3] قادیانی مناظر کو درمیان اس بَلْ کے جو ابطال کے لئے ہے اور اس بل کے جو ترقی کے لئے ہے تمیز نہیں۔ میں آپ کو فرق بتاتا ہوں۔ بَلْ اضراب کیلئے آتا ہے اور اس سے مراد کبھی پہلے خیال کا ابطال ہوتا ہے اور اس بل کو ابطالیہ کہتے ہیں۔ جیسا اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ اور مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور کبھی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال مراد ہوتا ہے اور اس کو بَلْ ترقی کہتے ہیں جیسے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (مغنی)

خاص قابل توجہ

قادیانی مناظر نے روئداد مناظرہ مطبوعہ بار اول کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے جس میں یہ لکھتے ہیں مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہو تو اس وقت بَلْ ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ کے صریح خلاف ہے (کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لے کر معنی درست ہو نہیں سکتے)

قادیانی مناظر کا یہ نرالا جہل مرکب ہے

کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا یعنی ان کا علم وہاں تک نہ پہنچ سکا جس سے مراد ہے کہ وہ جاہل رہ گئے۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں شعور منفی کو بل باطل کر رہا ہے جیسا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں قتل منفی کو بل باطل کر رہا ہے۔ (جاری)

اور اس میں ترقی کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ملعون نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں۔

اور آپ نے پہلے پرچہ میں جو ''احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو'' لکھا ہے۔ اس جگہ ملزوم نہیں ہے، کیونکہ قتل بغیر رفع روحانی کے پایا جاتا ہے اور رفع روحانی بغیر قتل کے بھی۔ خصوصاً جو قتل اس جگہ مراد ہے اس میں نہ صرف یہ کہ لازم ہونا نہیں بلکہ ضدیت موجود ہے۔

پس آپ [2] ایک ہی مثال پیش کریں کہ خدا تعالیٰ رافع ہو اور انسان مرفوع تو اس

(بقیہ) اور اس آیت میں اِدّٰرَكَ یعنی جہالت کو بل ثابت کر رہا ہے اور شعور وجہالت دونوں ضدین ہیں جیسا کہ قتل المسیح اور رفع المسیح بجسده العنصری کے درمیان ضدیت ہے۔ قادیانی صاحب! ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے حسب فقرہ وَمَا يَشْعُرُوْنَ بلاشعور آپ سے ہماری تائید کرائی۔ ۱۲ مرتب

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے (اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقربین سے ہو) دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں کہا کہ مطلق قتل کو رفع روحانی لازم ہے بلکہ قتل المقرب الالٰہی کو لازم ہے اور مانحن فیہ میں بھی قتل المسیح کا ذکر ہے جو مقربین سے ہے۔ یہ قادیانی مناظر کی عدم لیاقت کے نتائج ہیں یا اس کی گھبراہٹ کے ثمرات ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر نے اپنے پرچوں میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ فاعل ورافع ہو اور انسان ذی روح مفعول ومرفوع ہو اور مراد رفع الی السماء ہو۔ ایسی مثال کوئی نہیں اور اسلامی مناظر قیامت تک ایسی مثال پیش نہ کر سکے گا۔ اور قادیانی مناظر نے زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اسلامی مناظر ایسی مثال پیش کرے تو میں مبلغ پچاس روپیہ ان کو انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰى سدرة المنتهٰى۔ اس فقرہ میں رُفِعْتُ اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خُلِقْتُ میں خلق ایسا فعل ہے جس کا فاعل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں ہو سکتا ویسا ہی رفع الیٰ سدرة المنتهٰى ایسا فعل ہے جس کا فاعل بغیر خدا تعالیٰ کے نہیں ہو سکتا۔ اور مفعول انسان ذی روح ہے اور مراد آسمان پر لے جانا ہے۔ اس موقع پر اہل اسلام حاضرین میں سے بعض الفضلاء نے فرمایا کہ پچاس روپیہ انعام والا طلب کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ ہم قادیانی جماعت سے روپیہ لینا پسند نہیں کرتے۔ قادیانی مناظر نے اپنی روئداد مناظرہ مطبوعہ بار اول کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے جس میں یہ لکھا ہے ''مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح، پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہو۔'' (جاری)

کے معنی آسمان پر لیجانا ہوں، لیکن آپ قیامت تک نہیں پیش کرسکیں گے۔ اور آیت اَبۡلُ اَحۡیَاءٌ میں بَلۡ ھُمۡ اَحۡیَاءٌ ہے۔ میں نے یہی[۲] پوچھا تھا کہ جس جسم سے ان کو مقتول نہ کہنے سے انکار کیا گیا ہے آیا اسی جسم سے ان کی زندگی ثابت کی گئی ہے یا کچھ اور، اور اگر اور ہے تو ھُمۡ کی ضمیر کا مرجع اور ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں صنعتِ استخدام میں قرینہ ہونا ضروری ہے تو اس میں قرینہ[۳] یہ ہے کہ اس کے تو معنی کسی طرح بھی آسمان پر بجسم عنصری جانے کے عربی زبان کے رو سے ہو نہیں سکتے۔

اور میں نے[۴] کہا تھا کہ نزول سے مراد یہی نہیں کہ آسمان سے اترنا ہی معنی ہوں۔

(بقیہ) اور رُفِعۡتُ الی رَبِّی کی مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور نہیں دوسرا معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے''۔ اس کے متعلق چند امور قابل توجہ ہیں (۱) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں صحیح بخاری کا یہ فقرہ ثم رُفِعۡتُ الی سدرۃ المنتھی پیش کیا ہے جس میں درحقیقت رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہیں۔ (۲) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے فقرہ رُفِعۡتُ الی سدرۃ المنتھی پیش کیا ہے نہ رُفِعۡتُ اِلٰی رَبِّی جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے (۳) یہ کہ رُفِعۡتُ اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے جو تفصیلاً بیان ہو چکا (۴) یہ کہ معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اس فقرے ثم رفعتُ الیٰ سدرۃ المنتھی کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا کیونکہ معراج عالم شہادت میں ہو یا عالم رؤیا میں ہو دونوں صورتوں میں اس فقرہ کے الفاظ کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہی ہوں گے نہ غیر۔ ۱۲مرتب

[۱] پوری آیت تمام اس طرح ہے وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡیَاءٌ وَّ لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ (البقرہ) اور اسی میں بَلۡ اَحۡیَاءٌ ہے نہ کہ بَلۡ ھُمۡ۔ ۱۲مرتب

[۲] یہ عجیب فہم ہے۔ بات یہ ہے کہ جس جسم مقتول کو اموات کہنے سے نہی کی گئی ہے اسی جسم مقتول کے لئے احیاء ثابت کیا گیا ہے۔ ۱۲مرتب

[۳] وَمَا قَتَلُوۡہُ یَقِیۡنًا بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ میں صنعت استخدام اختیار کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ بل ابطالیہ اور قصر قلب اس بات پر قطعی قرینے ہیں کہ یہاں صنعت استخدام نہیں۔ ۱۲مرتب

[۴] اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کر چکے ہیں کہ یہ اعتراض آنحضرت ﷺ پر ہے نہ ہم پر۔ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فقرے یدفن معی فی قبری میں چونکہ قبر کے لفظ سے حقیقی معنی مراد لینے متعذر ہیں اس لئے اس قدر مجاز اختیار کی جائے گی کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ لیکن بروئے قواعد بیان یہ مجاز اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں کہ قادیان کا مقبرہ مراد لیا جائے۔ ۱۲مرتب

حدیث کے الفاظ ظاہر ہیں کہ ایک ہی قبر میں دفن ہوں گے نہ کہ ایک مقبرہ میں[۱]۔ ورنہ معنی کرو نہیں اور لغت میں مقبرہ کا لفظ موجود ہے۔ اور آپ نے جو تاویل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی کی ہے اُس سے تو تین چاند اور ایک سورج بنا، لیکن حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ دفن ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ ایک چاند ہے تین چاندوں میں سے اور آپ کا اپنی خواب کو

---

[۱] مواہب لدنیہ میں ہے ثم قالوا این تدفنونہ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ما هلک نبی قط الا یدفن حیث تقبض روحہ وقال علیؓ وانا ایضاً سمعتہٗ (مواہب لدنیہ ص۵۰۰ جلد۲) یعنی آنحضرت ﷺ کے فوت ہونے کے بعد صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو کس جگہ دفن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوا مگر وہ اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کا روح قبض کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ دیکھو کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب نہیں پیش کی جاتی۔ اور قادیانی مناظر نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بطور تحکم ایک دعویٰ بلا دلیل پیش کر دیا ہے نہ اس دعویٰ پر قرآن کریم کا فقرہ پیش کیا گیا ہے اور نہ حدیث کا اور نہ ہی قول صحابہ کا۔ اور جب اس حدیث کے مطابق جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور جس پر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بالاتفاق اجماع ہوا کہ سچے نبی کا یہ نشان ہے کہ وہ جہاں مرے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جن کا دعویٰ تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں رہ کر نبی بن گیا ہوں فوت تو ہیضہ سے ہوئے لاہور میں اور مدفون ہوئے قادیان میں۔ کیا یہ واقعہ مرزا جی کے جھوٹا نبی ہونے پر کافی ثبوت نہیں؟ اور بعد مرنے کے مرزا جی کی لاش کو لاہور سے لا کر قادیان لانے کے لئے سوائے ریل کی کمتر درجہ کی گدھے گاڑی کے اور کوئی سواری نہ مل سکی حالانکہ اپنی تصنیفات میں مرزا جی ریل کو دجال کا گدھا لکھتے رہے۔ پھر جو شخص ساری عمر دجال کے گدھے پر سفر کرتا رہا ہو اور مرنے کے بعد بھی اس کی لاش کو دجال ہی کے گدھے پر سوار ہونا نصیب ہوا ہو۔ کیا ایسا شخص بقول مرزا صاحب سچا مسیح ہو سکتا ہے یا پورا پورا دجال؟ مرزائی دوستو! ہم کچھ نہیں کہتے اس بات کو آپ خود ہی سوچیں اور اپنے ضمیر سے جواب لیں فتفکروا فی انفسکم افلا تعقلون؟ ۱۲مرتب

پیش نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہیں تعبیر معلوم نہ تھی اور ہر ایک نبی کے لئے اپنے مرنے کی جگہ دفن ہونا ضروری نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر سے شام کو لایا گیا تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی مرنے کی جگہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہاں اصل میں آنحضرت ﷺ ہی مراد ہیں۔ اور خلیفہ اول نے جب خود ہرجگہ[1] کی تفسیر کردی ہے تو آپ کون ہوتے ہیں کسی کی تفسیر کریں۔ میں نے مسیح کی فضیلت بلحاظ معاملہ کے جو خدا تعالیٰ نے ان سے کیا ثابت کی تھی۔ اس کی تردید نہیں کی۔ آخر آسمان پر لیجانا تو بری بات نہیں اچھی ہے تو وہ ان کی عبودیت[2] کے نتیجہ میں ہی تو ہے۔ اور آیت اِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ اور لَیَقُوْلَنَّ کے معنی استقبال کے لے کر کچھ بھی نہیں بنتے۔ اور آیت لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا کے بھی جب تک استمراری معنی نہ لئے جائیں صحیح نہیں۔ قرآن[3] مجید نحو کے تابع نہیں بلکہ قرآن مجید نحو پر حاکم ہے۔ اور حضرت[4] ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق تفسیر فتح البیان کے مقدمہ

1 فقرہ (ہرجگہ) کے متعلق اسلامی مناظر نے تفسیر نہیں کی بلکہ اتنا کہا ہے الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔ ۱۲ مرتب

2 قادیانی مناظر نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ افضلیت کا سبب کمال عبودیت ہے، نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ ۱۲ مرتب

3 اس عبارت میں قادیانی مناظر نے تسلیم کرلیا ہے کہ میرے پاس ایسا نحوی قاعدہ کوئی نہیں جس کو میں اپنی تائید میں پیش کرسکوں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ لغت عرب کو قواعد عربیت کے مطابق سمجھنا ضروری ہے۔ اور قرآن کریم بھی عربی لغت میں ہے اور لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں بھی استمرار استقبالی ہے۔ ۱۲ مرتب

4 قادیانی مناظر نے تفسیر فتح البیان کا حوالہ دینے میں شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ سے تجاوز کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر مُمِیْتُکَ پیش کرنے میں شرط نمبر ۳ سے تجاوز کیا ہے لیکن پھر بھی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر مُمِیْتُکَ کی ہے اس سے قادیانی مناظر کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکے ہیں بلکہ اس تفسیر کو اختیار کرنے کے بعد بھی یہ آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ…… الآیۃ مانند آیت وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کی توضیح یہ ہے۔ یہ آیت اس طرح ہے اِذْ قَالَ اللّٰهُ (جاری)

میں لکھا ہے کہ ان کی طرف بہت سی روایات منسوب کی گئی ہیں۔ اور ان سے اعلیٰ

(بقیہ) یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (آل عمران) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ اور اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ توفی یعنی موت زندہ انسان کو لاحق ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار ضمیریں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے بلکہ جو ضمیر متکلم کے اعرف المعارف ہے۔ اور بوجہ تقدیم عطف وتاخیر ربط اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے حضرت عیسیٰ زندہ بعینہ کے ساتھ ہوجائیں گے اور صیغہ اسم فاعل استقبال کے لئے بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ دیکھو وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا (کہف) یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزاصاحب کو بھی اس آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ…… الآیۃ کا الہام ہوا تھا حالانکہ مرزاصاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے (براہین احمدیہ ۵۱۹) اب اگر ہم مُتَوَفِّیْکَ سے حسب تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مُمِیْتُکَ مراد لیں تو ہر چہار ضمیریں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے تقدیم وتاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تمام نحویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں۔ اور محاورات قرآنی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب ضروری نہیں۔ دیکھو وَاللّٰهُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (نحل) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واؤ عاطفہ ہے اور مضمون اخراج من بطون الامہات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون جَعَلَ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ذکر میں مؤخر لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے، اور دیکھو وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (سورۃ بقرہ) وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (اعراف وسورۃ بقرہ) کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطۃ ذکر میں مؤخر ہے اور سورۃ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے۔ اور ہر دو آیتوں میں واؤ عاطفہ ہے۔ اگر واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری ہو تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا۔ وھو کما تریٰ۔ اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس آیت میں بر تقدیر تفسیر مُمِیْتُکَ تقدیم وتاخیر ہے۔ کیونکہ اگر متوفیک کا وقوع پہلے فرض کیا جائے اور رَافِعُکَ اِلَیَّ سے رفع روحانی مراد لی جائے تو علاوہ مخالفت قواعد عربیت کے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقرب الٰہی ہیں اور بعد الموت ہر ایک مقرب الٰہی کی رفع روحانی تو ضرور ہوتی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں وَرَافِعُکَ اِلَیَّ…… الآیۃ کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟۔ ۱۲ مرتب

طرق کی پکی اور سچی روایات وہ ہیں جو امام بخاری نے کی ہیں۔ اور بخاری میں انہوں نے مُتَوَفِّیکَ کے معنی مُمِیْتُکَ کئے ہیں اور [1] عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے اور [2] حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق جو میں نے کہا ہے اسے آپ نہیں سمجھے۔ عبارت پر غور کریں۔ آپ میرے [3] پرچہ میں ابن مریم کے لئے بِکلّا کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض الزام ہے جو آپ نے مجھ پر لگایا۔

اب آپ کے اعتراضوں کے جواب دے کر میں چند اعتراضات [4] آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

---

[1] اسلامی مناظر نے بوجہ تنگی وقت مرزا صاحب کا ایک فقرہ نقل کیا۔ اب تفصیلاً نقل کیجاتی ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں ''ھوالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کردے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا'' قادیانی مناظر کے اس فقرہ ''اور عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے'' کی صاف طور پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر نے حضرت ابوہریرہؓ سے جو مراد ہے، کیوں اب بیان نہیں کی۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں لکھا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر بِکلّا کو ابن مریم کے لئے بِکلّا کہا ہے۔ دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں لکھا کہ ''قادیانی مناظر نے بِکلّا لکھا ہے'' بلکہ یہ لکھا ہے کہ ''قادیانی مناظر نے بِکلّا کہا ہے''۔ ۱۲ مرتب

[4] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں ان اعتراضات کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ قادیانی مناظر نے جو نمبر دے کر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں یہ محض خیالی اور وہمی باتیں ہیں جو شرط ۱ اور شرط ۲ کے سراسر خلاف ہیں کیونکہ یہ باتیں نہ قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہ سے اور نہ قواعد عربیت سے بلکہ عقل ونقل ان کی تردید کرتے ہیں۔ دیکھئے ہم نمبروار ان کی منہاج نبوت پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱..... کیا تمام انبیاء میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر مقرر ملائکہ میں مع جسم عنصری زندہ قرار دینا کمال صفائی سے تمام انبیاء پر ان کی فضیلت ماننا نہیں ہے؟

۲..... وہ آسمان پر اٹھائے جانے سے آنحضرت ﷺ سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ٹھہرتے ہیں، کیونکہ اُنکی زیادہ حفاظت کی گئی۔

۳..... ان کو دوبارہ بھیجنے سے ان کی روحانیت اور قدسیت زیادہ ماننی پڑتی ہے۔ کیونکہ جس کا کام اعلیٰ ہو اسی کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔

۴..... اتنی دیر تک رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ اور مسیح نیا نہیں بنا سکتا تھا؟

۵..... خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا؟ اور ساتویں آسمان پر

۱..... فضیلت کا سبب بروئے قرآن وحدیث کمال عبودیت ہے نہ مقرر ملائکہ میں ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ ملائکہ میں فقط قوت ملکیہ ہے قوت بہیمیہ نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ تو ملائکہ کی یہ تعریف نہیں ہوسکتی کہ وہ جرم نہیں کرتے کیونکہ ان میں جرم کرنے کی قوت ہی نہیں جیسا کہ عنین کی یہ تعریف نہیں کیجاتی کہ وہ زنا نہیں کرتا کیونکہ عنین میں زنا کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور جیسا مفلوج کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ چوری نہیں کرتا کیونکہ مفلوج میں چوری کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور انسان میں چونکہ قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ دونوں ہیں اس لئے جو انسان قوت بہیمیہ کی خواہشات کو ترک کر کے قوت ملکیہ کی خواہشوں کو پورا کرے اور عبودیت میں کمال پیدا کرے وہ انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے باوجود انسان ہونے کے تمام انسانوں سے عبودیت میں زیادہ کمال پیدا کیا ہے اس لئے وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲..... محبوبیت کی علت کمال عبودیت ہے نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ میں محبوبیت مطلقہ ہے جیسا کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ سے ظاہر ہے اور جو محبوب اللہ ہوتے ہیں وہ دنیا میں مخلوق کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا کے راستہ میں دکھ دیئے جاتے اور ستائے جاتے ہیں تاکہ صفتِ صبر کا بھی ظہور ہو۔ ۱۲ مرتب

۳..... یہ سوال ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ اہل فارس وروم وغیرہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مشرف باسلام نہیں ہوئے تو اگر خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع کے زمانہ میں وہ مشرف باسلام ہو جائیں تو لازم آئے گا کہ خلفاء کی روحانیت وقدسیت زیادہ ہے۔ تو ایسے قائل کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کی کاروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس بنیاد والی ہوئی کی تعمیر ہے اس لئے وہ بعینہٖ نبوی کاروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ ویساہی پیشگوئی آیت لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ والی آخری خلیفہ نبوی یعنی مسیح ابن مریم کے زمانہ میں متحقق ہوگی۔ کیونکہ مسیح ابن مریم آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہو کر اور خلیفہ نبوی ہو کر تاسیس نبوی ﷺ کی تعمیر کریں گے۔ اس وجہ سے یہ تعمیر بعینہٖ تعمیر نبوی ہوگی۔ ۱۲ مرتب

۴..... خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ (الانبیاء) اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ۱۲ مرتب

کیوں نہیں لے گیا۔ کیا ان میں کوئی نقص باقی تھا؟

۶...... کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کو معراج میں دیکھا اور جن کی وفات پر قرآن مجید میں کوئی نص موجود نہیں۔ زندہ نہ مان لیا جائے۔

۷...... مسیح علیہ السلام کی شبیہ بنانے میں کیا حکمت تھی۔ کیا یہود سے صرف پیچھا چھوڑانا مقصود تھا؟

۸...... اس شخص کا جو مسیح کی بجائے مصلوب ہوا قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے آپ حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں کوئی ضعیف مرفوع متصل ہی پیش کریں۔

۹...... اس فعل میں کہ حلیہ بدل کر ایک دوسرے شخص کو مروانے میں کیا حکمت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے کہ اس کی طرف کوئی لغو کام منسوب کیا جائے۔

پھر اس میں بھی سنیے! کہ وہ کون تھا:

(۱)...... حواری تھا، (۲)...... منافق، (۳)...... طیطاوس، (۴)...... یہودیوں کا چوکیدار تھا، (۵)...... کوئی شخص تھا، (۶)...... ایک پر شبیہ ڈالی گئی، (۷)...... جماعت پر شبیہ ڈالی گئی؟

۵...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ ۱۲مرتب

۶...... جیسا کہ ملاقات موتی موجب موت نہیں ویسا ہی ملاقات احیاء مستلزم حیات نہیں۔ انبیاء کی حیات سے تو قادیانی جماعت متنفر ہے اور ہم اسلامی جماعت کو تو اس نبی کی حیات کے ساتھ ایمان ہے جس کی حیات کی قرآن کریم یا حدیث نبوی شہادت دیں۔ ۱۲مرتب

۷...... مسیح ابن مریم کے شبیہ بنانے میں یہ حکمت تھی کہ یہود کو جو مسیح ابن مریم کے قتل کرنے کے لئے آئے ان کو سزا دی جائے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (آل عمران) یعنی یہود نے۔ (عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی) تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی (کہ آپ کو آسمان پر اٹھا لیا اور ان یہود میں سے ہی ایک شخص کو مصلوب کرا کے قتل کروایا) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ ۱۲مرتب

۸...... قرآن کریم میں اتنا ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم کا شبیہ مصلوب ہوا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ اور اس شبیہ کی شخصیت معلوم کرنی ضروری نہیں۔ ۱۲مرتب

اگر یہ واقعہ ہوا تھا تو اس میں زمین وآسمان کے فرق پائے جانے کی کیا وجہ ہے؟

۱۰...... کیا خدا تعالیٰ کو یہود سے اتنی محبت تھی کہ ان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو مسیح کا ہم شکل بنا کر ان کو خوش کر دیا؟

۱۱...... کوئی پیارے کی شکل کی ہتک نہیں کرتا۔ اگر کسی کے باپ کی تصویر پر پیر رکھ دیں تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ تو پھر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے کی شکل کو دوسرے کو دیکر کیوں اس کی بے قدری کی۔

۱۲...... جب وہ یہود کی طرف رسول تھے اور خدا نے ان کو چھپا لیا۔ اور اس کی بجائے ایک اور شخص کو مسیح کی شکل دی جسے انہوں نے مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا کر مار دیا۔ تو یہود عنداللہ مجرم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے مسلّمات سے یہی بات تھی کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اور جو کاٹھ پر لٹکا کر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔

۱۳...... ایسے ملعون شخص کو جو مسیح کا دشمن تھا بندر اور سؤر کی شکل دینی چاہئے تھی۔ نہ کہ اپنے پیارے مسیح کی جو اس کا محبوب تھا جیسے وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ سے ظاہر ہے۔

۹...... اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت وتدبیر محکم تھی کہ جو لوگ ایک مقرب الٰہی کو بے گناہ قتل کرنے کے ارادے پر آئے انہی میں سے ایک شخص کو انہی کے ہاتھوں سے مصلوب کرا دیا۔ ۱۲مرتب

۱۰...... خدا تعالیٰ کو یہود سے محبت نہ تھی بلکہ ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک مقرب الٰہی کے قتل کا ارادہ کیا سزا دینی مقصود تھی۔ ۱۲مرتب

۱۱...... اس شبہ ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود نہ تھا کہ مسیح ابن مریم کی بے قدری کی جائے بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تدبیر محکم کے ساتھ سزا دی جائے وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ ۱۲مرتب

۱۲...... یہ عجیب وہم ہے۔ کیونکہ یہود تو اس وجہ سے مجرم ہیں کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کے جو مقرب الٰہی ہے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور شبیہ کا مصلوب ہونا یہ تو سزا کا رنگ ہے۔ ۱۲مرتب

۱۴...... جب ان کی مدت کل چالیس سال زمین میں پہلی اور آخری ملا کر ہے تو وہ بنی اسرائیل کی طرف بقول آپ کے صرف تین برس تک رہے۔ پھر آسمان پر وہ ہزار سال تک اٹھائے گئے تو انہیں رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ نہیں کہنا چاہئے بلکہ رَسُوْلًا اِلٰی اَہْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے۔

۱۵...... نیز آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کو کمزور ماننا پڑتا ہے کیونکہ کمزور ہی چیز کو چھپایا کرتا ہے اور نیز آیت کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے بھی خلاف ہے۔

۱۶...... مسیح میں وہ کونسی خاص صفت ایسی تھی۔ جو آسمان پر جانے کی متقاضی تھی اور دوسرے انبیاء میں وہ نہیں پائی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ مابہ الامتیاز کونسی صفت ہے اور پھر وہ صفت اچھی ہے یا بری۔ اگر بری ہے تو وہ آسمان پر لے جانے کی باعث نہیں ہوسکتی۔

۱۳...... وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور قدرتیں غیر متناہی وغیر محدود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جب ایک موقع پر حکمت اور تجلی قدرت کا جس رنگ میں ظہور ہو تو دوسرے موقعہ پر بھی حکمت اور تجلی قدرت اسی رنگ میں جلوہ گر ہو کیونکہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ۔۱۲ مرتب

۱۴۔ مسیح ابن مریم کی عمر کتنی بھی ہو وہ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کے منافی نہیں۔ اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (بلکہ رَسُوْلًا اِلٰی اَہْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے تھا) عجیب جہالت ہے۔ کیونکہ اہل سما یعنی فرشتے مکلف ہی نہیں جیسا کہ اس آیت میں وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں کمال بالفعل نہیں اور کمال حاصل کرنے کی اس میں قوت ہے کیونکہ ظلوم وہ ہے جس میں عدل بالفعل نہ ہو اور عدل کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو۔ اور جہول وہ ہے جس میں علم بالفعل نہ ہو اور علم کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ دونوں ہیں۔ اور چونکہ باقی حیوانوں میں فقط قوت بہیمیہ ہے قوت ملکیہ نہیں اور فرشتوں میں فقط قوت ملکیہ ہے بہیمیہ نہیں اس لئے جیسا کہ باقی حیوانات غیر مکلف ہیں ویسا ہی فرشتے بھی غیر مکلف ہیں۔ اور رسول اہل تکلیف کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ نہ غیر اہل تکلیف کی طرف۔ پس ثابت ہوا کہ قادیانی مناظر کا فقرہ مذکورہ عجیب جہالت ہے۔۱۲ مرتب

۱۵...... مسیح ابن مریم کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ یہ رفع الی السماء کامل القدرة والے کے سوائے کوئی نہیں کرسکتا۔ اور نیز یہ رفع کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول یعنی مسیح ابن مریم غالب ہوئے، اور مسیح ابن مریم کو ایسا غلبہ ہوا کہ آخر زمانہ میں خدا تعالیٰ اسی مسیح کو زمین پر نازل کرے گا۔ اور وہ مسیح آنحضرت ﷺ کا آخری خلیفہ ہو کر تجدید اسلام کرے گا اور اسی مسیح کے ہاتھ پر اہل الملة الیهودية مشرف باسلام ہوں گے۔ یہ کیسا اعلیٰ غلبہ ہے؟ ۱۲ مرتب

اگر اچھی تو رسول اللہ اس سے کیوں محروم رہے ہم تو آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ ۔۔۔ یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ
وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّ السُّلْطَانِ ۔۔۔ وَوَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرِدَافَةٍ

...... اور ع

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ۔۔۔ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم ۔۔۔ یک قطرۂ زبحر کمال محمد ﷺ است

اور تَمَّتْ عَلَیْهِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّةٍ وغیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی تمام کمالات کے جامع ہیں۔

۱۷...... مسیح علیہ السلام کے دو ہزار سال میں ان کے قویٰ میں تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو

۱۶...... مسیح ابن مریم میں نفخ جبریلی کی ایک جزوی خصوصیت ہے جس کی وجہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ جزوی خصوصیت فضیلت کلی کا موجب نہیں ہوسکتی بلکہ فضیلت کلی کی علت کمال عبودیت ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہٗ ہے ویسا ہی آنحضرت ﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہٗ ہیں، اور قادیانی مناظر نے جو آنحضرت ﷺ کے متعلق چند اشعار درج کئے ہیں۔ ان کے متعلق میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اشعار نہ مرزا صاحب نے دلی اعتقاد و اخلاص سے کہے ہیں اور نہ ہی قادیانی جماعت کو ان اشعار کے مضامین کے ساتھ اعتقاد ہے۔ بلکہ ایسے اشعار اسلامی جماعت کو شکار کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں ورنہ مرزا صاحب یہ اشعار کیوں کہتے ہیں ع

کربلا نیست سیر ہر آنم ۔۔۔ صد حسین است در گریبانم
آدم نیز احمد مختار ۔۔۔ در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام
آنچہ من بشنوم زوحی خدا ۔۔۔ بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم ۔۔۔ از خطاہا ہمیں ست ایمانم
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفاں نہ کمترم زکسے

(درثمین)

...... اور نیز ع

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا ۔۔۔ منم محمد واحمد کہ مجتبےٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳) ...... (جاری)

دو ہزار برس میں جوان کی حالت ہوگئی ہوگی اس کا اندازہ کر لیجئے۔ اور اگر نہیں تو کیوں؟

۱۸......مسیح کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے سے کیا فائدہ تھا۔ زمین پر کیوں نہ رکھا گیا تا کہ اُن سے مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچتا۔ خصوصاً جبکہ فرمایا وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔

۱۹......اگر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو آیت وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے خلاف ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہ وعدہ کسی وقت میں ہوگا بلکہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کے الفاظ پر غور کر لیں۔

۲۰......اور علم فزیالوجی کے ماتحت ذی حیات چیز کے لئے پاور آف ایک کریشن اور پاور آف اسی وی میلیشن کا پایا جانا ضروری ہے مگر وہ اس وقت دونوں مسیح میں نہیں پائی جاتیں۔

۲۱......اگر مسیح دنیا میں دوبارہ آئیں تو وہ تمام جہاں کی طرف رسول ہو کر آئیں گے۔ تو یہ

(بقیہ) اور اسلامی جماعت کا با اخلاص یہ ایمان ہے ع

فاق النبیین فی خَلقٍ وفی خُلقٍ	ولم یدانوہ فی علم ولا کرم
وکلھم من رسول اللہ ملتمس	غرفا من البحر اورشفا من الدیم
وکل آی اتی الرسل الکرام بھا	فانما اتصلت من نورہ بھم
فانہ شمس فضل ھم کواکبھا	یظھر انوارھا للناس فی الظلم

(۱۲ مرتب)

۱۷۔ مسیح ابن مریم کے دو ہزار سال میں ان کے قویٰ کو قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں در حقیقت یہ استعجاب اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۸۔ قرآن کریم میں ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ اور ما موصولہ غالباً غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچوں میں واضح کر دیا ہے کہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ہر چہار واقعات کے متعلق ہے جس کی تائید آیت لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کرتی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

۲۰۔ انسان اور انسان کے قویٰ اور قویٰ کے افعال اور کیلوس و کیموس ہونا اور خون کا بدل ما تحلل بننا یہ سب چیزیں اس قادر مطلق کی مسخر اور محکوم ہیں اور جیسا کہ وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی کو بذریعہ مادی غذا کے قائم رکھتا ہے۔ ویسا ہی وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی بذریعہ غذا غیر مادی قائم رکھ سکتا ہے دیکھو حدیث لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔

۲۱۔ دو امر قابل توجہ ہیں اول یہ کہ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ...... الآیۃ میں حصر نہیں ورنہ عبارت یوں ہوتی۔ (جاری)

رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ میں تمام جہان کی طرف رسول ہوں اور قرآن مجید کہے گا وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔

۲۲......پھر یہ سوال بھی ہوگا کہ مسیح کی موت نہیں ہوسکتی جب تک کہ تمام اہل کتاب ایمان نہ لائیں اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن تک سب یہود ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ثابت ہوگا کہ مسیح کی وفات قیامت کے بعد ہوگی۔

پس یہ بائیس ۱ سوال ہیں جو میں نے آپ کے تمام اعتراضوں کے جواب دے کر پیش کئے ہیں۔ اور نیز چھ ۶ سوال ۲ اور باقی وہ سوالات جو میرے پہلے پرچوں میں آچکے ہیں ان کے جوابات دیں۔ مگر میں جانتا ہوں کی آپ کی ۳ یہ طاقت نہیں کہ آپ ان کا جواب دے سکیں۔ پس حیات مسیح کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر کئی سو اعتراضات ۴ وارد ہوسکتے ہیں، اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارا نبی زندہ ہے اور تمہارا نبی مردہ۔ اور قرآن مجید کہتا ہے کہ مردے اور زندے برابر ۵ نہیں، پس آنحضرت ﷺ سے مسیح افضل ہیں۔ اور

(بقیہ) اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ رَسُوْلًا۔ اور دوسرا یہ کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور مجدد ہو کر تشریف لائیں گے۔

۲۲۔ یہ جان بوجھ کر قرآن کریم کے ساتھ ہنسی ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۔ ان بائیس وہمی سوالوں کی تردید عقل اور نقل کے ساتھ کی گئی ہے۔ اب ناظرین پر روشن ہوگیا ہے کہ جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پہلے پرچوں میں جا بجا شرط نمبر ۱ شرط نمبر ۲ کی خلاف ورزی کی ہے ویسا ہی ان بائیس وہمی سوالوں میں اس نے فریقین مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ اور نیز خیالی اور وہمی باتیں پیش کرنے سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ قادیانی مذہب کی بناء خیال اور وہم پر ہے نہ عقل اور نقل پر۔

۲۔ یہ چھ ڈھکو سلے بصورت سوال بھی آپ پیش کر دیتے انشاء اللہ عقل اور نقل کے ساتھ ان کا بخیہ اُدھیڑا جاتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۳۔ روئداد مناظرہ دیکھنے سے ناظرین یہ فیصلہ کریں گے کہ جواب دینے کی اسلامی مناظر کو طاقت نہیں یا قادیانی مناظر میں جواب دینے کی استعداد ہی نہیں۔ ۱۲ مرتب

۴۔ واقعی جن لوگوں کو ایمان بالقرآن والحدیث نہیں ان کو اس مسئلہ حیات مسیح ابن مریم پر کئی سو خیالات باطلہ اور توہمات کاذبہ پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۵۔ قرآن کریم کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جن کی روحانیت زندہ ہے اور وہ لوگ جن کی روحانیت مردہ ہے برابر نہیں اور قرآن کریم کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ فوت شدہ سے افضل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ مولوی جلال الدین صاحب شمس جو زندہ ہیں مرزا صاحب سے افضل ہوں جو فوت شدہ ہیں۔ ۱۲ مرتب

کفارہ کی بھی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ محض موت کو وہ کفارہ کا باعث نہیں مانتے بلکہ صلیبی موت کو۔ اور پھر اس کا آسمان پر جانا وغیرہ باتیں ان کے عقائد کی تائید کرتی ہیں۔ اور اگر مطلق موت نہیں تو جب بھی وہ مریں تو کفارہ ثابت ہو جائے گا اور ہمارا عقیدہ کہ طبعی موت سے وہ وفات پا چکے ہیں کفارہ کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے سچ فرمایا ہے حضرت مسیح موعود نے ع

قَدْ ۲ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرَقًا وَنَبِیُّنَا حَیٌّ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو۔ جس کی قوم زندہ ہو۔ جس کا مذہب زندہ ہو۔ لیکن مسیح خود وفات پا چکے۔ اس کی قوم روحانیت کے لحاظ سے مر چکی۔ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ ہی زندہ ۳ نبی ہیں اور کوئی نہیں ہے فافهم

پریذیڈنٹ
حاکم علی بقلم خود

مناظر جماعت احمدیہ
جلال الدین شمس

۱ ناظرین انصاف کیجئے! دیکھو یہ قادیانی مناظر کیا کہتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم بذریعہ صلیب فوت ہوئے ہیں اور قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ صلیب سے اتر کر کچھ عرصہ کے بعد حتف انفہ کی موت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں عیسائیوں اور قادیانی جماعت کے درمیان اگرچہ مسیح ابن مریم علیہما السلام کی موت کے اسباب میں اختلاف ہے۔ لیکن نفس موت میں متفق ہیں۔ اور اسلامی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام پر موت آئی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھالیا ہے اور وہ ابتک زندہ ہے اور قرب قیامت میں نزول فرما کر تجدید اسلام کریں گے۔ چونکہ کفارہ کی بنا مسیح ابن مریم علیہما السلام کی موت پر ہے۔ اس لئے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں مسیح ابن مریم کی موت کو تسلیم کیا گیا ہے کفارہ کی بیخ کنی کرتا ہے یا وہ مذہب جس میں ابن مریم کی موت سے بالکل انکار کیا گیا ہے کفارہ کی بیخ کنی کرتا ہے؟ اسی کفارہ کی بیخ کنی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں بلکہ ان کو زندہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ صلیبی سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی۔ ۱۲ مرتب

۲ قادیانی مناظر کا مرزا صاحب کے اشعار کو جا بجا پیش کرنا شرائط مناظرہ کی کس قدر خلاف ورزی ہے۔ ۱۲ مرتب

۳ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی) قیامت تک زندہ نبی ہیں اور تمام دنیا میں یہی ایک کامل انسان ہے اس لئے اسلامی جماعت ان کو خاتم النبیین اعتقاد کرتی ہے اور ان کے ظلِ نبوت سے خارج ہو کر کسی متنبی کے زیر سایہ ہونا (جاری)

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر ۴

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سُبْحَانَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّامَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ط

مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے مناظر صاحب کے جواب نہ دے سکنے کہ پھر بھی وہ شرائط سے باہر ہو کر ادھر ادھر کی باتیں غیر متعلقہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے رفع الی اللہ کے معنی رفع الی السماء کئے اور میرے مناظر صاحب نے رفع الی اللہ کی کوئی مثال پیش نہیں کی اور دیگر مثالوں کو پیش کر کے رفع کیلئے اور معنی ثابت کئے یہ ان کو کیسے مفید ہو سکتا ہے۔ دیکھئے کہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج ہے مگر اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا میں بت مراد ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں اسف کا معنی حزن ہے مگر فَلَمَّا اٰسَفُوْنَا کا معنی فَلَمَّا اغضبونا ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے مگر کنز جو سورہ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفہ علم ہے۔ وغیرہ وغیرہ جیسا کہ پرچہ نمبر ا میں درج ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے بَلْ ابطالیہ کے مقتضا کو اور قصر قلب کے مقتضا کو لیکر فقرہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے ابن مریم کی حیات ثابت کی۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب

(بقیہ) ایسا سمجھتی ہے جیسا کہ آگ جلتی ہوئی شعلہ زن میں داخل ہونا۔ لیکن افسوس کہ قادیانی جماعت زبانی تو یہ کہتی ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ نبی ہیں اور کوئی نہیں۔ لیکن اعتقاداً خاتم النبیین کا انکار کر کے مرزا صاحب کو نبی سمجھتی ہے۔ اور ایسے زندہ نبی اور انسان کامل کے ظل ظلیل سے خارج ہو کر متنبی کے زیر سایہ ہونا اعلیٰ درجہ کی ضلالت وشقاوت ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ذالک ھو الفوز العظیم سے محروم ہیں۔ ۱۲ مرتب

۴ فافهم کے ساتھ شاید قادیانی مناظر نے یہ کہا ہے کہ اے اسلامی مناظر تو سمجھ لے کہ میں آنحضرت ﷺ کو زندہ نبی لسانا کہہ رہا ہوں نہ اعتقاداً۔ ۱۲ مرتب

مطابق شرائط نہیں دیا۔ اور ہر چہار ضمائر کے معرفہ ہونے کے لحاظ اور ان کا مرجع ایک ابن مریم زندہ بعینہٖ ہونے کے لحاظ سے بھی میں نے حیات ابن مریم کو ثابت کیا مگر میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔ ہاں صنعت استخدام کا نام لے کر ایک شعر پڑھ دیا ہے لیکن علم بدیع کی طرف توجہ نہیں کی۔ البدیع هو عِلمٌ يُعرف به وجوه تحسين الكلام بعد رعاية المطابقة ووضوح الدلالة تو صنعت استخدام اس جگہ مراد نہیں ہو سکتی جہاں اس کے اختیار کرنے سے مطابقت اور وضوح کے خلاف ہو اور نیز قرینہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ شبوہ میں۔ اور قواعد نحو کے مطابق لیؤمنن سے استقبال مراد ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے قواعد نحوی کے رو سے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور قرآن کریم اور حدیث صحیح اور اقوال صحابہ اور لغت عرب اور صرف اور نحو اور معانی اور بیان اور بدیع امور مفسرہ قرار دیئے گئے تھے۔ اور میرے مناظر صاحب نے تو عجیب کام کیا ہے کہ کبھی کسی تابعی کا ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اور کبھی آیات کو ان کے غیر مصداق پر پیش کر کے اس کو ان آیات کا مصداق قرار دیتے ہیں جیسا کہ کَلَّا میں کہا گیا[1] اور کبھی جرثقیل کا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین شروع[2] کر دیتے ہیں۔ جو فی الحقیقت

[1] یہاں لفظ کہا گیا ہے نہ لکھا گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر نے یہ تقریر کی کہ قرآن کریم میں ہے کہ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا...... الآیة یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کو واپس نہیں ہونے دیتی بلکہ یہ کَلَّا مسیح کیلئے کَلَّا ہے۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ وغیرہ میں اس کے متعلق یہ لکھا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم نے جلیل القدر نبی قرار دیا ہے۔ ہم مطابق آیت جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ آیت ظالموں کے حق میں ہے اور نیز اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا تو قرآنی دلائل سے قطعاً ثابت ہے۔ اس لئے وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح یعنی مرزا صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے اس آیت کا وہ مصداق ہیں اور یہ کَلَّا ان کے لئے کَلَّا ہے۔ ۱۲ مرتب

ہماری توہین ہے۔ اس لئے مطابق جَزٰٓؤُا[1] سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا الخ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ تو ظالموں کا ذکر اور نیز ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود تو اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے وہ اس آیت کے مصداق ہیں اور یہ کَلَّا ان کے لئے کَلَّا ہے۔ اور شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن سے وفات ثابت نہیں ہوئی بلکہ قرآن کریم سے حیات ثابت ہوتی ہے اور کوئی آیت حیات کی مخالف نہیں۔ اور اَنْتَ مُتَوَفِّيْ جب مطابق آیت لیا گیا تو پھر کیا اعتراض ہے۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کی آیت کے الفاظ میں غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ اور اِذِ الْاَغْلٰلُ کی مثال اِذْ کیلئے ہے نہ ماضی کے لئے۔ اور ماضی بکثرت بمعنی استقبال آتی ہے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ وغیرہ اور جب تَوَفّٰی بمعنی نیند اور موت ہے تو اس قدر تشبیہ کے لئے کافی ہے کہ دونوں میں معنی قبض روح کے ہوں اور ایک میں قبض مع الارسال ہونا اور دوسرے میں قبض مع الامساک ہونا تشبیہ کے خلاف نہیں۔

جَرَاحَاتُ[2] السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَانُ

اور قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ) آنحضرت ﷺ رسول[3] نہیں۔ پس موجبہ کلیہ نہ ہوا۔ اور تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ میں بھی کوئی دلیل[4] نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق خصوصیت سے ہم

[1] یعنی برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] یعنی نیزوں کے زخم مل جاتے ہیں اور جو زبان زخم کرے وہ نہیں ملتے۔ دیکھو اس شعر میں کلمات کو جرح کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ما به التشبیہ مطلق تاثیر ہے نہ خاص تاثیر جرح۔ ۱۲ مرتب

[3] کیونکہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں بروئے قواعد نحو مِنْ قَبْلِهِ خَلَتْ کے متعلق ہے۔ ۱۲ مرتب

[4] کیونکہ جہاں فقرہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ہے وہاں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے قَدْ خَلَتْ نہیں۔ قرآن کریم نکال کر سورۂ بقرہ میں ملاحظہ کریں۔ ۱۲ مرتب

نے جواب دیا نہ کہ دوسرے مقاموں کا۔ اور روح القدس بھی بوجہ اقنوم ثالث ہونے کے معبودات باطلہ میں داخل ہے۔ اور وَالَّذِيْنَ عام لفظ ہے اور اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ میں اَمْوَاتٌ کی تاکید غَيْرُ اَحْيَاءٍ سے کی۔ اسی لئے کہ یہاں ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ میں سُبْحَانَ الله کیا گل کھلایا گیا۔ ہم نے تو یہی بات کہی ہے كَانَا کی ماضی بوجہ مریم کے ہے اور مریم کی اس تعبیر برنگِ تذکیر میں تغلیب ہے۔ تو مناظر صاحب ہماری بات بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔ اور [1] يَامَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ سے صاف ثابت ہے کہ جیسا ہماری نماز کے ارکان قیام رکوع سجود وغیرہ ہیں ویسا ہی عیسوی نماز میں، اور اس بحث میں میں نے جو حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً کو پیش کیا اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اور یہ اعتراض کہ بہت جگہ زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد ہے یہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو اور مِنْ بَعْدِيْ میں اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ [2] وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ سبحان الله لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کو اور مِنْ بَعْدِيْ کو ایک نظر سے دیکھا۔

جناب من! لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ میں بوجہ ہونے نکرہ غیر نفی میں مرزا صاحب کی نبوت کا بطلان ہوتا ہے یہ فقرہ مشتمل برنفی ہے اور مِنْ بَعْدِيْ مشتمل بر اثبات ہے۔ ذرا غور کریں اگر بات نہ بنے تو ویسا بلا سمجھے سوچے کچھ کہہ دینا مفید نہیں اور مَنْ نُّعَمِّرْهُ میں اعطاء عمر وتنکیس کا بیان ہے۔ پس بس۔ اور حدیث لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى......الخ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ کے بالکل برخلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا جواب آپ نے کوئی نہیں عطا فرمایا۔

---

[1] یعنی اے مریم فرمانبرداری کر واسطے رب اپنے کے اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے۔ ۱۲ مرتب

[2] یعنی اور بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے پیچھے موسیٰ کے اپنے زیوروں سے بچھڑا محض ایک جسم جس سے آواز نکلتی تھی۔ دیکھو اس آیت میں مِنْ بَعْدِهٖ سے مراد من بعد غیبوبۃ موسیٰ ہے نہ کہ من بعد موت موسٰی اور جیسا کہ اس آیت میں اثبات ہے۔ ویسا ہی آیت مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ. اثبات ہے۔ ۱۲ مرتب

معراج کی حدیث ابن ماجہ جو میں نے پیش کی ہے اس کا کوئی جواب دینے کی ضرورت [1] ابھی نہیں کیونکہ اس میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول بعینہٖ ثابت ہے اور ایسا ثابت ہے کہ جس کا جواب کوئی نہیں۔ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فرق سمجھتا ہوں آپ امتحان کر کے [2] دیکھ لیں۔ اور حدیث كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ اَوْسَطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا میں میرے پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ شیعوں کا اعتقاد ہے۔ جناب من! ہم ہر حیثیت سے امامیہ صاحبان کے مخالف نہیں بلکہ اس امر میں اتفاق ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تشریف لائیں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط :

مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

از گھوہ ضلع ملتان

----------☆☆☆☆☆ ----------

---

[1] یعنی چونکہ قادیانی مناظر کے پاس اس حدیث ابن ماجہ کا کوئی جواب نہیں اس لئے مجبوراً قادیانی مناظر کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] کیونکہ عرج فيها بروح عيسى......الخ میں اضافت بیانی ہے۔ ای عرج بالروح الذی هو عيسى جیسا کہ عرج کے لفظ سے ظاہر ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹/اکتوبر ۱۹۲۴ء — پرچہ نمبر ۵

مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ ط

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَیَسِّرۡلِیۡ اَمۡرِیۡ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ○

آپ ا؎ مجھ پر افسوس کرتے ہیں لیکن جناب مفتی صاحب آپ کو افسوس نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ آپ کی حالت پر مجھے افسوس آتا ہے۔ کیونکہ یہ پرچہ میرے تیسرے پرچہ کے جواب میں تھا نہ کہ چوتھے یا دوسرے پرچہ کے جواب میں کہ آپ نے حیاتِ مسیح علیہ السلام کی دلیل لکھنی شروع کر دی۔ اہل علم آپ کو کیا کہیں گے سوائے اس کے کہ وہ کہیں کہ مفتی صاحب گھبرا گئے تھے اور کچھ نہیں کہیں گے دیکھئے یہی بیان آپ کے تیسرے پرچہ میں موجود ہے اور اسی کو آپ دوہرا رہے ہیں۔

میں ۲؎ نے آپ کی تمام توجیہات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توڑ دیا اور قرینہ بھی

ا؎ قادیانی مناظر کو مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر ۱ کا شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت رو کر کوئی جواب نہیں آیا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس لئے گھبرا کر اور حیا کو دور کر کے اسلامی مناظر کو گھبراہٹ کا الزام لگا رہا ہے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ کے سوائے کوئی نئی بات بطور دلیل پیش نہیں کی بلکہ بطور تردید اور قادیانی مناظر نے گھبرا کر اپنے پرچہ نمبر ۱ کے سوائے میں بھی نئی دلیلیں پیش کی ہیں۔ مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر ممیتک جو متوفیک کے ذیل میں لکھی ہے حالانکہ یا عیسیٰ اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ..... الخ کو قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں نہیں پیش کیا۔ ۱۲ مرتب

۲؎ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی توجیہات کو اس طرح توڑا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق وہ کوئی جواب نہیں دے سکا اس لئے گھبرا کر اس قادیانی مناظر نے تورات کو پیش کیا جو یہود (جاری)

بتا دیا۔ اور بَلۡ کے لفظ سے جو آپ تضاد ثابت کرتے ہیں اس کو لے کر بھی آپ کے معنوں کی تردید کر دی۔ اور بَلۡ ا؎ ترقی کے لئے ہوتا ہے۔ کوئی شرط نہیں ہے آپ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔

میں خوب جانتا تھا کہ آپ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید نے جو دلائل وفات مسیح پر دیئے ہیں کوئی ۲؎ نہیں جو نہیں توڑ سکے۔ آپ کی منطق دانی کی کیفیت تو میں تیسرے پرچے میں لکھ چکا ہوں۔ اب آپ کی صرفی قابلیت لفظ ۳؎ اَمِیۡتَنِیۡ سے ظاہر ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ نے غلطی سے نہیں لکھا۔ بلکہ آپ کے علم میں ہی یہی ہے۔ اور علم

(بقیہ) کی محرف اور منسوخ شدہ کتاب ہے اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس تورات کا ایک نسخہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے حضور ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پس عمر نے تورات کو پڑھنا شروع کر دیا جس پر حضور اکرم ﷺ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر تم کو کیا ہو گیا۔ دیکھتے نہیں کہ حضور کے چہرے کی کیا حالت ہو رہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھا تو خوف زدہ ہو کر کہنے لگے اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوۡلِهٖ رَضِیۡنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو اور مجھے ترک کر کے اس کی اتباع کرو تو یقیناً تم صراط مستقیم سے گمراہ ہوتے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو ضرور وہ بھی میری اتباع کرتے۔ (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ) یہ تورات وہ محرف منسوخ شدہ کتاب ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے دیکھنا نہیں چاہا۔ لیکن قادیانی مناظر نے اس تورات کو اپنی تائید میں پیش کیا اور افسوس کہ اس کتاب محرف منسوخ شدہ نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استثناء ۲۱، ۲۳؍۳۰) ۱۲ مرتب

ا؎ یہ کم علم کا نتیجہ ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا۔ ۱۲ مرتب

۲؎ اسلامی مناظر نے تمام دلائل وفات کو توڑ دیا ہے جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا محض تحکم ہے۔ ۱۲ مرتب

۳؎ قادیانی مناظر کا اَمِتۡنِیۡ اور اَمِیۡتَنِیۡ پر زور دینا یہ اس کی شکست و مغلوبیت کی دلیل ہے کیونکہ قادیانی مناظر ایسا کوئی مضمون پیش نہیں کر سکا جو موضوع مناظرہ سے چسپاں ہو کر یہ ظاہر کرے کہ اسلامی مناظر اس کا جواب نہیں دے سکا۔ اور اس کے متعلق قادیانی مناظر کے پرچہ نمبر ۳ کے حاشیہ میں تفصیل کی گئی ہے اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں یہ بھی لکھا ہے اور اَمِتۡنِیۡ کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ ۱۲ مرتب

صرف میں آپ کی تعلیمی حالت بہت کمزور ہے۔ حاضرین کو میں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مفتی صاحب کو بار بار کہا گیا کہ آپ ہر پرچہ میں سے اپنے الفاظ اَمَاتَ یُمِیْتُ باب جس کی ماضی تَوَفَّیْتَنِیْ کے مقابلے میں اَمِیْتَنِیْ ہوگی نہ اَمَتَّنِیْ کیونکہ موت کا لفظ مضاعف نہیں بلکہ اجوف ہے'' (پڑھیں)۔ مگر آپ نے نہیں پڑھا۔ لہٰذا مجبوراً مجھے ہی ان کی ڈیوٹی ادا کرنی پڑی ہے سنئے مفتی صاحب۔ اس سے ایک تو آپ کی قرآن دانی کا بھی پتہ لگ گیا۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی کہ رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ کیا قرآن مجید میں اَمِیْتَنَا ہے یا اَمَتَّنَا، پھر روح المعانی میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے ماتحت اس کے معنی اَمَتَّنِیْ لکھے ہیں نہ کہ اَمِیْتَنِیْ۔ کتاب ہمارے پاس موجود ہے اگر آپ کسی مبتدی سے بھی اس کی گردان کرائیں گے تو وہ بھی بتادے گا کہ اَمَاتَ اَمَاتَا اَمَاتُوْا اَمَاتَتْ اَمَاتَتَا اَمَتْنَ. اَمَتَّ. جب مذکر واحد مخاطب کے صیغہ پر آئے گا تو اَمَتَّ کہے گا نہ اَمِیْتَ اور ادغام کا بھی شاید آپ کو قاعدہ معلوم نہیں رہا کہ ادغام کس وقت ہوتا ہے اگر آپ صرف کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لفظ اَمَتَّنِیْ ہے نہ اَمِیْتَنِیْ۔ تَوَفَّیْتَنِیْ کے متعلق میں پہلے پرچہ میں بالوضاحت لکھ چکا ہوں۔ نیز اِذِ الْاَغْلَالُ کی مثال صرف اِذْ کے لئے تھی کہ وہاں اِذ آیا ہوا ہے۔

یا اس لئے کہ جب اِذْ[1] فعل ماضی پر داخل ہو تو اس کے معنی استقبال کے ہوتے ہیں۔ جب اہل علم اس مناظرہ کو دیکھیں گے تو وہ آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ اور[2] تشبیہ موت اور نیند میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ تَوَفِّیْ جب بغیر قرینہ منام اور لَیل

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے۔ اِذْ استقبال کے لئے بھی آتا ہے فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اِذِالْاَغْلَالُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ۔ اس عبارت سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ مثال فقط اِذ کی ہے نہ ماضی کی۔ اور دوسرا یہ کہ اِذ ماضی کے لئے بھی آتا ہے اور استقبال کیلئے بھی۔ جب اہل علم مناظرہ کو پڑھیں گے تو قادیانی مناظر کے فہم و ادراک پر افسوس کریں گے۔ ۱۲ مرتب

[2] اس کی کافی تردید اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر۲ میں کر چکا ہے جس کی توضیح حاشیہ میں کی گئی ہے۔ قادیانی مناظر ویسے ہی بلا ربط باتیں لکھ دیتا ہے۔ ۱۲ مرتب

وغیرہ کے استعمال ہو تو اس کے معنی نیند کے نہیں ہوتے۔ دوسرے حدیث میں دلالت امت بیان کر کے آپ نے فرمایا ہے کہ میں وہی کلمات کہوں گا جو مسیح علیہ السلام نے کہے۔

اور آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ کو پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیا سنت بھی ذی روح ہے۔ چاہئے تھا کہ آپ مثال ایسی پیش کرتے کہ جس میں خَلا کا لفظ ذی روح[1] کے لئے آیا ہوتا۔

ہم نے جو قرآن مجید سے مثالیں پیش کی ہیں ان میں ذوی الروح پر خَلَت کا لفظ آیا ہے۔ آپ فرماتے[2] ہیں کہ تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ میں موت مراد نہیں ہے بہت ہی عجیب ہے۔ کیا پہلے جن کا ذکر ہے وہ آسمان پر چلے گئے تھے یا وفات پا چکے تھے۔ پھر لکھتے ہیں[3] کہ

[1] قادیانی مناظر سخت اضطراب و گھبراہٹ میں ہے کیونکہ اس کو اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں دلیل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کی تردید کرتے ہوئے یہ مثال پیش کی ہے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ جس میں فاعل ذی روح ہے ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر کا اضطراب موجزن ہے کیونکہ وہ اسلامی مناظر کو مخاطب کر کے اپنے پرچہ نمبر۵ میں یہ لکھتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ میں موت مراد نہیں اور اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر۲ میں اس طرح ہے۔ ''اور تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ وغیرہ میں بھی کوئی دلیل نہیں''۔ دیکھو اسلامی مناظر کی عبارت میں یہ فقرہ (موت مراد نہیں) کہاں ہے۔ بلکہ اسلامی مناظر کی اس عبارت کا (کوئی دلیل نہیں) یہ مطلب ہے کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے وہاں قَدْ خَلَتْ نہیں اور جہاں قَدْ خَلَتْ ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ ۱۲ مرتب

[3] قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی تحریر و تقریر کا مطلب نہیں سمجھا۔ کیونکہ اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ اگر خَلَتْ کے معنی مَاتَتْ کے جائیں اور اَلرُّسُلُ کا الف لام استغراقی تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ رسول نہیں کیونکہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں مِنْ قَبْلِهِ بروئے ترکیب نحوی اَلرُّسُلُ کی صفت و نعت نحوی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ صفت و نعت نحوی تابع کی قسم ہے اور جو تابع ہو وہ ذکر میں متبوع سے مؤخر ہوتا ہے جیسا کہ تابع کی تعریف سے ظاہر ہے التابع کل ثان ای کل متاخر (کافیہ و شرح جامی، ص ۱۷۷) اور جب مِنْ قَبْلِهِ اَلرُّسُلُ کی بروئے ترکیب نحوی صفت نہ ہو سکی تو وہ خَلَتْ کے متعلق ہوگا جس کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں وھو کما تری۔ اور قادیانی مناظر نے جو کافیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کا اصل محل فعل کے ساتھ متصل ہے جس کی وجہ سے ضرب غلامهٗ زیدٌ میں زید ضمیر مجرور کا مرجع ہو سکتا ہے۔ اور اس سے یہ مراد لینی بالکل غلط ہے کہ صفت و نعت نحوی بھی فاعل سے ذکر میں مقدم ہو سکتی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر کو خبط ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے اردو اور انگریزی خوانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کافیہ کے محض الفاظ یاد کئے ہوئے ہیں۔ اور صِرَاطِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ میں الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ اللہ کی صفت و نعت نحوی نہیں بلکہ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ مبدل منہ ہے۔ اور اللہ بدل ہے۔ اب یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ قادیانی مناظر کو نہ کافیہ آتی ہے اور نہ ہی قرآن کا فہم و ادراک ہے۔ ۱۲ مرتب

اگر موجبہ کلیہ ہی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں ہیں۔ اور پھر پرچہ کے علاوہ آپ تقریر میں بیان فرماتے ہیں کہ مِنْ قَبْلِهٖ کو صفت الرُّسُل کی بنانا صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ لیکن میں کہاں تک مفتی صاحب کو نحو سکھاؤں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ فاعل کے متعلق لکھا ہے وَالْاَصْلُ فِی الْفَاعِلِ اَنْ یَّلِیَ الْفِعْلَ وَلِهٰذَا جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا کافیہ پڑھ لی ہوتی پس اَلرُّسُلُ جو خَلَتْ کا فاعل ہے۔ اور اصل فاعل میں یہ ہے کہ وہ فعل سے ملا ہوا ہو۔ اس لئے یہاں صفت محلاً موخر ہے اور یہ جائز ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صفت مقدم آئی ہے۔ جیسے ﴿صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ○ اللّٰهِ﴾ پس آپ نے کافیہ نہیں تو قرآن مجید کو ہی پڑھ لیا ہوتا۔

اور میں نے لکھا تھا کہ روح القدس اموات میں تینوں باتوں کی وجہ سے شامل نہیں[1] ہے۔ باقی تمام معبودان باطلہ جن کے متعلق تینوں باتیں ثابت ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں غَیْرُ اَحْیَآءٍ کا لفظ لانے سے ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے ٹھیک ہے۔ معبودیت ان کے مردہ ہونے سے ہی باطل ہوگئی اور غَیْرُ اَحْیَآءٍ نے اَمْوَاتٌ کے لفظ کی تفسیر کردی۔ اور آیت کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں جو تغلیب[2] آپ نے لکھی تھی وہ حضرت مریم علیہا السلام کے لحاظ سے تھی۔ اور اب آپ نے تسلیم کرلیا کہ تغلیب مسیح علیہ السلام

---

[1] اسلامی مناظر نے جن باتوں کا مکمل طور پر جواب دے دیا ہے۔ قادیانی مناظر عام لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے پھر پھر بیان کرتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ...... الخ، عام ہے اور الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔ ۱۲ مرتب اللّٰھُمَّ اغفر لکاتبہ ولوالدیہ ومن سعٰی فیہ۔

[2] قادیانی مناظر سخت گھبرا کر ادھر ادھر ہاتھ مار رہا ہے مثل مشہور ہے کہ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔'' اصل مطلب بالکل صاف ہے کہ مریم اور ابن مریم دونوں سے تعبیر کرنے کے وقت تذکیر کو تانیث پر غلبہ دے کا کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَام کہا گیا ہے۔ اور کَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ اور وَارْکَعِیْ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ بھی کَانَ یَاْکُلَان کے نظائر ہیں۔ ۱۲ مرتب

کے لحاظ سے ہے کیونکہ مقصود بالذات انہی کا ذکر ہے۔ کہ وہ پہلے کھانا کھاتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے۔ اور آیت کَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ اور وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ سے ہمارے استدلال پر بالکل زد نہیں پڑ سکتی۔

آپ فرماتے ہیں[1] کہ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت میں کیوں ذکر کرتا۔ شرط میں لکھا ہے۔ قرآن مجید کی قرآن مجید سے تفسیر کی جائے گی۔ لہٰذا میں نے اس سے تفسیر کی کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا جہاں کہیں قرآن مجید میں اکٹھا ذکر آیا ہے وہاں مالی زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

اور ابن ماجہ[2] کی حدیث کا میں پہلے پرچہ میں جواب دے چکا ہوں۔ کہ جب بخاری کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسیح مُردوں میں شامل ہیں تو یہ حدیث اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور بخاری کی حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ[3] بھی اس کے خلاف ہے اور اس کی تردید کرتی ہے۔ مَنْ نُّعَمِّرْهُ[4] میں دوامی عمر قطعاً مراد نہیں۔

---

[1] سبحان اللہ زکوٰۃ کی تفسیر میں آیت حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً کو پیش کرنا یہ تفسیر القرآن بالقرآن نہیں تو اور کیا ہے۔ اور لفظ صلوٰۃ کے صدقہ مفروضہ میں کثرت استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں لفظ صلوٰۃ ہو وہاں اس سے صدقہ مفروضہ ہی مراد ہو۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے سنن ابن ماجہ کی وہ حدیث تردید میں پیش کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ عیسیٰ بن مریم کی زبانی ان کا نزول بعینہ بیان فرماتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو مردوں کی جماعت میں دیکھا۔ عجیب بات ہے۔ کیونکہ مردوں کی صحبت صحبت کرنے والے کی موت کو مستلزم نہیں۔ ورنہ آنحضرت ﷺ بھی جب مردوں میں شامل ہوتے تو فوت ہو جاتے۔ ۱۲ مرتب

[3] بیان ہو چکا ہے کہ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ حال ہے جو غیریت کو چاہتا ہے۔ ۱۲ مرتب

[4] اسلامی مناظر نے کہا ہے کہ اس سے مراد عمر ہے اور یہ نہیں کہا کہ دوامی عمر مراد ہے۔ ۱۲ مرتب

اورحدیث لَوْکَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی کا جواب میں پہلے پرچہ میں دے چکا ہوں۔اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے حدیث تسلیم کیا ہے۔اس سے آپ نے مان لیا کہ اس وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔

اب رہی حدیث[۲] کَیْفَ تُھْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا فِیْ اَوَّلِھَا وَالْمَھْدِیُ فِیْ وَسَطِھَا وَعِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ اٰخِرِھَا اس حدیث میں امت کے وسط میں مہدی کا آنا قرار دیا گیا ہے۔حضرات شیعہ صاحبان کے عقائد کی طرح آپ کا عقیدہ قرار دینے کی وجہ میں پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں اور سنّیوں کی طرح ہمارا یہ[۳] فتویٰ نہیں کہ ان سے کھانا پینا اوران کا ذبیحہ حرام ہے۔

---

۱ قادیانی مناظر کے پیغمبر لکھتے ہیں۔''یادرہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات ہے۔اگر درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو''۔ (تحفہ گولڑویہ ۱۲۶) دیکھو پیغمبر تو قرآن پر فیصلہ کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔اور اس کا امتی قرآنی ثبوت دینے سے عاجز ہوکر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں پر زور دے رہا ہے۔طرفہ یہ کہ ان سے بھی اس کا دعویٰ وفات مسیح ثابت نہیں ہوتا۔۱۲مرتب

۲ یہ حدیث بروئے الفاظ اس طرح ہے۔ کَیْفَ تَہْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَالْمَھْدِیُ وَسَطُھَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُھَا (مشکوٰۃ) اور اسلامی مناظر نے بھی اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس حدیث کوانہی الفاظ کے ساتھ لکھا ہے۔امامیہ کا ذکر کرنا یہ قادیانی مناظر کا ڈھکوسلہ ہے جس کا جواب دیا جاچکا ہے۔۱۲مرتب

۳ قادیانی مناظر جابجا شرائط مناظر سے تجاوز کررہا ہے۔اسلامی مناظر کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ اس کا یہ فتویٰ ہے کہ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا. اور قادیانی جماعت کے ہی تنگ دلی کے خلاف وسعت اسلام فتوے ظاہر ہوچکے ہیں۔مثلاً مرزا صاحب نے جو خط عبدالحکیم خان صاحب کو لکھا۔اس میں یہ فقرہ ہے۔''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے''۔اور میاں محمود صاحب خلف رشید مرزا صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان کے صفحہ۱۳۹ پر یہ لکھتے ہیں۔تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہوچکی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں۔اس لئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر کہیں گے۔۱۲مرتب

حضرت مسیح موعود سب کے متعلق فرماتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطرِ اینان نگاہدار ۔۔۔ کاخر کنند دعوائے حب پیغمبرم

رہا[۱] نبوت کے متعلق۔تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو مسیح ناصری کے نزول کو مانتے ہیں وہ اسے نبی بھی قرار دیتے ہیں۔جیسا کہ حجج الکرامہ میں لکھا ہے فَاِنَّہٗ وَاِنْ کَانَ خَلِیْفَۃً فِی الْاُمَّۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ لٰکِنَّہٗ رَسُوْلٌ وَّنَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِہٖ لَاکَمَا یَظُنُّ بَعْضُ النَّاسِ اَنَّہٗ یَاْتِیْ وَاحِدًا مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بِدُوْنِ نُبُوَّۃٍ وَّرِسَالَۃٍ اور انبیاء سے نبوت کا چھینا جانا آیت ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِھِمْ اور سنیوں کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔پس اب اہل دانش فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنا چاہے تو اس امت سے یا بنی اسرائیل سے۔ظاہر ہے کہ مطابق آیت وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ اور مطابق عقائد اسلامیہ کُلُّ رَسُوْلٍ اَبُوْ اُمَّتِہٖ آنحضرت ہمارے باپ۔اور مطابق حدیث بخاری اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَۃٌ عَلَّاتٍ۔حضرت عیسیٰ ہمارے چچا ہیں۔تو آنحضرت ﷺ کی روحانی وراثت کسے ملنی چاہئے۔عقل، نقل، قانون، رواج، شریعت سب یہی کہتے ہیں کہ[۲] بیٹا وارث ہوگا نہ چچا۔پس نبی کا آنا تو آپ بھی مانتے ہیں۔اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ وہ (آنے والا مسیح) نبی اللہ ہوگا۔پس ہماری بات کہ

---

۱ اسلامی مناظر تو فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ کے مطابق مناظرہ کررہا ہے اور قادیانی مناظر شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کرکے حجج الکرامہ کی عبارت پیش کررہا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ نبوت کے دورخ ہیں بطون اور ظہور۔ظہور میں انقلاب آسکتا ہے نہ بطون میں حضرت عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو بطون میں انقلاب نہ ہوگا ظہور میں انقلاب ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہوکر بذریعہ قرآن کریم تجدید اسلام فرمائیں گے۱۲مرتب

۲ قادیانی مناظر جہلاء کے لئے تو ملمع سازی کرسکتے ہیں لیکن فضلاء کے لئے ان کا مغالطہ مؤثر نہیں ہوسکتا۔سنئے جناب مناظر صاحب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حیثیت سے کہ بعد النزول وہ مومن بالقرآن ہوں گے اور قرآن پر عامل ہوکر آنحضرت ﷺ کی اتباع سے مستفیض ہوں گے اور بذریعہ قرآن تجدید اسلام کریں گے۔آنحضرت ﷺ کے روحانی بیٹے ہوں گے نہ چچے۔۱۲مرتب

آنے والا اسی امت سے ہوگا۔صحیح ہے۔

ہمارے تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اور قرآن مجید[1] اور احادیث سے ان کی وفات ثابت ہے اور اُن کی وفات سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت[2] ظاہر ہوتی ہے۔

اسی واسطے مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَّنَبِیُّنَا حَیٌّ وَّ رَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو جس کی قوم زندہ۔جس کا دین زندہ ہو۔لیکن عیسائیت مرچکی۔عیسائی بلحاظ دین مرچکے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام ختم ہوچکا۔اب رسول اللہ ﷺ کے دین کو تازہ کرنے کے لئے آپ کے خادم[3] ہی آئیں گے نہ کوئی اور، پیارو، آنے والا آچکا اور اس نے اپنے مقابل پر بلایا۔اور اس نے تَوَفِّیْ کے لحاظ کے متعلق ایک[4] ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ دیا۔مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔کہ وہ اس

---

[1] قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق اپنے پرچہ نمبر۱ میں وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم سے دس دلیلیں پیش کی ہیں جو درحقیقت مغالطات ہیں۔کیونکہ نو دلیلیں تو ایسی ہیں جن میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر تک نہیں۔اور ایک پہلی دلیل اگرچہ ایسی ہے جس میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر ہے لیکن اس دلیل کے متعلق قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پاچکے ہوں گے آج وفات کا ثبوت نہیں۔اور پھر بھی اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کی شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت رد کر اجمالی اور تفصیلی طور پر پوری تردید کی ہے جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔اور ویسا ہی حال پانچ حدیثی دلیلوں کا ہے۔اور اسلامی مناظر نے دو قرآنی دلیلیں اور دو حدیثی دلیلیں اپنے پرچہ نمبر۱ میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے بیان کی ہیں۔اور شرط نمبر۲ کے تحت رد کر ایسے استدلال کئے ہیں جن کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ناظرین پڑھ کر خود فیصلہ کریں گے۔۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے یہ بات مدلل کردی ہے کہ علت افضلیت کمال ہے نہ عمر کا زیادہ ہونا۔۱۲ مرتب

[3] کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں امتی اور خادم ہونے کی قابلیت نہیں۔۱۲ مرتب

[4] یہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کے لئے سخت مغالطہ ہے کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ تَوَفِّیْ باب تَفَعُّل سے ہو اور فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور قبض کے معنی ہوتے ہیں۔اگر اس کے برخلاف کوئی دکھائے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔تو اردو خوان اور انگریزی خوان سمجھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکے ہیں۔اور بوجہ عربیت سے ناواقف ہونے (جاری)

انعام کو حاصل کرسکے۔پس جب[1] وفات ثابت ہوگئی تو حضرت مسیح موعود کی صداقت بھی ثابت ہوگئی۔پس[2] یاد رکھو کہ مسیح کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے اور کوئی آسمان سے نہ اترے گا۔ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا۔اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔وہ بھی حضرت مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گے۔تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان سے نہ

(بقیہ) کے یہ نہیں سمجھتے کہ تَوَفِّیْ مع القیود المذکورہ سے قبض روح کے معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت توفی یعنی یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ای ممیتک اور آیت تخاطب یعنی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ ای امتنی وفات مسیح ابن مریم کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ آیت تَوَفِّیْ سے بر تقدیر تفسیر ممیتک بھی یہ ثابت ہوتا کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں، اور آیت تخاطب سے بر تقدیر تفسیر امتنی جیسا حیات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی جو مفصل بیان ہوچکا ہے۔۱۲ مرتب

[1] پس جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں حیات مسیح ابن مریم علیہما السلام قرآن کریم سے ثابت کردی تو حسب تحریر مرزا صاحب، مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہوئے۔۱۲ مرتب

[2] یہ کیسا ڈھکوسلہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ قیامت کا وقوع سب اہل اسلام کے نزدیک مسلّم ہے اور تمام اہل اسلام کو قیامت کے وقوع کے ساتھ اس لئے ایمان ہے کہ مخبر صادق اور قرآن کریم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔اگر قادیانی مناظر کے اس ڈھکوسلے کو صحیح مانا جائے تو قیامت کا وقوع بھی باطل ثابت ہوتا ہے کیونکہ یوں کہہ سکتے ہیں۔پس یاد رکھو کہ قیامت کا وقوع محض جھوٹا خیال ہے۔قیامت کوئی نہ ہوگی۔قیامت کے ماننے والے جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔اور ان میں سے بھی کوئی آدمی قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی وہ بھی قیامت کو نہ دیکھیں گے۔تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ وقوع گذر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر قیامت واقع نہیں ہوئی۔تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ قیامت نہیں ہوگی۔اور قیامت کا وقوع حق واجب الایمان ہے پس ثابت ہوا کہ یہ ڈھکوسلہ باطل ہے۔قادیانی مناظر کے تمام پرچے ایسی ہی خیالی اور وہمی باتوں سے ہی بھرے ہوئے ہیں۔۱۲ مرتب

اترے۔ تب دانشمند ایک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔

اور اگر مفتی صاحب ابھی ایک مثال جس میں کہ تَوَفّی باب تفعُّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح ہو۔ اور اس کے معنی بجسدہ العنصری آسمان پر لے جانے کے ہوں پیش کریں۔ تو میں ابھی نقد پچاس روپیہ مفتی صاحب کو انعام دوں گا۔ قرآن مجید، حدیث، یا لغت سے پیش کریں۔ اب میں آخر میں دعا کرتا ہوں۔

اے ہمارے قادر خدا! ہماری عاجزانہ دعائیں سن لے۔ اس قوم کے کان کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راست باز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر جو ہر ایک طاقت اور قدرت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

مناظر: جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

حاکم علی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ

۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء

----------☆☆☆☆☆ ----------

۱؎ یہ عوام کے لئے مغالطہ ہے ورنہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں توفی سے رفع جسمانی ثابت کرتا ہوں۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے بلحاظ بَلْ اِبطالیہ وقصر قلب یہ امر ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۹؍ اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر ۵

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ط

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ط

حضرات سامعین! یہ میرا آخری پرچہ ہے۔ آپ کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رَفْع اِلَى اللّٰهِ اور بَلْ ابطالیہ اور قصر قلب بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے لے کر اور لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ اور مرجع ابن مریم ہونا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے لے کر

۱؎ اس کی تشریح یہ ہے کہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے اسلامی مناظر نے شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر چند باتیں قطعی طور پر ثابت کردی ہیں۔ پہلی یہ کہ رَفْع الی الله سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور اس تفسیر کی تائید میں دو حدیثیں اور ایک آیت اور عقلی شہادت پیش کی گئی ہیں اور نیز اس تفسیر کی تائید میں مرزا صاحب کا قول پیش کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس آیت میں بقرینہ نفی بل ابطالیہ ہے اور بل ابطالیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی اور ضدیت ہو دیکھو آیت ام یقولون به جنة بل جاء هم بالحق (مؤمنون) اور آیت ویقولون ء انا لتارکوا الهتنا لشاعر مجنون ۰ بل جاء بالحق (صٰفٰت) اور آیت وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحنه بل عباد مکرمون (انبیاء) پس بل ابطالیہ کے مقتضاء کے لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ بل رفعه الله الیه سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ کیونکہ وہ صفت جس کا ابطال مقصود ہے یعنی قتل المسیح اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود یعنی رفع المسیح ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدیت اسی صورت میں متصور ہوتی کہ جب بل رفعه الله الیه سے بصورت زندگی رفع جسمانی مراد لی جائے اور رفع روحانی مراد لی جائے تو قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان تنافی وضدیت نہ ہوگی اور قادیانی مناظر اس بل ابطالیہ کے استدلال کا شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ ان شاء الله تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور تیسری یہ کہ وما قتلوه یقینًا بل رفعه الله الیه میں قصر قلب ہے اور قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو تاکہ مخاطب کا اعتقاد متکلم کے اعتقاد کے برعکس متصور ہو اور قصر قلب کا یہ مقتضی بھی اسی صورت میں پورا ہوتا ہے جب کہ بل رفعه الله الیه سے یہ مراد لی جائے کہ چونکہ مسیح ابن مریم مقربین سے ہے اس لئے قتل المسیح کو رفع المسیح لازم ہے۔ اور یہ قصر قلب کے خلاف ہے اور (جاری)

ان سپاہیوں سے لشکر تیار کیا۔ اور پھر میں نے ان کو ہتھیار مطابق شرائط جنگِ مناظرہ پہنا کر میدان میں بھیجا۔ الحمد للہ کہ اس میرے لشکر کا زبردست فریق مخالف مقابلہ نہ کر سکا۔ بلکہ اس نے شکست کھائی۔ میں نے یہ ہتھیار نہایت کوشش سے تیار کئے تھے۔ اور دو ا خادم یعنی دو حدیثیں بھی اس لشکر کو رسد پہنچا کر تقویت دے رہی تھیں۔ اور پھر یہ بات قابل غور

(بقیہ) قادیانی مناظر اس قصر قلب کے استدلال کا بھی شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے واضح ہے۔ اور میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور اس دلیل وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں یہ خوبی ہے کہ یہ قرآن کریم کا فقرہ ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام وذکر ہے اور رَفَعَهُ صیغہ ماضی کا ہے اور یہ جملہ خبریہ تجیزیہ ہے۔ اور مرزائی جماعت جو مغالطات برنگ دلائل پیش کرتے ہیں ان میں قرآن کریم کا ایسا فقرہ کوئی نہیں جو ان صفات مذکورۃ کا جامع ہو اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے متعلق اسلامی مناظر نے شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر چند امور ذکر کئے ہیں۔ اول یہ کہ تمام نحویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس فعل مضارع کے اخیر میں نون تاکید ثقیلہ ہو اور ابتداء میں لام تاکید ہو اس فعل مضارع سے زمانہ استقبال اور خبر دینی مراد ہوتی ہے جیسا لَيُؤْمِنَنَّ میں۔ دوسرا یہ کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ ایک سیاق کلام کے لحاظ سے اور دوسرا مولوی نور الدین صاحب نے بھی اس ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم کو قرار دیا ہے جن کی مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور تیسرا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی کو ثابت کرتی ہے کہ مَوْتِهٖ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ اور ان امور مذکورہ کے لحاظ سے آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ قادیانی مناظر اس دلیل کا بھی شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔ ۱۲ مرتب

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں قرآنی دلائل کے علاوہ دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں۔ ایک يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ...... الخ اور دوسری لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا...... الخ۔ اور ان دونوں حدیثوں سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ سے حقیقی معانی مراد ہیں نہ مجازات۔ کیونکہ بروئے قواعد فن بیان مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متعذر ہو اور مرزا صاحب ان حدیثوں میں حقیقت کے امکان کے قائل ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ''بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں'' (ازالہ اوہام ص۶۹۸) اور بلحاظ قانون فن بیان اور مرزا صاحب کے تسلیم امکان ان دو حدیثوں سے بھی حیات مسیح ابن مریم ثابت ہوگئی۔ اور قادیانی مناظر ان حدیثوں کا بھی شرط۱ وشرط۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے واضح ہے۔ ۱۲ مرتب۔

ہے کہ منطوق ۱؎ دلائل کا عام دلائل مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دیکھو اَلْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ میں حاملہ اور غیر حاملہ اور شوہر دیدہ

۱؎ قادیانی مناظر نے جو وفاتِ مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے مغالطات برنگ دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے اور مسیح ابن مریم کی شخصیت کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔ جیسے وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (یونس) اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ. اور وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ. اور فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ. وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً اور وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ اور وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا (حج)

اسلامی مناظر نے ان آیات عامہ کے تفصیلی جوابات دے کر پھر اپنے پرچہ نمبر۵ میں اجمالی واصولی طور پر بھی جواب دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دیکھو اَلْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے عدت تین حیضیں ہیں۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ اور غیر حاملہ شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیضیں ثابت ہوتی ہے۔ اور دیکھو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا یعنی اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کر دو تو ان عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں۔ یہ مطلقہ شوہر نادیدہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اور دیکھو

وَالّٰٓئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِىْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق)

یعنی وہ عورتیں جن کی بوجہ کبرسنی کے حیض بند ہو چکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے یہاں یہ عام دلیل ان خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکی بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نادیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور دیکھو اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اور خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ویسا ہی چونکہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے لئے خاص منطوق دلیلیں ہیں۔ یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے عام دلائل کا یہ اجمالی واصولی طور پر جواب دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے مختوم محمد صدیق صاحب امیر جماعت احمدیہ کے فہم وادراک پر کہ انہوں نے اپنے اشتہار میں یہ لکھا ہے۔ ''طلاق اور حیض والی عورتوں کے مسائل سنانے شروع کر دیئے۔ غیر متعلقہ مسائل کے بیان کرنے سے سمجھدار طبقہ پر ظاہر ہو گیا کہ مفتی صاحب سخت گھبرا گئے ہیں اور ان کا علمی ذخیرہ ختم ہو گیا۔ تب ہی تو حیات مسیح کے مسئلہ کو چھوڑ کر حیض اور طلاق کے مسائل بیان کرنے لگ گئے۔'' انتہی۔ اب اہل علم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر کا یہ مضمون حسب قول مختوم صاحب غیر متعلقہ ہے یا موضوع مناظرہ کے ساتھ چسپاں ومربوط ہے۔ مختوم صاحب اس فہم وادراک میں معذور ہیں کیونکہ ان کی علمی بضاعت اسی قدر ہے۔ ۱۲ مرتب

اور شوہر نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب داخل ہیں۔ لیکن یہ آیت عام ان آیات خاص کا مقابلہ نہ کر سکی۔

یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَالَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّوْنَھَا. اور وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ.

اور آپ[1] جو تاریخ نبوت بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ الہام نے مرزا صاحب کو نبی بنایا ہے اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں اسی وقت سے نبی

---

[1] اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم ان کو مفتری اعتقاد کرتے ہیں اور اسلامی مناظر نے مرزا صاحب کی تین کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ چشمہ معرفت، ازالہ اوہام، براہین احمدیہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب کی کیسی حالت تھی۔ مرزا صاحب اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں۔ ''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی''۔ ص ۳۱۷۔ اور مرزا صاحب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں۔ ''اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو در حقیقت وہی بنا دیا ہے۔ وَکَانَ اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ (ص ۱۱۷۵) اور اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت بطور الزام نہیں پیش کی جیسا کہ اس نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں تصریح کی ہے۔ اور اگر بطور الزام پیش کی جائے تو پھر بھی شرط نمبر ۱ کے خلاف نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت الہام ہے اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت الہام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو پہلے پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کی وحی ہوئی تو اسی وقت نبوت کا وقت شروع ہو گیا نہ یہ کہ قرآن کے کثیر حصہ کے نزول کے بعد نبی بنے۔ تو اس لحاظ سے جب مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ہے تو ان کو اور ان کے مریدوں کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب جب سے ملہم ہیں تب سے ہی اپنے زعم میں نبی ہیں۔ ۱۲ مرتب

ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو صحابی ہیں جو شرائط کے مخالف نہیں۔ اور ابن عباس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مُتَوَفِّیْکَ سے مُمِیْتُکَ مراد لینا اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں بلکہ اسی آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ...... الآیۃ سے رفع جسمانی ثابت ہوتی ہے اور الرافع کا معنی اعزاز دہندہ کو یہ منافی[2] نہیں کہ رفع جسمانی بھی مراد لی جائے یا رفع روحانی ہی مراد لی جائے۔ اور اَمَتَنِیْ[3] کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے۔ اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور فقرہ[4] حدیث ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی میں ظاہر ہے کہ گو فاعل مذکور نہیں لیکن یہ رفع فی الحقیقت من جانب اللہ ہے جو اس لحاظ سے فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہے۔ اور اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ وغیرہ میں رفع الی اللہ کا ذکر نہیں بلکہ ہجرت الی اللہ یا فرار الی اللہ وغیرہ۔ اور ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ سے صاف ظاہر ہے کہ رات ہوتے ہی افطار کیا جائے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ تمام رات گذار کر اخیر جزو رات میں افطار کیا جائے۔ تو یہی حال رفع الی اللہ یعنی رفع الی السماء کا ہے۔ اور مطابق فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ جناب وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ سے یہود کا اعتقاد معلوم ہے تو پھر تورات کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور (استثناء باب ۲۱، ۳۰۳) میں درج ہے کہ مجرم مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ نہ کہ مطلق مصلوب۔ اور ابن مریم کا بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آنا

---

[1] اس کا بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] کیونکہ کنایہ اور حقیقت دونوں معاً مراد ہو سکتی ہیں۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے جب یہ فقرہ لکھ دیا ہے تو تمام مناظرہ میں سے اسی بات پر زور دینا یہ قادیانی مناظر کی شکست کی دلیل ہے۔ ۱۲ مرتب

[4] اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ ۱۲ مرتب

اس کے منافی نہیں کہ مجدد ہو کے اخیر زمانہ میں آئے۔اور میرے مناظر صاحب نے جو کئی ایک نمبر دیکر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں ان کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ کا فرض تھا کہ پہلے مضمون لکھتے اور پھر اس پر آیت قرآنی یا حدیث نبوی پیش کرتے۔اور معراج کی رات کو آنحضرت ﷺ کا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا اس سے موت لازم نہیں آتی۔اور لٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کے قصہ کو آپ نے کیوں چھیڑ دیا۔ہم نے تو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے مع لحاظ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ حیات مسیح ثابت کی ہے بلکہ قابل غور یہ بات ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں بَلْ ہے[1] جو ماضی پر داخل ہے اور بلحاظ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وغیرہ ضروری ہے کہ اس ماضی کی ماضویت ماقبل کے لحاظ سے ہو۔پس ثابت ہوا کہ واقعہ یہود پیچھے ہو۔اور پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو اس سے عقیدہ احمدی کی تردید ہوتی ہے اور میرے مناظر صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آنحضرت ﷺ کی افضلیت پر بڑا زور دیا۔لیکن مرزا صاحب پھر یہ کیوں فرماتے ہیں ۔

''منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد''

اور پھر مرزا صاحب اپنی کتاب ''چشمہ معرفت'' میں کیوں بیان کرتے ہیں کہ ''مجھے اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں کہ اگر وہ معجزات ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ہر ایک کی نبوت ثابت ہو جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل

[1] اسلامی مناظر نے اس فقرے کے ساتھ مرزائی عقیدہ کی تردید کی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے گئے لیکن تکلیف کھینچ کر زندہ اتر آئے اور کچھ عرصہ زمین پر گذار کر فوت ہو گئے۔اور تردید کی تفصیل یہ ہے کہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں بَلْ ابطالیہ ماضی پر داخل ہے اور بل ابطالیہ جس ماضی پر داخل ہو اس ماضی کی ماضویت ماقبل بل کے لحاظ سے ہوتی ہے۔جیسا اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ میں اتیان بالحق پہلے ہے اور نسبت جنون پیچھے ہے ویسا ہی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی رفع پہلے ہے اور واقعہ قتل پیچھے ہے۔یعنی مسیح ابن مریم صلیب چڑھائے ہی نہیں گئے۔۱۲مرتب

ہو کر شرف امتی حاصل کرنے کے لیے زندہ ہیں جو امت محمدیہ میں داخل ہو کر تجدید دین کریں گے۔اور ہم لوگ تو اس بات کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں ۔

كُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ[1]

اور میں نے پہلے پرچہ میں لکھ دیا ہے کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا ...... الاٰیة میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو۔

افسوس ! جان بوجھ کر چھیڑتے ہیں۔اور دیکھو[2] يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ ...... الاٰیة میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونا مطابق معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نیز ثابت ہے۔کیونکہ مُتَوَفِّيْكَ سے مُمِيْتُكَ مراد لیا جائے تو بھی بلحاظ ہر چہار ضمائر خطاب اور بلحاظ واؤ عاطفہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔اور واؤ عاطفہ کے متعلق قاعدہ نحوی متعلق عدم ترتیب ملاحظہ ہو۔اور نیز اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (بقرہ) وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (اعراف) ملاحظہ ہو۔

[1] یہ بیت قصیدہ بردہ کا ہے۔یعنی آنحضرت ﷺ مجمع کمالات ہیں اور دیگر انبیاء ...... وا آنحضرت ﷺ کے کمالات کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چلو کو دریا کے ساتھ نسبت ہے۔یا ایک چھینٹے کو باران کے ساتھ نسبت ہے۔اور پھر یہ کمالات بھی دیگر انبیاء نے آنحضرت ﷺ سے حاصل کئے ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور دیگر انبیاء بمنزلہ چاند کے ہیں۔۱۲مرتب

[2] اس کی تشریح ہو چکی ہے۔۱۲مرتب

اخیری فیصلہ

قَالَ [1] رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ اور نیز قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَأْزَرُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کَمَا تَأْزُرُ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ)

دیکھو کہ مدینہ طیبہ میں اس وقت کوئی احمدی جماعت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ کلہم دوسرے مسلمان ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس مذہب کا نام اسلام ہے، مذہب احمدی اس میں داخل نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کے سوائے جو اور مذاہب ہیں ان میں سے ہے پس ثابت ہوا کہ مطابق اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ کے یہ مذہب احمدی حق نہیں۔

دستخط : اسلامی مناظر

مفتی غلام مرتضیٰ

دستخط : پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

ازگھوٹہ ضلع ملتان

مولوی غلام محمد

---

[1] یعنی فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ اسلام غربت میں شروع ہوا اور عنقریب غربت کی طرف رجوع کرے گا جیسا کہ شروع ہوا۔ اور نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یقیناً ایمان واپس ہوگا طرف مدینہ طیبہ کے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف واپس ہوتا ہے۔ ۱۲ مرتب

دُعاء

''اے ہمارے قادر مطلق ہماری مخلصانہ دعائیں سن لے۔

اس قوم کے کان اور دل کھول دے جو تیرے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے سایہ سے لوگوں کو نکال کر متنبی کے سایہ کے نیچے داخل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ مطابق پیشگوئی لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ تمام ادیان باطلہ اُٹھ جائیں اور تمام دنیا میں دین اسلام ہی پھیل جائے۔ اور ہر جگہ اور ہر ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ کے نعرے بلند ہوں جو معلم توحید ہے۔ (۱۲ مرتب)

ناظرین

غور فرمائیں کہ جو شخص مومن ہے وہ مطابق آیۃ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے کیونکہ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ اور معشوق جب ایک امر کے متعلق فیصلہ کر دے تو عاشق مِنْ حَیْثُ ھُوَ عَاشِق کو یہ حق نہیں کہ اس فیصلہ کی مصلحت دریافت کرے۔ اگر مصلحت دریافت کرے تو وہ عاشق الٰہی نہیں۔ تو پھر مطابق آیۂ مذکورہ وہ مومن بھی نہیں۔

روئداد مناظرہ کے پڑھنے سے روشن ہو گیا ہوگا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیۂ مذکورہ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے خلاف۔ اور نیز روشن ہو گیا ہوگا کہ

مطابق اذا جآء الاحتمال بطل الاستدلال کے اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے تمام دلائل کے جانب مخالف کے احتمالات راجحہ بلکہ یقینیہ پیدا کر کے اس کے تمام استدلالات کو باطل کر دیا ہے۔ اور قادیانی مناظر اسلامی مناظر کے دلائل کے جانب مخالف کا احتمال مرجوح بھی نہیں دکھا سکا۔

علماء وفضلاء حاضرین مناظرہ کثیر التعداد کے آراء حقہ متعلق مناظرہ موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بوجہ خوفِ طوالت فقط چند علماء وفضلاء کی آراء حقہ بطور مشتے نمونہ خروار ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے دلائل قویہ اور تبحر علمیہ کا پتہ چلتا ہے۔

عالم بیمثل فاضل بے بدل علامہ دہر
مولانا حضرت جناب مولوی غلام محمد صاحب

(ساکن گھوٹہ ضلع ملتان پریذیڈنٹ)

(اسلامی جماعت)

احقر بحیثیت صدر جماعت اسلامیہ مناظرہ واقعہ موضع ہریا ضلع گجرات بتاریخ ۱۸ و ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۲۴ء ظاہر کرتا ہے کہ جماعت اسلامیہ کی طرف سے ہمارے ملک کے مشہور فاضل مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی ضلع شاہ پور مناظر تھے۔ اور قادیانی جماعت کے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل تھے جن کا اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں۔ اس مناظرہ کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ:

۱...... انعقاد مجلس مناظرہ کے متعلق مفتی صاحب کے مساعی جمیلہ قابل شکر یہ ہیں۔ یہ مفتی

صاحب کا ہی اثر تھا کہ جس مناظرہ کی ذمہ داری بڑے بڑے افسر نہ لے سکے اس کا ذمہ وار مفتی صاحب کا ایک معتقد ہو گیا۔ مفتی صاحب نے بڑی کوشش کی کہ مناظرہ ضرور ہوتا کہ قادیانی جماعت کو حوصلہ نکالنے کا موقعہ دیا جائے اور ان کے خیالات کا پورا قلع قمع کر دیا جائے۔ گو قادیانی جماعت نے بے حد کوشش کی کہ مناظرہ نہ ہو سکے۔ مگر مفتی صاحب کی تدابیر نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اگر قادیانی جماعت حق شناس ہوتی تو اس کو مفتی صاحب کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

۲...... مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہ ومہ نے آفرین آفرین کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظر نہایت بدخو تھا۔ اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے جائیں تو کافی تعداد ہو جائے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری و نسبی و جبلی شرافت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لئے یہ حلم و بردباری تقریباً محال ہے۔

۳...... قادیانی مناظر نے گو حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حسب عادت فرقہ ہذا نہایت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے۔ مثلاً کہا کہ ”مسیح (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو کَلّا کا کِلّا واپس نہیں آنے دیتا جس کا مطلب بیان کرنا بھی کفر ہے۔ اور بزرگوں کی اہانت کے کلمات سننے سے ہر مسلمان کو جوش آ جاتا ہے۔ مفتی صاحب بھی جوش میں آئے اور مناسب تھا کہ جھوٹے مسیح کو بھی کِلّا ٹھوکتے مگر آپ نے مرزا صاحب کے متعلق نہایت عزت کے الفاظ استعمال کئے جو کسی مسلمان کو نہ بھاتے تھے۔

۴...... قادیانی مناظر نے دو دفعہ قرآن کریم کو سخت غلط پڑھا۔ ایک تو آیت ءَاَنْتَ قُلْتَ

لِلنَّاسِ الآية کو اور دوسرے مَاکَانَ لِبَشَرٍ...... الآیة کو جس کی وجہ سے میدان مناظرہ میں سخت ابتری پھیل گئی۔ اس واسطے کہ قرآن شریف کو غلط پڑھنا سخت قبیح ہے اور پھر عوام کے نزدیک تو یہ بالکل اقبح ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام مفتی صاحب اور احقر کے سکوت کو بے محل قرار دے کر فساد پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ حافظ غلام محمد صاحب ساکن میانہ گوندل کا نام نامی مجھے یاد ہے اور ان کی وہ جھنجھلاہٹ والی شکل یاد ہے جس سے باور ہوتا تھا کہ قادیانی مناظر کو شاید نگل جائیں گے۔ مگر مفتی صاحب نے لوگوں کو سخت منع کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ گو بامحل بھی ہو۔ اس واسطے کہ ذمہ دار اس کا میں ہوں اور شریف اپنی ذمہ داری کو نبھایا کرتا ہے۔

۵...... قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کی بے قاعدگیاں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۴۹ ہیں۔ اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرائط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

۶...... مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی والزامی تقریب تام سے مزیّن تھی۔ مگر قادیانی مناظر بالکل تقریب کے قریب نہ جاتا۔

۷...... مفتی صاحب اپنا بیان تقریری وتحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے۔ مگر قادیانی مناظر کی زبان کی رفتار بہت تیز تھی۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکہ جماتی تھی مگر قادیانی مناظر کی تقریر کامل تنفیر کا موجب ہوتی تھی۔ بلکہ بعض تو اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

۸...... قادیانی جماعت نے مفتی صاحب پر پہرہ لگا دیا کہ کسی سے مدد نہ لے سکیں۔ جب ہم نے بھی قادیانی مناظر کے متعلق ایسا انتظام کرنا چاہا تو مفتی صاحب نے روک دیا اور فرمایا کہ جس سے مدد لیں روکو نہیں۔ چنانچہ ایک پتلے دبلے عینک دار قادیانی مناظر کی کاپی کی

اصلاح کرتے رہے اور مفتی صاحب کے علمی اعتماد نے انہیں اپنے ارمان نکالنے دیئے مگر ہوا وہی جو منظور ایزدی تھا۔

۹...... جب پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا تو اسلامی جماعت کو خیال آیا کہ مجمع کثیر ہے اور فرصت کو ہاتھ سے نہ کھونا چاہئے اور سلسلہ تبلیغ شروع کرنا چاہئے۔ تاکہ عوام آریہ وغیرہ کے خیالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس کا اعلان کیا گیا مگر قادیانی مناظر معہ قادیانی جماعت نہایت ناراض ہوئے اور کہا کہ اگر تبلیغ وغیرہ کا ارادہ ہے تو ہم کو گوارا نہیں۔ پس ہم جاتے ہیں لہٰذا تبلیغ کا سلسلہ روکا گیا۔

۱۰...... قادیانی جماعت نے پہلے دن ایک صدر مقرر کیا اور دوسرے دن دوسرا صدر مقرر کیا تاکہ کسی طرح سے مسلمان لوگ ہماری مخالفت کریں اور ہم دوسرے دن کا مناظرہ کئے بغیر نکل چلیں۔ احقر صدر اسلامی جماعت بار بار وقت کی پابندی کی تاکید کرتا تھا۔ مگر صدر قادیانی جماعت فرماتے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ اتفاقاً احقر کہہ بیٹھا کہ آپ کی گھڑی مجدد ہے یعنی نئی ہے۔ جس پر قادیانی جماعت بگڑ گئی اور بڑے اصرار سے روبراہ ہوئی جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے نکل چلیں۔

فَتِلْکَ عشرةٌ كاملةٌ ولدينا مزيد

اس سے ناظرین اندازہ لگالیں کہ کون مفتوح ہوا اور کون فاتح۔ میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا صاحب خود بھی سنتے تو مسلمان ہو جاتے مگر ہدایت مقدر نہ تھی۔

احقر غلام محمد

ساکن گھوٹہ ضلع ملتان

جامع الفنون النقلیہ والعلوم العقلیہ مولانا مولوی محمد نجم الدین صاحب

پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

بتاریخ ۱۸ و ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء ایک تحریری مناظرہ اہل اسلام واہل قادیان میں منعقد ہوا۔ سامعین میں سے ایک میں بھی تھا۔ اہل اسلام کے مناظر جناب مولانا مولوی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی تھے۔ اور اہل قادیان کی طرف سے مولوی جلال الدین شمسی تھے۔ میں نہ صرف تقاریر ودلائل جانبین میں حقانیت کے عنصر غالب کا متلاشی تھا۔ بلکہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ پابندی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کونسی جانب متانت وثقاہت استقلال وتحمل سے کام لے رہی ہے۔ مجھے دوروزہ تجربہ کی بنا پر افسوس سے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قادیانی مناظر نے متانت سنجیدگی کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف شرائط مناظرہ کی پابندی سے آزادی کا عملاً اعلان کیا بلکہ اسلامی مناظر کی شخصیت پر بار بار تحریروں میں شوخیانہ اور غیر شریفانہ حملے کرکے اپنی تنگ نظری وحقیر مائیگی پر شہادت دی۔ مفتی صاحب جہاں عزم وثبات، وقار واستقلال ان کا طرۂ امتیازی تھا وہیں متانت وشرافت، تہذیب وشائستگی کے پیکر بن کر موافق ومخالف سے تحسین لے رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا مفتی صاحب کے دلائل وشواہد کو توڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ادھر ادھر کے غیر مربوط وغیر متعلق امور سے حاضرین کی تواضع کرتے رہے۔ مناظرہ آخر تک سکون وامن سے ہوتا رہا یہ سکون اور زیادہ ہوگیا جب آخر میں آفتاب صداقت کی ضیاباری سے کذب وبطلان کی گھنگور گھٹاؤں کا شیرازہ سراسر منتشر ہوگیا۔ والسلام

نجم الدین

پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

جناب مولانا مولوی ابوالقاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل

از کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ

مکرم بندہ حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہریا سے روانہ ہوکر میں جلال پور جٹاں پہنچا تھا۔ وہاں دو تین تقریریں مرزاجی کے کفر والحاد پر ہوئیں جن سے نہایت عمدہ اثر ہوا۔ اس کے بعد یہی مولوی جلال الدین شمس قادیانی معہٗ ان چودھری صاحب کے جو وہاں جلسہ ہریا میں پریذیڈنٹ تھے جلال پور آئے۔ شرائط مناظرہ طے نہ ہوئے۔ لہٰذا وہاں کی انجمن نے اعلان کردیا کہ مرزا صاحب قادیانی کے کفر والحاد پر تقریر ہوگی۔ جلسہ ہوا۔ قادیانی بھی مجبوراً آئے اور مناظرہ میں پھنس گئے کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے مرزائیوں کو دعوت دی تھی اس نے بھی ان کی شکست کا اقرار کیا اور مرزائی بصد رسوائی وہاں سے بھاگے۔ شیعہ وسنی اخباروں میں ان کی شکست کا حال شائع ہوا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

مناظرہ ہریا کے متعلق خاکسار کی رائے

میں مناظرہ ہریا میں جو مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ومولوی جلال الدین صاحب شمس دربارہ حیات مسیح منعقد ہوا تھا حاضر تھا۔ مناظرہ دو دن نہایت خوش اسلوبی سے ہوا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم سے دو دلیلیں حیات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں جن کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا اور قواعد عربیت سے نہایت محکم استدلال کے ساتھ ثابت کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں ان کا جواب مرزائی مناظر صاحب سے کچھ نہ ہوسکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

ان ادلہ کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اہل علم جو قواعد عربیت کے ساتھ قرآن کریم کی آیات سے حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں مرزائی مناظر ہر مناظرہ میں مبہوت رہ جاتے ہیں اور سوائے کج بحثی اور دفع الوقتی کے ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح پر شمس قادیانی نے پندرہ دلیلیں جو درحقیقت مغالطات تھے وفات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں۔ مگر کسی کو بھی صاف طور پر وفات مسیح علیہ السلام سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اہل علم کی نظر میں صرف ابلہ فریبی اور دفع الوقتی تھی اور یہی اس قوم کا مشن ہے۔ جس کو مرزا صاحب نے اپنی امت کے لئے مسنون قرار دیا۔

مصرعہ: ''وَلِكُلِّ قَوْمٍ سُنَّةٌ وَّاِمَامُهَا''۔ الغرض شمس صاحب قادیانی اگرچہ زود نویسی کی وجہ سے نقل رسائل وغیرہ سے بہت سے اوراق سیاہ کر دیتے تھے۔ اور خلاف شرائط مناظرہ بہت جلدی تقریر کر کے مرزائی تبلیغ بھی کرتے جاتے تھے۔ مگر مفتی صاحب ممدوح کے اَدِلّہ قطعیہ اور براہین نقلیہ کا جواب نہ دے سکے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ط

ابو القاسم محمد حسین عفی عنہ مولوی فاضل
از کولوتارڑ

مولانا مولوی محمد کامل الدین صاحب منشی فاضل از میلووال

حال مقیم رتوکالہ تحصیل بھلوال ضلع شاہپور

میں مناظرہ ہریا کے سب اجلاسوں میں شریک رہا۔ علامہ مفتی صاحب نے اپنا دعویٰ صرف ایک آیت وَمَا قَتَلُوْهُ...... الآیۃ سے بھی ثابت کر دیا اور اس آیت سے اسی طریقہ پر استدلال بر حیات مسیح علیہ السلام کیا جو شرائط میں مشروط تھا۔ یعنی آیت کے ان معنی جو احادیث نبوی اور اقوال صحابہ و قواعد صرف، نحو، لغت معانی، بیان، بدیع، کے عین مطابق تھے مولوی جلال الدین احمدی اپنے دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام کے لئے تذبذب کی حالت میں کبھی کوئی آیت پیش کرتے تھے کبھی کوئی۔ کبھی تورات تحریف شدہ کو پیش کرتے تھے۔ کبھی اشعار مرزا صاحب زبان پر لاتے تھے جو شرائط مجوزہ کے بالکل خلاف تھا اور اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ خود ان کو کسی ایک آیت پر اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے پورا وثوق اور تسلی نہیں۔ بلکہ تمام حاضرین نے قادیانی مناظر کی گھبراہٹ اور علامہ مفتی صاحب کے استقلال کو اچھی طرح اس وقت پرکھا جبکہ مفتی صاحب دوسرا پرچہ لکھ کر مولوی جلال الدین صاحب کو دینے لگے تو انہوں نے مفتی صاحب کو کہا کہ آپ اخیر پرچہ میں ان الفاظ کے ساتھ قسم لکھ دیں۔ ''مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ پرچہ اسی اجلاس میں لکھا ہے اور میں نے کسی غیر سے امداد نہیں لی''۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بلاتوقف یہ الفاظ لکھ دیئے۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحب نے قادیانی مناظر سے پہلے کوئی قسم وغیرہ طلب نہیں کی۔ حالانکہ قادیانی مناظر سے ضرور قسم لینی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے بعض امور کی بابت میرے ہم جماعت اور اپنے استاد مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل سے مدد لی ہے۔ جس کا مجھے ذاتی علم ہے اور اس بات پر میں مولوی صاحب موصوف کے ساتھ قسم اٹھانے

کے لئے تیار ہوں۔ اور باوجود اس بات کے کہ مفتی صاحب کو آج تک کبھی کسی میدان مناظرہ میں آنے کا موقع نہیں ملا صرف ایک آیت میں اپنے مناظر کو لاجواب کر دیا۔ خصوصاً ایسی قوم کے مقابل کھڑا ہونا نہایت ہی مشکل ہے جو قرآن کریم میں تحریف کرنے اور احادیث میں ردوبدل کرنے سے ذرا بھر بھی نہیں جھجکتی۔ اس بات کا پورا ثبوت مرزا صاحب کے اس قول سے چلتا ہے جو انہوں نے ''اعجاز احمدی'' میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

''جو حدیثیں میرے الہام کے خلاف ہوں ہم ان کو ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں'' یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اگر مرزا صاحب کے وہ اقوال اور الہامات پیش کئے جائیں جو صراحۃً قرآن کریم اور احادیث کے خلاف ہوں تو ادھر سے پہلو تہی کر کے ان کا لقب متشابہات تجویز کیا جاتا ہے۔ مثلاً ع

''منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد''

دورانِ گفتگو جلسہ گاہ میں میرے سابق ہم جماعت مدرسہ حمیدیہ لاہور مولوی محمد اسماعیل صاحب احمدی جلالپوری مولوی فاضل و منشی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان نے علامہ مفتی صاحب کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب ایک عالی دماغ آدمی ہیں اور تقریر سے ان کی علمی لیاقت ٹپکتی ہے۔ بوقت تقریر مفتی صاحب کے حق میں لافضِ فوک کی صدائیں آرہی تھیں۔ رپورٹ شائع ہونے پر مولوی جلال الدین صاحب کو پتہ چلے گا کہ میں کیا اور کس سے باتیں کر رہا تھا۔ شعر

ستعلم لیلٰی ای دین تداینت   وای غریم فی التقاضی غریمها

ع ''حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم''

حافظ کامل الدین منشی فاضل میلووالی

مقیم رتوکالہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۲۴ء

مولانا مولوی امام الدین صاحب (ساکن کندوال تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم) ع

بحث کا جو تھا نتیجہ آگیا   مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
میرزائیوں کی عجائب گت بنی   جب مباحثہ شہر ہریا میں ہوا
میرزائیوں سے جلال الدین تھا   اہل سنت سے غلام مرتضیٰ
بحث تھی عیسیٰ کی زندگی موت میں   یعنی عیسیٰ زندہ ہے یا مرگیا
معیار تھا قرآن ہم قول نبی ﷺ   فیصلہ اس پر مسلّم ہوچکا
مفتی صاحب جب پڑھا قرآن شریف   لحنِ داؤدی سے جلسہ بھر دیا
آیت اِنَّا قَتَلْنَا جب پڑھی   رَفَعَهُ اللّٰه سے یہ ثابت کر دیا
زندہ ہے عیسیٰ ابھی افلاک پر   دیکھ لے نکتہ عجب بَلْ میں پڑا
ہے یہ اضرابیۃ ابطالیہ بَلْ   اور قصر قلب ہے اس میں چھپا
موت کو باطل کیا ماقبل نے   جو کہ پہلے آپکا نافیہ مَا
رَفَعَهٗ سے یہ آوازے آرہے   زندہ ہے وہ آسماں پر چڑھ گیا
اس میں ہیں اثبات جسد عنصری   اس کا منکر ہے نہیں جز اشقیا
بَلْ کے اندر پھس گیا صنعی شمس   منہ پہ پردہ پڑگیا کسوف کا
ہاتھ پاؤں مارے سب لیکن کہیں   رستگاری کا نہ ہرگز راہ ملا
سب کو روشن ہوگیا زندہ مسیح علیہ السلام   موت کا قائل ہوا ہے روسیا
ہر طرف سے آرہی تھی یہ ندا   آفریں صد آفریں مفتی غلام مرتضیٰ

راقم امام الدین

از کندوال ڈاکخانہ للہ شریف

مولانا مولوی شیخ امام الدین صاحب (ساکن ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات) ع

بحمد اللہ خدا بنمود مارا   غلامِ مرتضٰی حق کا پیارا
بہ ہریا قدم رنجہ چوں بفرمود   دیا کر حق و باطل میں نتارا
لوائے مرزائی منہدم شد   بمیدانِ مباحثہ آشکارا
غلام مرتضٰی در ملک پنجاب   چمکتا ہے ہدایت کا ستارا
بگوید شیخ از شادی ہمہ دم   عجب ہیں عالمِ دینی دلارا

ایضاً ع

بیا اے طالبِ صدق وصفائی   ببیں درصدق شانِ کبریائی
چوآمد صدق وحق باطل نہاں شد   عیاں شد صدق وحق را دلربائی
گروہِ احمدی زیر و زبر شد   چو غالب شد بیانِ مرتضائی
چو بشنیدند علم مفتیِ دیں   شکست آمد بشانِ میرزائی
بزیر سایہائے امغولاں   مباحثہ گشت بہرِ رہنمائی
کہ تا دانند سنی حق وباطل   کنندار فرقۂ ضالہ جدائی
کمر بستہ درآمد مفتیِ دیں   بسر کردہ کلاہ چشتیائی
سلیماں دار برکرسی نشستہ   چو یوسف دار از اخواں رہائی

ایضاً ع

واہ سبحان اللہ رب خالق سوہنا کم بنایا
جلسہ وچ میانی آیا ہریے رب لیایا

باغ قلوب اساڈیاں اُتے گھلی باد بہاری
ہسیاں کلیاں ہویاں شگفتہ آئی انہا ندیواری
جنہاں غریباں کدیں نہ ڈِٹھا ایہ جلسہ فیضانی
دُرافشانی ایہ حقانی دیکھ ہوئے قربانی
ہوئی زیارت لوکاں تائیں عالمِ گھروچ آئے
کدہ قرآن حدیث کتاباں مسئلے خوب سنائے
مفتی صاحب میانی والے وچہ آہے سرکردے
کاٹھاندے سنگ لوہے بھارے جان بیچارے تردے
اس زمانے ظاہر جا پن ثانی تفتازانی
اخفش اتے مبرد وانگوں نحوی مردحقانی
نص حدیثوں مفتی صاحب گُل جواب لیایا
قادیانوالے ملاں صاحب سائنس گل سنایا
حیات مسیح علیہ السلام دی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں
نازل ہوسی وچہ زمانے آخر سچ پچھانوں
جسدم عالم قادیانوالا کرداسی تقریراں
سننے والیاں تائیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے تأمل مفتی صاحب بولن
خوش بیانی اُتے مؤمن جند جاناں سب گھولن
علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا
علم کلام معانی اندر ابلق تیز چلایا

مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا
جتھے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پھیر اٹھایا

ازمسکین شیخ امام الدین (از قریہ ہریہ)

جناب مولوی گل احمد صاحب

ساکن پنڈ دادنخان ضلع جہلم

شمس تیری چمک دیکھی اُجالے میں اندھیرا ہے — منور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے
لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے — کوئی بٹیر جاڈھونڈھو کہ تو بھی اک بٹیرا ہے
غلام میرزا پہلے تو کرلے علم کی تحصیل — غلام مرتضٰی سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے
ذرا دیکھو وَمَا قَتَلُوْا وَمَا صَلَبُوْا کی آیت کو — تمہارے موت کے عقدے کو کیا اس نے بکھیرا ہے
اگر مطلوب زندگی ہے تو بل رَّفَعَ کی بَلْ دیکھو — مسیح موعود کا چرخ بلندی پر بسیرا ہے
فلک کی کج ادائی نے لگایا شمس کو کہنا — جبھی تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے

جناب مولوی بدرالدین صاحب

ساکن رکن ضلع گجرات

بحمد اللہ کہ از فضلِ خداوند — دلِ ہر اہلِ حق گردید خورسند
نماندہ مشتبہ دجّال و عیسٰی — جلی شد کذبِ فرعوں صدق موسٰی
غلام مرتضٰی مفتی حقانی — رمیدہ ازوے شمس قادیانی
دم از علمِ بیاں بروئے دمیدہ — ببیں حلقوم کائید چوں بریدہ
نمے گویم کہ عیسائے زمان است — ولے دجّال کشتن راجوان است

واعظ بینظیر و مبلغ خوش تقریر مولانا حضرت سید صدیق شاہ صاحب

ساکن منگوال تحصیل خوشاب ضلع شاہپور

حمد خدا صلوٰت محمد آل اصحاب رلائیں
اس تھیں پچھے واضح ہووے ساریاں موموناں تائیں
مرزائیاں تے مفتی صاحب شرطاں کیتیاں تاہیں
وچہ انہاندے جھگڑا کرئے باہر جائے ناہیں
مفتی صاحب فاضل پوراشرماں والا بندا
وچہ شرطاندے پورا اتریا چھوڑ نکماں دھندا
کل شئی یرجع الیٰ اصلہ حضرت دافرمانا
جیسا اصل کسے دا ہوئے اس پاسے اس جانا
ہر کوئی جانے مفتیانوالا ہے شریف گھرانہ
نال شرافت پورا اتریا چھڈ کے مکر بہانہ
مفتی صاحب مرزایاں نوں خنجر ماری بَلْ دی
تاہیں وچہ انہاندے سینے آتش غمدی بلدی
عیسیٰ انوں آسماناں اُتے بَلْ چڑھا یا جلدی
بَلْ انہاندے دل نکالے واہ نہیں کوئی چلدی
خوش رہویں اے مفتی شالا ہووے لمی حیاتی
اللہ پاک بنایا تینوں رحمت دی برساتی
مردیاں دے دل زندے کیتے تیریاں خوش تقریراں

دنیاتے رب زندہ رکھے تیں جیہاں تصویراں

ہے خوش خلقت ساری تیں تے ربّ ہووے خوش شالا

توں اج مردیاں دلاں اندر جانی پاون والا

توں ہن اپنے شعر سنا کے بس کر شاہ صدیقا

مفتی صاحب چھوڑیا ناہیں باقی کوئی دقیقہ

صدیق شاہ (ازمنگوال)

خلاصہ

یہ ہے کہ جیسا مرزائی جماعت کے پاس دیگر مسائل مختلف فیہا میں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس ایسی کوئی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو۔ اس کی تائید میں ہم ایک مکالمہ پیش کرتے ہیں۔

مکالمہ مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اول مرزا صاحب)

جن دنوں مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں اول مدرس تھے ان دنوں مولوی ابراہیم صاحب کے مکان واقع کشمیری بازار میں بموجودگی مولوی ابراہیم صاحب ودیگر چند اصحاب بتاریخ ۱۴ یا ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مابین مفتی صاحب و مولوی صاحب موصوف یہ مکالمہ ہوا۔

مفتی صاحب: میں آپ کو مرزا صاحب کے معتقدین میں سے وسیع المعلومات

اعتقاد کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر کچھ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں اس حکایت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے کہ:

ایک دن ایک سائل نے میرے سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب ہے۔ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا کیا مطلب سمجھا ہوا ہے، سائل نے کہا کہ میں نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہوا ہے کہ ایک دعویٰ مثلاً موجبہ ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات واجزاء بھی موجبے ہوں گے۔ اور وہ دلیل اپنی ایجابی جانب کے لحاظ سے اس دعوے کو ثابت کرے گی۔ اور اگر اس دلیل کے مقدمات واجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہوا تو وہ استدلال باطل ہوگا اور وہ دلیل اس دعویٰ کو ثابت نہ کرے گی۔ میں نے سائل کو کہا کہ یہ مطلب غلط ہے بلکہ اس مقدمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر احتمالوں پر غور کی جائے تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب: جناب میں نے اس حکایت کو سمجھ لیا ہے لیکن جس طریق سے میں استفسار کروں اس طرز پر آپ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: کہئے۔

مفتی صاحب: یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی مات عیسیٰ۔ لیکن میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ مات عیسیٰ وھمًا ہے یا شکًا یا ظنًا یا تقلیدًا یا یقینًا۔

مولوی صاحب: میرا عقیدہ مات عیسیٰ یقیناً ہے۔

مفتی صاحب: تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعوے کے ثابت کرنے کے لئے جو

دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہوں۔

مولوی صاحب: یقینی دعویٰ میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔

مفتی صاحب: واقعی یقینی دعوے دو قسم ہیں۔ بدیہی اور نظری۔ بدیہی تو اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔ اب میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ **مات عیسیٰ یقینا** بدیہی ہے یا نظری؟

مولوی صاحب: نظری ہے۔

مفتی صاحب: جب آپ کا یہ دعویٰ نظری ہے تو پھر ضرور اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہے اور چونکہ آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے اس لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعوے کو ثابت نہ کر سکے گی۔

مولوی صاحب: تو پھر کیا ہوا۔

مفتی صاحب: جناب پھر جو مطلب مقدمہ **جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کا سائل نے بیان کیا ہے وہ صحیح ثابت ہوا اور جو معنی آپ نے کئے ہیں وہ غلط ہوئے۔

مولوی صاحب: آپ **مانحن فیہ** کی طرف رجوع کیجئے۔

مفتی صاحب: رجوع کرتا ہوں۔ جناب من اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ **مات عیسیٰ یقیناً** کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل بیان فرمائیں گے خواہ وہ دلیل قرآنی ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے۔

مولوی صاحب: یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔

مفتی صاحب: جناب جب آپ کا دعویٰ یقینی ہے اور آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ

ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے۔

مولوی صاحب: یہ میں نہیں کہوں گا

اسی نزاع میں مکالمہ ختم ہوا۔ اور مولوی نو الدین صاحب نے اخیر میں فرمایا کہ مفتی صاحب نے مناظرہ کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں! کہ یہ مولوی نورالدین صاحب وہ ہیں کہ جن کو تمام مرزائی جماعت کے اشخاص اپنی جماعت میں علمی حیثیت سے فائق سمجھتے ہیں۔ اور ان کے مضامین کے ساتھ مرزا صاحب ہمیشہ رطب اللسان رہے اور مرزا صاحب کے انتقال کے بعد یہی مولوی صاحب موصوف خلیفہ اول ہوئے۔ بااین ہمہ پھر بھی یہ مولوی صاحب اپنا دعویٰ **مات عیسیٰ یقینا** کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کر سکے جس میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کریں۔

مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا صاحب کو مناظرہ کیلئے دعوت

مرزا صاحب کے خلیفہ اول کا حال تو ناظرین نے سن لیا ہے اب ہم مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی یعنی مرزا محمود احمد صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے ساتھ مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہما السلام میں بمقام لاہور اس طریق پر مناظر کریں کہ تمام مناظرہ کے دو پرچے ہوں۔ پہلے پرچے میں مرزا محمود احمد صاحب اپنے دعویٰ **مات عیسیٰ یقینا** کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی دلیل ایسی تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط اول (۱) وشرط دوم (۲) کے عین مطابق ہو۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب پہلے پرچہ میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی ایسی دلیل تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا

ہوا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے عین مطابق ہو۔ اور دوسرے پرچے میں ہر ایک مناظر اپنے فریق مخالف کے پرچے اول کی مطابق شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ تردید تحریر کرے۔ اور ہر ایک مناظر اپنے ہر دو پرچوں کو عام اجلاس میں ایک وقت معیّن کے اندر بیان کرے۔

نوٹ: ہم نے خاص کر مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں مناظرہ کرنے کے لئے اس لئے دعوت دی ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ہی اپنے صدق وکذب کے لئے معیار ومیزان قرار دیا ہے۔

ہدایات

قادیانی مناظر نے روئیداد مناظرہ کے ساتھ ایک ضمیمہ بعنوان ’’چند ضروری باتیں‘‘ چسپاں کر دیا ہے جس میں اس نے اختراعیات اور مغالطات درج کر دئے ہیں جن کے متعلق چند ہدایات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے ’’مشتہر سطر۲و۳ میں لکھتا ہے کہ موضوع مناظرہ حیات ووفات مسیح ابن مریم تھا اور صرف اسی مسئلہ پر مباحثہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خود مفتی صاحب نے کہا تھا کہ میں صرف اس مسئلہ پر ہی بحث کروں گا‘‘۔

ہدایت

یہ نافہمی ہے کیونکہ مشتہر نے لکھا ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ

کرنا چاہا۔ اور قادیانی جماعت کا یہ چاہنا ہم ابتداء میں بعنوان تعیین موضوع مناظرہ، مفصل لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ مشتہر نے ہم پر شرط نمبر۱ و۲ لکھ کر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف کیا ہے۔ یہ تو مناظرہ کے پرچہ جات پڑھنے سے ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ دونوں مناظروں میں سے کس نے شرائط کے خلاف کیا ہے۔ براہین احمدیہ سے حوالے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تحریریں اور اپنے آخری پرچوں میں نئے دلائل پیش کرنا کیا شرائط کے خلاف نہیں تھا۔ جس کے مفتی صاحب مرتکب ہوئے۔

ہدایت

براہین احمدیہ کے حوالے خلاف شرط نمبر۱ اور نمبر۲ نہیں۔ کیونکہ پہلے تو اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ لکھ دیا ہے کہ ’’میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے‘‘ الخ۔ اور دوسرا یہ کہ دعویٰ نبوت کی تاریخ جو مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے بیان کی ہے وہ ہم پر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم مرزا صاحب کو متنبّی اور ان کے معتقدین کو معتقدین متنبّی سمجھتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کی علت ملہمیت کو قرار دیا ہے اور بوقت تالیف براہین احمدیہ مرزا صاحب بزعم خود ملہم تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب کے پیغمبر ہونے کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب پہلی

دفعہ یہ وحی ہوا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تو اسی وقت سے سلسلہ نبوت شروع ہوگیا۔ نہ یہ کہ قرآن کریم کے حصہ کثیر نازل ہونے کے بعد سلسلہ نبوت شروع ہوا۔ اور نیز مولوی نورالدین صاحب کی تحریریں پیش کرنا شرط نمبر۱ اور شرط نمبر۲ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں لکھدیا ہے کہ میں نے مولوی نورالدین صاحب کے اقوال کو اس حیثیت سے پیش نہیں کیا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ ہی اس حیثیت سے کہ وہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس حیثیت سے پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کے زمانہ میں مولوی نورالدین صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور ان اقوال پیش کردہ کی بعدہٗ نہ مرزا صاحب نے ترمیم وتنسیخ کی ہے اور نہ ہی مولوی صاحب موصوف نے۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آخری پرچوں میں کوئی نیا مضمون بطور دلیل بیان نہیں کیا بلکہ بطور تردید۔ بیشک قادیانی مناظر نے شرط نمبر۱ و۲ کے خلاف کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً تورایت کا پیش کرنا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وحضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا شاہ رفیع الدین صاحب ومجاہد کو پیش کرنا اور پرچہ نمبر۱ دلائل میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول درج کرنا خیالی اور وہمی باتوں سے اپنے پرچوں کو لبریز کردینا جو مومن من حیث ہو مومن کا بھی حق نہیں کہ ایسی باتیں مومن کے مقابلہ میں پیش کرے۔ علم فزیالوجی کے مسائل کو بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ پھر بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ آیت لکھ کر کہتے ہیں کہ بَلْ ابطالیہ میں ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہو اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو

ان میں تنافی اور ضدیت ہونی ضروری ہے مگر رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے الخ۔

اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ مختصراً اس کا جواب یہ ہے کہ بَلْ ابطالیہ بھی یہاں مان لیا جائے تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہوجاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہوجاتا تھا جو رفع روحانی کے منافی ہے۔ اس لئے یہود کے قول کی نفی کرتے ہوئے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی دعویٰ میں جھوٹے ثابت نہیں کرسکے اس کی ضد کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں کو لفظ بل سے ثابت کیا ہے۔

ہدایت

''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' اب قادیانی مناظر کا بھی یہی حال ہورہا ہے۔ دیکھو قادیانی صاحب فرماتے ہیں۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ پرچوں میں انہوں نے جواب دیتے ہوئے تورات کو ہی پیش کیا ہے جو یہود کی محرّف منسوخ شدہ کتاب ہے۔ اور جس کا پیش کرنا بروئے قرآن وحدیث نبوی جائز نہیں۔ اور نیز یہ کتاب محرف منسوخ شدہ قادیانی مناظر کی امداد کرنے سے انکاری ہے۔ کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے، تورات کا درحقیقت یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سبب ملعونیت جرم ہے نہ مصلوبیت۔ ارشاد ہے :

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا

اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. (پ۶)

دیکھو اس آیت میں خِزْيٌ کا سبب قتل وصلب بوجہ جرائم یعنی محاربہ اور فساد فی الارض کو قرار دیا گیا ہے نہ مطلق مقتولیت اور مصلوبیت وغیرہ کو۔ اور پھر قادیانی مناظر لکھتے ہیں۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ یہ کیسی اعلیٰ جہالت ہے کیونکہ اس مضمون کی صحت اس صورت میں موہوم ہوسکتی تھی۔ جب قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت ہوتی۔ حالانکہ قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت نہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آیا اگر محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہوجائیں یا قتل کئے جائیں تو تم مرتد ہوجاؤ گے۔ یعنی اگر وہ فوت ہوں یا مقتول ہوں تو تب بھی تم کو اپنے ایمان پر مستحکم رہنا چاہئے۔ کیونکہ موت اور قتل رسالت کے منافی نہیں۔ اور یہود کا لفظ رسول اللہ کو بڑھانا بطور استہزاء ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر فرماتے ہیں۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہوجاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہوجاتا تھا...... الخ۔ یہ کیسی نرالی جہالت ہے۔ کیونکہ بروئے قرآن کریم یہود کا عقیدہ ہے اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اور قرآن کریم نے اس باطل عقیدہ کی تردید اپنے فقرہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے ساتھ کی ہے اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اپنی طبعی موت سے مریں گے۔ قادیانی مناظر کی اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یا وہ مغلوب الجهالة ہے یا

اس نے بوقت سلامتی عقل یہ تحریر نہیں کی۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتے ہیں اور مشتہر خود لکھتا ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس اعتقاد متکلم متصور ہو۔ اور ہر امر میں ایسا ہونا ضروری نہیں۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہوسکتے کہ ایک شخص زندہ ہو اور مرفوع الی اللہ نہ ہو۔ یہاں پر یہود کے اعتقاد کی رفع الیہ سے تردید کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب تھے۔

ہدایت

یہ کیسی بے نظیر جہالت ہے۔ کیونکہ کلام اس میں ہے کہ قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو۔ اور قادیانی مناظر نے نہ تو قصر قلب کی کوئی مثال پیش کر کے نقض کیا ہے اور نہ ہی لزوم اور عدم لزوم کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ غیر مربوط یہ فقرہ لکھ دیا ہے ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہوسکتے کہ ایک شخص زندہ ہو۔ الخ

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے پرچے میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہو تو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ کے صریح خلاف ہے کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لیکر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

ہدایت

یہ قادیانی مناظر کا نرالا جہل مرکب ہے کیونکہ نفی کے بعد بل ابطالیہ سے یہ مراد ہے کہ وصف منفی کو یہ بل باطل کرتا ہے۔ اور جس وصف پر داخل ہے اس کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں قتل المسیح منفی ہے جس کو بل نے باطل کر دیا۔ اور رفع المسیح پر بل داخل ہے جس کو اس نے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر نے جو آیت بطور تردید پیش کی ہے وہ درحقیقت اسلامی مناظر کی صاف طور پر تائید کرتی ہے۔

کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا۔ یعنی وہ جاہل رہ گئے۔ دیکھو اس آیت میں شعور یعنی علم بالآخرۃ منفی ہے جس کو بل باطل کر رہا ہے۔ اور جہل بالآخرۃ پر بل داخل ہے جس کو وہ ثابت کر رہا ہے اور جیسا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی وضدیت ہے۔ ویسا ہی آیت وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ میں علم بالآخرۃ اور جہل بالآخرۃ کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی وضدیت ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہوا ہے کہ قادیانی مناظر نے تردید میں آیت وَمَا يَشْعُرُوْنَ پیش کی ہے جس میں شعور کی نفی ہے اور یہ آیت اسلامی مناظر کی ایسی تائید کر رہی ہے کہ قادیانی مناظر کو اس تائید کا شعور نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کی پردہ دری ہو کر اس کے مذہب کا بطلان آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو چکا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مشتہر لکھتا ہے کہ یہ دلیل معدوم النظیر ہے۔ بیشک اس سے جو استدلال کیا گیا ہے اپنی بیہودگی میں معدوم النظیر ہے۔ کیونکہ صحیح دلائل اور استدلالوں کے نظائر دنیا میں موجود ہوتے ہیں۔

ہدایت

بیشک قادیانی مناظر کا اس مقام اور ایسے استدلال پر لفظ بیہودگی استعمال کرنا بیہودگی میں معدوم النظیر ہے۔ کیونکہ اس نے اس بیہودگی کی کوئی صحیح وجہ بیان نہیں کی۔ اور ہم نے جہاں قادیانی مناظر کی جہالت کا دعویٰ کیا ہے وہاں ہی اس جہالت کو مدلل ومبرہن کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ پھر لکھتا ہے کیونکہ یہ جملہ خبریہ تنجیزیہ ہے۔ ایسا وفات مسیح ابن مریم کے متعلق کوئی فقرہ نہیں۔ اس آیت میں تو رفع کے معنی بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھا لینا ہی ثابت نہیں ہو سکتے تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہو سکتی ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں بروئے محاورہ قرآنی ومحاورات احادیث وبروئے قاعدہ نحوی متعلق بَل وبروئے قاعدہ علم معانی متعلق قصر قلب آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں

دے سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ پڑھنے سے روشن ہے۔ بلکہ قادیانی مناظر نے اس استدلال کے جواب میں توریت پیش کر کے اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ میرے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہیں۔ اور ہم نہایت زور سے اعلان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قادیانی جماعت میں سے کوئی فرد بھی شرط نمبر۱ و۲ کے تحت رہ کر اس استدلال کا تا قیامت جواب نہ دے سکے گا جیسا کہ وقتاً فوقتاً علماء وفضلاء زمانہ پر اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہوتی رہے گی، تو پھر قادیانی مناظر کا یہ کہنا ''(تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہوسکتی ہے)'' کیسی دیدہ دانستہ دلیری ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کرسکے۔ جس میں خداتعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہوں۔ اور رُفِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ مثال پیش کی ہے۔ جس میں فاعل مذکور ہی نہیں۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا کہ وہ آپ کا ایک کشف یا خواب تھا جیسا کہ بخاری کی حدیث وَاسْتَیْقَظَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے ثابت ہے کہ معراج کا واقعہ دیکھ کر پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوگئے۔ اور اس کو واقعہ خاص کہہ کر پیچھا چھوڑانا نہایت مشکل ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں آپ کے اس مضمون کی تردید میں صحیح بخاری کی حدیث کا یہ فقرہ پیش کیا ہے۔ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔ اور

رُفِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ پیش نہیں کیا۔ اور اس فقرہ حدیث میں طرز تردید یہ ہے کہ جیسا خُلِقْتُ میں اگرچہ فاعل مذکور نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ فعل خلق کا فاعل خداتعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں ہوسکتا۔ خُلِقْتُ کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے ویسا ہی رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی اگرچہ مجہول الفاعل ہے، لیکن اس لحاظ سے کہ فعل رَفَعَ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کا فاعل سوائے خداتعالیٰ کے کوئی نہیں ہوسکتا رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے۔ اب دیکھو کہ اس صحیح بخاری کی حدیث کے فقرہ میں رفع کا فاعل خداتعالیٰ ہے۔ اور مفعول ذی روح انسان ہے اور مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر نے کہا ہے۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے الخ۔ ہم اس کو اس کے متعلق یہ ہدایت کرتے ہیں کہ اسلامی مناظر کی طرز تردید یہ ہے کہ فقرہ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی میں فعل رفع ہے اور خداتعالیٰ فاعل ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس فقرہ کے الفاظ سے مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے۔ اور معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اسلامی مناظر کی طرز تردید کو مضر نہیں۔ کیونکہ معراج عالم رؤیا میں ہو یا عالم کشف میں یا عالم یقظہ میں ہو ہر صورت میں فقرہ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کے الفاظ سے مراد تو اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہی ہے۔ قادیانی جماعت کے ان افراد کا جنہوں نے لالچ دنیاوی اور طمع نفسانی کی وجہ قادیانی مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے ہمیشہ سے وطیرہ ہے کہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو شکار کرنے کے لئے ایسی تحریریں عملاً پیش کرتے رہتے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ اس طرح تو اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا مراد ہے۔ ورنہ کسی کے لئے دکھاؤ تو سہی کہ قرآن کریم



یا حدیث میں کسی نے اپنے لئے مُهَاجِرٌ اور اِلٰی رَبِّیْ کا لفظ کہا ہو اور اسی طرح حضرت ابراہیم کا اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ سے بھی کوئی ان کے آسمان پر جانے کا استدلال کرے تو کرسکتا ہے اور دلیل مانگی جائے تو آپ کی طرح کہہ دے کہ یہ واقعہ خاص ہے ورنہ یہ الفاظ کسی اور کے لئے آئے ہوں تو پیش کرو۔

ہدایت

یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں لکھا ہے کہ عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور رفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ یعنی آسمان پر جانا یا لے جانا اور عروج اور صعود اور رفع میں بلندی کے معنی ہیں۔ اور ہجرت اور ذہاب میں بلندی کے معنی ماخوذ نہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ جملہ خبریہ تجیز یہ وفات مسیح کے متعلق قرآن مجید میں کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ہے۔ خود مسیح کہہ رہے ہیں اور صرف خدا تعالیٰ کے رقیب ہونے سے پہلے اپنے قول فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے اپنی وفات کا اقرار کررہے ہیں۔

ہدایت

تجیز یہ سے یہ مراد ہے کہ اس میں شرط کے معنی نہ ہوں اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ میں لَمَّا بمعنی حین متضمن معنی شرط ہے۔ اور نیز کُنْتَ اور تَوَفَّیْتَنِیْ کی ماضویت آج کے لحاظ سے نہیں بلکہ قیامت کے لحاظ سے جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر کہتا ہے۔ اور جو بات ہم نے تورات سے پیش کی ہے۔ وہ یہود کا عقیدہ بیان کرنے کے لئے پیش کی ہے۔ وہ قرآن مجید کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ اور یہودیوں کے نزدیک مسیح مجرم ہی تھے اور انہوں نے آپ پر بغاوت کا الزام لگایا تھا۔ اور پھر توریت میں صاف لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور نیز استثناء ۲۱/۲۳ میں لکھا ہے۔ ''وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے ملعون ہے''۔ اسی کے مطابق گلتیون ۳/۱۳ میں پولوس کہتا ہے۔ ''مسیح ہمارے بدلے لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔''

ہدایت

یہ تحریر قادیانی مناظر کی مناظرہ کے بعد کی ہے بلکہ اس قادیانی اجلاس کے بعد کی ہے جس میں تمام قادیانی جماعت کے افراد شامل تھے۔ ایسے وقت کی تحریر میں قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ ؓ اور قواعد عربیت کو ترک کر کے پھر بھی تورات کو پیش کرنا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ قادیانی مناظر بلکہ تمام قادیانی جماعت نے اعتراف کرلیا ہے کہ ہمارے پاس شرط ۱ و ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں۔ اور تورات محرف منسوخ شدہ کتاب کے پیش کرنے کی بھی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ قرآن کریم کا فقرہ وَمَا قَتَلُوْهُ ...... الآیۃ یہود کے جس عقیدہ کی تردید ہے اس عقیدہ کو قرآن کریم نے اپنے اس فقرہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ...... الآیۃ کے ساتھ صاف طور پر بیان کردیا ہے۔ پھر قادیانی مناظر نے بلحاظ آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ قرآن کریم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور نیز قادیانی مناظر نے تسلیم کرلیا ہے کہ ہر ایک مصلوب ملعون نہیں بلکہ مجرم مصلوب ملعون ہے۔

قادیانی مناظر نے اور بھی اختراعیات اور مغالطات لکھے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق ہدایت کرنے میں تضیع الاوقات ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو بدیہی البطلان ہیں اور بعض ایسے جن کی تشریح وتردید ہوچکی ہے۔ اور بعض ایسے جن کا موضوع مناظرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔

۵-۱۲(مرتب)

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مناظرہ کیلئے دعوت

کئی سال سے قادیانی جماعت کے لوگ مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر مناظرہ کرنے کیلئے مجھے دعوت دے رہے تھے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ آج کل کا مباحثہ درحقیقت مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ مجادلہ یا مکابرہ ہوتا ہے۔ میں اجتناب کرتا رہا اور قادیانی جماعت نے اسلامی جماعت کو یہ کہنا شروع کردیا کہ تمہارے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ورنہ مفتی غلام مرتضیٰ مناظرہ سے اجتناب نہ کرتا۔ اس پر اسلامی جماعت کے کثیر التعداد اشخاص کے عقائد میں تشویش اور اضطراب پیدا ہوگیا۔ بلکہ اغلب امید ہوگئی کہ اگر مناظرہ نہ ہوا تو اسلامی جماعت کے کثیر التعداد افراد مرتد ہوجائیں گے۔

اس حالت کے لحاظ سے مناظرہ کرنا فی سبیل اللہ یعنی بغرض حفاظت عقائد حقہ میں نے منجانب اللہ اپنا فرض لازمی سمجھ کر اعلان کردیا کہ قادیانی جماعت کا فرد اعلیٰ یا متوسط یا ادنیٰ جو میدان مناظرہ میں نکلے میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

چنانچہ مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل آمدہ از قادیان کے ساتھ میرا مناظرہ تحریری وتقریری بتواریخ ۱۸،۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء بمقام ہریا، ضلع گجرات ہوا۔ جس کی تمام روئداد ہدیۂ ناظرین ہے۔ بنابریں اب میرا استحقاق ہے کہ قادیانی جماعت میں سے جس فرد کو مناظرہ کے لئے میں دعوت دوں وہ میدان مناظرہ میں نکلے۔

چونکہ میاں محمود احمد صاحب کو قادیانی جماعت نے سب سے فائق سمجھ کر مرزا صاحب کی خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور نیز میاں صاحب قریباً چالیس کروڑ اہل اسلام اور کلمہ گو کی تکفیر کرنے میں مقتداء ہیں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں۔

''یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالفین باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔''
(تحفہ گولڑویہ ص۱۶۶)

اس لئے میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر بمقام لاہور اس طریق سے مناظرہ تحریری وتقریری کریں کہ ہر ایک مناظر مطابق آیۃ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ...... الایۃ اپنا اپنا دعویٰ قرآن کریم اور حدیث نبوی

کے ساتھ ثابت کرے اور قرآن کریم وحدیث نبوی چونکہ عربی لغت میں ہیں اس لئے ان کی تفسیر میں امور مفصلہ ذیل کے سوائے کوئی گنجائش نہ کی جائے گی۔ قرآن ۱، حدیث ۲، اقوال صحابہ ۳، لغت عرب ۴، صرف ۵، نحو ۶، معانی ۷، بیان ۸، میاں صاحب کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کو پیش کرسکوں گا، کیونکہ میاں صاحب مرزا صاحب کو نبی اعتقاد کرتے ہیں۔ اور میں مرزا صاحب کو نبی نہیں اعتقاد کرتا بلکہ متنبی سمجھتا ہوں۔

اب تمام ناظرین پر واضح ہو کہ اگر میاں صاحب میری دعوت کو قبول کر کے میدان مناظرہ میں آ گئے تو ہم سمجھیں گے کہ میاں صاحب کے دل میں خلوص اور دیانت داری ہے اور اپنے عقائد ثابت کرنے کے کے لئے ان کے دل میں جرأت اور قوت ہے۔ اور اگر میاں صاحب نے میری دعوت کو قبول نہ کیا اور مناظرہ میں نہ آئے تو یہ ثابت ہوگا کہ ان کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دل میں خلوص اور دیانتداری بلکہ میاں صاحب کی تمام تلمیعات اور ڈھنگوں میں شکار بازی مقصود ہے اور ''زبدہ سخن درین است'' والا معاملہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ...... آمین

خادم الاسلام والمسلمین
مفتی غلام مرتضیٰ
از میانی ضلع خوشاب پنجاب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم النبوۃ

تصنیف لطیف

مناظر الاسلام

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

(ساکن میانی ضلع شاہ پور)

بسم الله الرحمن الرحيم

اعلم ان ختم النبوة على سيدنا محمد ﷺ تدل عليه دلائل :

منها...... الاول :

قوله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ...... الآية﴾ لان قوله تعالى : "خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" حجة قاطعة على ختم النبوة على محمد ﷺ. ولهذا كان اشفق و ارحم على امة لان النّبي الذى بعده نبى يجوز ان يترک شيئاً من النصيحة والبيان لانها يستدركها من بعده واما من لا نبى بعده فيكون اشفق وارحم على امته واهدى بهم من كل الوجوه.

منها...... الثانى :

قوله تعالى: ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ...... الآية﴾ لِاَنَّ هذه الآية تفيد ان كلّ نبى لايكون نبياً فى اصطلاح الشرع الا من يجمع الصفات الاربعة :

الاولى: ان يكون مبشراً.

والثانية: ان يكون منذراً.

والثالثة: ان ينزل معه الكتاب بالحق.

والرابعة: ان يكون سفيرا بين الخالق والمخلوق فى الهداية والافاضة

كمايدل عليه قوله تعالىٰ: ﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ﴾

فلو لاختمت النبوة على سيدنا محمد ﷺ وجاز ان يكون بعده نبيٌّ يلزم ان ينزل معه الكتاب كما توجبه الصفة الثالثة فيقدح فى كمال القرآن فى التعليم فلا يصدق قوله تعالىٰ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ثم اعلم ان الآية المصدّرة كما تدل على ختم النبوة على سيدنا محمّدٍ ﷺ كذلک تدل على امرين اخرين :

الاوّل: ان النبوة فى اصطلاح الشرع لا تكون الا نبوّةً تشريعيّةً لا ظِلّيًا و بروزيًا كما اخترعه اهل زماننا فان يسئل ان هارون عليه السلام كان نبيًّا ولم يكن صاحب اُمةٍ ولاكتابٍ يجاب بأن هارون عليه السلام كان صاحب اُمة وصاحب كتاب.

أمّا الاوّل فلانه تعالىٰ قال فى البقرة ﴿اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ﴾ فذكر ال موسٰى اوّلاً وال هارون عليهما السلام ثانيا استقلالاً فكان كل واحدٍ منهما صاحب أمة فالُ موسٰى عليه السلام هم الذين استفادوا فى بركاته وال هارون هم الذين استفاضوا فى فيوضاته.

وأمّا الثانى: فلانه تعالىٰ قال فى الصّٰفّٰتِ ﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾ اى اتينا كلّ واحدٍ منهما الكتاب المستبين ونظيره قوله تعالىٰ: ﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ﴾ فان المراد أنزل مع كل واحدٍ منهم الكتاب اذ إرادة إنزال الكتاب الواحد مع جميعهم ظاهر البطلان.

والثالث: أن النبى فى اصطلاح الشرع لايكون نبيًّا الا من بعث فى الله

بالهدايات والوحى وجعل سفيرا بين الخالق والمخلوق فى تبليغها واشاعتها بين الناس كما تقتضيه الصفة الرابعة ولايكون نبيًّا بمجرد الوحى والمكالمة وإلا يلزم ان يكون الحواريون أنبيآء حيث قال تعالىٰ فى المائدة ﴿اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ﴾ ويدل على نفيه وبطلانه قوله ﷺ لم يكن بينى وبينه (اى عيسٰى عليه السلام) نبىٌّ فمن توهم ان النبوة مجرد الوحى ومكالمة الملک فقد حاد عن الصواب الا ترى الى قوله تعالى فى القصص ﴿وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى﴾ مع انها لم تكن نبيةً ثم اعلم ان النبى بالمعنى اللغوى اى المخبر فى الله سواء كان لافاضة الناس ديناً او امراً ذاتياً لايجوز ان يستعمل بعد سيدنا محمدٍ ﷺ فيمن بعده للتجانس اللفظى ولذا لم يجترأ ابوبكر و لا عمر ولا عثمان ولا علىٌّ رضي الله عنه على ان يستعمل فيهم لفظَ النبى بالمعنى اللغوى مع انهم فنوا فى نبينا ﷺ وكانوا اخيار قرن النبى ﷺ. قال ﷺ "خير القرون قرنى" ولذا لم يُجَوِّزْ شبابا اهل الجنة الحسن والحسين رضى الله عنهما استعماله فيهما مع انهما كانا معاً جمالَ النبى ﷺ ظاهرًا وباطنًا ولذا لم يُخْبِر قطب الاقطاب الشيخ عبدالقادر الجيلى قدس سره استعماله فيه مع انه قال خضنا بحرًا لم يقف على ساحلة الانبيآء اى فنينا فى النبى الامى الذى هوكالبحر فى السخاء فمن ادّعى النبوة بعد نبينا ﷺ لم يكن مجدِدًا ولا مهدياً ايضاً لان الافتراء ليس من شان المجددية والمهدويّة.

منها...... الثالث :

قوله تعالیٰ﴿تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ اعلم أن هذه الاٰیة تفید ان نبینا ﷺ افضلُ العالمین بل افضلُ النّبیین.

اما الاوّل: فلا نه یفهم منها ان نبینا ﷺ کان بالکتاب الالٰهی للعالمین نذیرا ومن کان بالکتاب الالٰهی للعالمین نذیرا فهو نبیُّ العالمین والعالمون اُمّته والنبی افضل من اُمّته.

واما الثانی: فلانه یتجلیٰ منها ومن قوله تعالیٰ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ان نبینا ﷺ بُعِث بالکتاب الالٰهی الجامع الکامل لتبلیغ العالمین کلهم اجمعین والتبلیغ الذی قُسِّم من قبل بین الف نبیّ اوالفین فُوّض واُلزِم أدائه الی نبینا الواحد ﷺ۔ فنبینا ﷺ اجمع واکمل القوی فی الحقیقة وفی علم الله سبحانه فهو الانسان الاجمع الاکمل فی سائر النبیین فهو افضل النبیین فلوجاز ان یکون بعد نبّینا ﷺ نبیٌّ یلزم ان یکون النبی المُتاخر افضل فی نبینا ﷺ وهو ظاهر البطلان لِما مرَّ. اما اللزوم فلانه کما یتحرک کل متحرکٍ لتحصیل المطلوب واذا وجد مطلوبه سکن و وقف کذلک تحرکَت النبوة فی نبیّ الی نبیّ ثم الی نبیّ لانه کان مطلوبها الانسان الاجمع الاکمل فلم تقف علی آدم علیه السلام ولا علی نوح علیه السلام ولا علی ابراهیم علیه السلام وغیرهم فی الانبیاء فاذا وصلت الی الذات المحمدیة و وجدتها سکنت ووقفت لانه الانسان الاجمع الاکمل وهو

مطلوبها وقد حصل فلوجاز ان یکون بعد نبینا ﷺ نبیٌّ ولم تختم النبوة علیه یلزم ان لایکون الانسان الاجمع الاکمل بل یکون النبی المتاخر الانسان الاجمع الاکمل فهو افضل منه ویبطله قوله تعالی ﴿تَبَارَکَ الَّذِیْ......الخ﴾ کما مرّ فی التفصیل ولما کان فی ارادة الله الازلیة ان تختم النبوة علی الوحدة کما ابتدأت فی آدم علی الوحدة وتذهب الاجنبیة وتصیر بنوادم قوماً واحداً کما انهم تحت نوع واحدٍ بعث تعالیٰ بالکتاب الجامع الکامل الانسان الجامع الکامل الی العالمین کلهم نبیًّا مشترکاً واحداً فصارت بنوادم قوماً واحداً اختتاماً کما کانوا ابتداءً .

دلیل اول

قوله تعالیٰ: ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾(الاحزاب) ”یعنی محمد ﷺ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے“۔

آنحضرت ﷺ کی اُبوّتِ روحانی کا سلسلہ تاقیامت غیر منقطع ہے

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے۔ اصل مضمون تو آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہونا تھا اور یہ کہ مومنوں کا تعلق آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ مومنوں کے لئے روحانی طور پر باپ ہیں، اسی مضمون کو یہاں ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن چونکہ اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ”اُبوّت“ کی نفی کا اشتباہ پیدا ہوتا تھا اس لئے حرف استدراک ﴿لٰکِنْ﴾ سے فی الفور اس کا ازالہ کیا اور فرمایا

﴿رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ وہ اللہ کے رسول ہیں، یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں، کیونکہ ہر
ایک رسول اپنی امت کے حق میں روحانی طور پر باپ کا حکم رکھتا ہے، جس طرح جسم کی ابتدا
باپ سے ہوتی ہے، روحانیت کی ابتدا رسول سے ہوتی ہے، پس ﴿رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ کا لفظ لا کر
آپ ﷺ کی ''اُبُوّت'' روحانی کو قائم کیا، لیکن یہاں پھر ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس
طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجاتے رہے تو پہلے رسولوں کی ''اُبُوّت'' روحانی
منقطع ہوجاتی رہی۔ کیا اسی طرح رسول اللہ کے ساتھ ہوگا؟

تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ ﴿خاتم النّبیین﴾ بھی ہیں، یعنی آخری نبی اور
آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ''اُبُوّت'' روحانی کا سلسلہ بھی تا
قیامت منقطع نہ ہوگا، بلکہ جو فیض ملے گا وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ سے ہی ملے گا اور اسی
فیض کے پانے سے ہی آپ کی امت کے لوگ مثیل انبیاء ہوں گے ''علماء امتی
کانبیاء بنی اسرائیل'' وہ نبی نہ ہوں گے پر نبیوں کی طرح ہوں گے، وہ نبی نہ ہوں گے
پر اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوگا۔ ''رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء'' اور یہ
سلسلہ قیامت تک جاری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہوسکتی، لیکن یہ اللہ
تعالیٰ کے کمال علم کی دلیل ہے کہ تمام دنیا کی ضروریات مذہبی کے متعلق مکمل ہدایات رسول
اللہ ﷺ پر نازل فرمادیں اسی لیے آیت کا ختم ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ پر کیا ہے۔

تفسیر خاتم النّبیین باللغة

خاتم کے معنی ''مہر'' بھی ہیں اور ''آخر'' بھی، لیکن کسی قوم کے ''خاتَم'' اور
''خاتِم'' سے مراد ان میں سے ''آخری'' ہوتا ہے، خِتام القوم و خاتَمهم و خاتِمهم
آخرُهم، (لسان العرب) اور ''خاتِم'' اور ''خاتَم'' ہمارے نبی ﷺ کے اسماء میں سے ہیں

اور ''خاتَم النّبیین'' اور ''خاتِم النّبیین'' کے معنی ہیں آخری نبی، (لسان العرب) اور آپ
ﷺ کو ''خاتم النّبیین'' کہا، اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کردیا (مفردات امام
راغب) ''خاتم النّبیین'' کے معنی لغت سے اوپر بیان ہوچکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک
قوم ہیں اور کسی قوم کا ''خاتَم'' یا ''خاتِم'' ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے، یعنی ان میں
آخری ہونا، پس نبیوں کے ''خاتم'' کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔

تفسیر خاتم النّبیین بالاحادیث النبویة

یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں ''خاتم
النّبیین'' کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے
اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر
اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں۔

حدیث اوّل: جس میں لفظ ''خاتم النّبیین'' کی تفسیر زبان نبوی ﷺ سے مروی ہے، متفق
علیہ ہے ''مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع
لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویتعجّبون له ویقولون هلاّ وضعت
هذه اللبنةُ قال فانا اللّبنةُ وانا خاتم النّبیین ''یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک
شخص کی مثال ہے، جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا خوبصورت بنایا سوائے کونے کی
اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں
وہ اینٹ ہوں اور میں ''خاتم النّبیین'' ہوں۔

دوسری حدیث: ابو داؤد اور ترمذی میں لفظِ ''خاتم النّبیین'' کی تفسیر یوں کی ہے ''انه
سیکون فی امتی ثلثون کذابا کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لانبی

بعدی'' یعنی میری امت میں ''تیس کذاب'' ہوں گے، ہر ایک ان میں سے جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں ''خاتم النّبیین'' ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور تیسری حدیث میں جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء علیھم السلام پر فضیلت دی گئی ہے، جن میں چھٹی یہ ہے کہ ''خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْن'' یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں، وہاں بجائے ''خاتم النّبیین'' کے یہ الفاظ رکھ کر بتادیا کہ ''خاتم النّبیین'' سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

وہ احادیث جن میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت ''خاتم النّبیین'' کی تفسیر ہی ہیں، بہت سی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا، بلکہ خلفاء ہوں گے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔

اور ایک میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ علیھما السلام کے ساتھ، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو ''انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی''۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت میں کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہوگئی۔

اور دس حدیثوں میں ہے کہ ''لانبی بعدی'' یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایسی حدیثیں جن میں آپ ﷺ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔

اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت ﷺ کے

آخری نبی ہونے کا انکار کرنا بینات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

لوعاش ابراھیم لکان نبیا پر بحث

اور ''ختم نبوت'' کے خلاف جو کچھ احادیث میں سمجھا گیا ہے وہ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے ''لوعاش ابراھیم لکان نبیا'' مگر اوّل اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا، بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ﴿لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ جس طرح یہاں دو خداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں، اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ رہنا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع ہیں۔ دوسرے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم ہے جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے، مثلاً بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفی کا قول ''لو قُضِیَ بعد محمد ﷺ نبی عاش ابراھیم ولکن لانبی بعدہ'' یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا انس رضی اللہ عنہ کا قول ''ولو بقی لکان نبیا لکن لم یبق لان نبیکم اخر الانبیاء'' یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، لیکن وہ باقی نہیں رہا کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول:

''قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ''

اور ''ختم نبوت'' کے خلاف ایک قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیش کیا جاتا ہے ''قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ'' یعنی خاتم النّبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک ''خاتم النّبیین'' کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی کہیں

مذکور ہوتے ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اپنے قول میں ہوتے ، کسی صحابی کے قول
میں ہوتے ، نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے ۔مگر وہ دربطن قائل ہیں اور اس قدر
حدیثوں کی شہادت جن میں ''خاتم النّبیین'' کے معنی ''لانبی بعدی'' کئے گئے ہیں،
ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے، خدا پرستی نہیں کہ رسول
اللہ ﷺ کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس
قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اسکے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا
مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں، ''خاتم النّبیین'' کافی ہے۔
جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے کہا ''خاتم
الانبیاء ولانبی بعدہ'' تو آپ نے کہا ''خاتم الانبیاء'' کہنا تجھے بس ہے۔ اور یہ بھی
ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ ''خاتم النّبیین'' واضح ہیں اور احادیث
نبویہ سے واضح ہو چکے ہیں، تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔
اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں۔ اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر
ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو حدیث کے مقابل
شرعاً حجت نہیں۔

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفاتحہ)

﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ سے کون مراد ہیں؟ قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے کہ
﴿الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾
(النساء) یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہاں نبی کا لفظ آ جانے سے بعض
لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود ''مقام نبوت'' بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا ہر

مسلمان ہر روز بار بار ''مقام نبوت'' کو ہی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک
اصولی غلطی ہے، اس لئے کہ نبوت محض موہبہ ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی
سعی کو کوئی دخل نہیں، ایک وہ چیزیں ہیں جو موہبہ سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی
جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت ''اوّل'' یعنی پہلی قسم میں سے ہے جیسا کہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ
الْقُرْاٰنَ﴾ سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ الرحمٰن کے معنی بلا بدل اور بلا جدوجہد رحمت کرنے
والا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کر کے اور دعائیں مانگ مانگ کر، اور خدا سے التجائیں کر
کے نہ پہلے نبی بنا، نہ آئندہ بنے گا بلکہ خود اللہ تعالیٰ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾
(الانعام) کے ماتحت جب چاہتا کسی کو نبوت و رسالت کے منصب پر کھڑا کر دیتا تھا، یہاں
تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آنحضرت ﷺ پر کھول کر تمام آنے والی نسلوں کے لئے
مقام نبوت و رسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو ''
النبی'' اور ''الرسول'' کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ پس
مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو
اصول دین سے ناواقف ہے۔

اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کیلئے ہوتی تو کم از کم آنحضرت ﷺ کو ہی
مقام نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھائی جاتی مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے
کہ مقامِ نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی۔ نبوت عطا فرما کر اس دعا کا سکھانا صاف بتاتا ہے کہ
حصولِ نبوت کیلئے یہ دعا نہیں اور اگر حصولِ نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو
سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی حالانکہ مقربین اور محبوبین الٰہی تو ہزاروں کی تعداد
میں ہو کر گزرے، خدا خود دعا سکھائے اس کی حکمت یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے دعا

کرنے والی امت کو ﴿خَیْرَ اُمَّۃٍ﴾ کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں، حتیٰ کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے، ﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ﴾ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے، یہ نہیں ہوسکتا۔

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَo وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ﴾ (الاعراف) ترجمہ: یعنی اے بنی آدم! اگر کبھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، میری آیات تم پر پڑھتے ہوں، تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں، وہ آگ والے ہیں، اسی میں رہیں گے۔ پہلی آیت سے پیشتر چند باتیں عام طور پر ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہی ہیں۔ ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا﴾ ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ﴾ ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ﴾ اور یہاں نیز سیاق کے مطابق ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہا ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ لباس سارے بنی آدم کے لئے ہے، شیطان کے فتنہ سے سب بنی آدم کو متنبہ کیا ہے۔ سب بنی آدم خدا کی عبادت کرتے وقت زینت اختیار کرنے کو کہا اور بالآخر سب بنی آدم کو بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اپنا رسول بھیجے تو اس کو قبول کرنا چاہیے، کیونکہ رسولوں کو قبول کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اور ان کا رد کرنا موجب خسران ہے۔ بعض ختم نبوت کے منکر اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اس کے ماتحت آنحضرت ﷺ کے بعد بھی رسول آتے رہنے چاہئیں۔ اس آیت سے رسولوں کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کا نتیجہ اول بہاء اللہ نے اور بعد میں ان کی نقل کر کے میاں محمود

احمد قادیانی کے مریدوں نے نکالا ہے، حالانکہ اس آیت کو نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اور ان کی زندگی میں ان کے مریدوں نے کبھی پیش کیا۔ ایک شرطیہ جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا کمال نادانی ہے۔ مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اگر بنی آدم کے پاس خدا کا رسول آئے، تو اس کو قبول کرنے میں ان کی بہتری ہے۔ سو وہ رسول اللہ یعنی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات کے متعلق یہ اعلان ہے کہ اگر اس کو قبول کرلو گے، تو تمہاری بہتری کا موجب ہے اگر رد کرو گے تو تمہارے نقصان کا موجب ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ ''رسل'' کا لفظ جمع کیوں استعمال کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ خطاب کل بنی آدم کو ہے اور بنی آدم کی طرف رسول بھیجنے کا عام ذکر ہے۔ تو بلاشبہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بنی آدم کے پاس رسول آتے رہے اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا گیا کہ دنیا کی کل قوموں کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کریں اور اس بات کی شہادت کہ آپ کے بعد رسول نہ آئیں گے، دوسری جگہ سے ملتی ہے جہاں فرمایا ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا۔ رسول تو دین سکھانے کیلئے آتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کر کے پہنچا دیا تو پھر رسولوں کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ جب ''کمال شریعت'' اور شریعت کے آنے کیلئے مانع ہوگیا تو ''کمال نبوت'' بھی اور نبی کے آنے کیلئے مانع ہوگیا جو ضرورت تھی وہ پوری ہوگئی۔ آفتاب رسالت شمس نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے اس لئے اب کسی ''رسول'' کی ضرورت دنیا کو نہیں اور وہ لوگ جو ''رسول'' کے آنے کا جواز نکالتے ہیں، مگر شریعت کا آنا نہیں مانتے ان کیلئے خود یہاں لفظ موجود ہیں ﴿یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ﴾ یعنی ''رسول'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام بھی لائیں گے۔ وہی پیغام شریعت ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ کسی پہلے ''رسول'' کی

آیات ہیں تو پھر تکذیب تو ان آیات کی ہے۔ دیکھو اگلی دوسری آیت ایسے ''رسول'' کی تکذیب کوئی شے نہ ہوئی۔

دوسری آیت سے صاف شہادت ملتی ہے کہ رسولوں کے آنے سے مراد ایسے رسولوں کا آنا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام بھی ہوتا ہے چنانچہ جس طرح پہلے فرمایا تھا ﴿اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی﴾ (البقرۃ) اور اسکے متعلق دو گروہوں کا ذکر کیا:

ایک: ﴿فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ﴾ اس ہدایت کی پیروی کرنے والے اور

دوسرے: ﴿وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾ یعنی اس ہدایت، اس پیغام کا انکار کرنے والے۔ اسی طرح یہاں دو گروہ ہیں ایک اصلاح کرنے والے دوسرے آیات یعنی پیغام الٰہی کی تکذیب کرنے والے پس دونوں آیتوں کا مطلب ایک ہے اور دونوں گروہوں کی جزا کا ذکر یکساں الفاظ میں ہے۔ دونوں میں سزا تکذیب پیغام کی ہے۔

ظلّی نبوت

صوفی جسے ''ظلّی نبوت'' کہتے ہیں وہ فی الواقع نبوت نہیں بلکہ نبوت کی بعض صفات کی جھلک ہے جو ایک سچے پیروی کرنے والے میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ''ظل اللہ'' نہیں اسی طرح ''ظل نبی'' نہیں اور نہ ظلّی نبوت، نبوت ہے۔

ختم نبوت آنحضرت ﷺ پر جو ایک ہی دنیا میں کامل انسان ہوا رحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o﴾ (یونس)

ترجمہ: ''سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو ایمان لائے اور

تقویٰ اختیار کرتے تھے ان کیلئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے''۔

یہاں آیت کے آخری پر یہ لفظ لا کر ﴿ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ یعنی یہی بڑی بھاری کامیابی ہے، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر انسان نبوت محمدیہ کے فیوضات کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے، اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اب نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند ہو گیا۔ حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ان الرسالة والنبوة قد انقطعت و لارسول بعدی ولانبی قال فشق ذلک علی الناس فقال ولکن المبشرات''۔ یعنی رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی اور میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے تو یہ بات لوگوں پر شاق گزری، تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن ''مبشرات'' باقی ہیں۔ جس میں یہی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ومخاطبہ جو اصل نعمت ہے وہ باقی ہے کیونکہ وہ معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے اور اسی طرف اشارہ ہے ''رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء'' میں۔ ہاں! نبوت کی اصل غرض چونکہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کا ظاہر کرنا تھا اور تکمیل دین کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اس لئے اب نبوت نہیں، مگر مقامات عالیہ تک پہنچنے کی سب راہیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ موجود ہیں، چنانچہ احمد اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ان للہ تعالیٰ عبادا لیسوا بانبیاء ولاشهداء یغبطهم النبیون والشهداء علی مجالستهم وقربهم من اللہ''. (روح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں، لیکن نبی اور شہید ان کے مرتبہ اور ان کے اللہ تعالیٰ کے قرب پر رشک کریں گے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل

روایت ہے ''ان من عباد اللہ یغبطھم الانبیاء والشھداء'' اور جب لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو آپ نے ان کے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے یہی آیت پڑھی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (تفسیر ابن جریر)

اور ایسی ہی روایت ابوداؤد میں ہے (ابن کثیر) اور ان روایات کا ماحصل یہی ہے کہ بسبب کمال اتباع نبوی قرب الٰہی کے مراتب اسی طرح لوگوں کو ملتے رہیں گے اور انقطاع نبوت سے مقامات عالیہ سے محروم نہ کئے جائیں گے، بلکہ اگر آنحضرت رحمت عالم ﷺ پر جو تمام عالم میں ایک ہی انسان کامل ہیں اور اپنے کمالات میں نظیر نہیں رکھتے، نبوت ختم نہ ہوتی اور دوسرے نبی آنے والے کی اتباع لازم کی جاتی تو وہ مقامات عالیہ جو بسبب کمال اتباع محمدی حاصل ہوتے ہیں، ان سے مخلوق محروم رہ جاتی، پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر ختم نبوت تمام مخلوق کے لئے رحمت ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کئی راتوں میں نہایت نیاز اور راز داری سے دعا کی کہ اے اللہ اتباع محمدی سے مستفیض فرما اور ''مستجاب الدعاء'' ہوا۔

سوال: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مستقل انبیاء اولوالعزم سے ہیں تو برتقدیر نزول اگر شرع محمدی ﷺ کے متبع ہوں گے تو نبوت سے معزول کئے جائیں گے جو سراسر خلاف عقل ونقل ہے اور اگر ''نزول مع النبوۃ'' ہوگا تو ''خاتم النّبیین'' کی مہر ٹوٹ جائے گی؟

جواب: نبوت اور رسالت کے لئے دو رُخ ہیں، یعنی ظہور اور بطون۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ومخاطبہ اور فیضان کے حاصل کرنے کو بطون کہا جاتا ہے اور صاحب بطون کو مقرب الٰہی ہونا لازم اور غیر منفک ہے اور مخلوق کی طرف توجہ اور تبلیغ شریعت ظہور ہے اور بسبب تبدل وتغیر شرائع کے ظہور میں انقلاب آسکتا ہے اور چونکہ نبی سابق کی شریعت کیلئے نبی لاحق کی

شریعت ناسخ ہوتی ہے تو نبی لاحق کے زمانہ میں نبی سابق کو اپنی شریعت کو ترک کر کے نبی لاحق کی شریعت پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو اسکو بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا۔ اور اس ظہور کے انقلاب سے نبوت کے بطون میں جس کو قرب الٰہی اور عنداللہ معزز ہونا لازم ہے، ہرگز تغیر نہیں آتا بلکہ ترقی ہوتی ہے، بشرطیکہ نبی متبوع نبی تابع سے اکمل ہو۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد میں جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ ﷺ کی نبوت ورسالت میں فرق آگیا یا آپ ﷺ اس قدر ومنزلت سے جو آپ ﷺ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے، ہرگز نہیں۔ لیکن حصول نبوت اور نبی ہونے کیلئے یہ لازم اور ضروری ہے کہ ایک بار مستقل طور پر صاحب بطون وصاحب ظہور ہوا۔ اگر کلکتہ کے علاقے میں کا لیفٹیننٹ گورنر لاہور کے لفٹنٹ کے علاقہ میں بغرض اصلاح آئے تو اسکو لیفٹیننٹ گورنر کہا جائے گا لیکن وہ اس عہدہ پر نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے پیغمبر آجائیں تو ''خاتم النّبیین'' کی مہر نہیں توڑ سکتے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہونا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے اور اس کے ثابت کرنے کیلئے ہم انکا ایک مکالمہ ووحی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مکالمات الٰہیہ جو ''براہین احمدیہ'' میں شائع ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی ہے: ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے

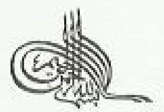
کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ ﴿کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ..... الخ﴾

پکارا گیا ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸)

یہ آیت ''سورہ فتح'' کے اخیر رکوع میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے''۔اس آیت میں نبی تشریعی کا بیان ہے جیسا کہ ''بالھدی و دین الحق'' سے ظاہر ہے۔اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فقرہ کہ (اس میں صاف طور راس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے) اس امر پر کھلی شہادت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کے مدعی ہیں۔

باقی مضامین متعلقہ ''ختم نبوت'' بیاض سیاہ ۱۲ میں ہیں۔

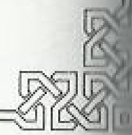




حضرت علامہ
حکیم ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

- ○ حالاتِ زندگی
- ○ ردِّ قادیانیت





حالات زندگی:

حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۸۹۶ء میں ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدگرامی سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملک کے ممتاز عالم دین اور بزرگ تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ریاست الور ہی میں مذہبی خدمات سرانجام دینے لگے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی دیکھ کران کا جی کڑھتا تھا اسی لئے آپ نے مہاراجہ الور سے تعلقات بڑھائے کیوں کہ آپ نے محسوس کرلیا تھا کہ جب تک مسلمان ریاست الور میں دخیل نہ ہوں گے اس وقت تک عظمت رفتہ بحال نہ ہوسکے گی۔ مہاراجہ جلد ہی آپ کے تبحر علمی اور بلند خیالی کا معترف ہوگیا اور ریاست مس ایک انجمن تحفظ حقوق المسلمین قائم کردی۔ انہی دنوں حکومت نے ایک سڑک بنانے کا منصوبہ تیار کیا۔ سڑک کے راستے میں ایک مسجد تھی جسے شہید کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پر پورے علاقے کے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی اور نوبت ہندو مسلم فسادات تک پہنچ گئی۔ حکومت نے مسلمانوں کے جذبات کے احساس کو بالائے طاق رکھ کر ایک رات فوج کی مدد سے مسجد کو شہید کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مولانا کو پتہ چلا تو آپ ۳۱۳ جانبازوں کا جیش لے کر اسی رات مسجد کی طرف روانہ ہوگئے اور راستہ میں ایک دو مقام پر معمولی مزاحمت کے بعد آپ نے مسجد میں داخل ہونے میں کامیابی حاصل کرلی۔

ادھر مسلمانوں کو آپ کی روانگی کی خبر ہوئی تو تمام مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نازک صورت حال کے پیش نظر حکومت نے مسجد کو منہدم کرنے کا پروگرام ملتوی کردیا اور آپ کو بلا کر کہا کہ مسجد کیلئے اس سے بہتر اور وسیع جگہ دی جاتی ہے، آپ اس جگہ کو چھوڑ دیں لیکن آپ نے ...... ع

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی

کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس مسجد کو شہید نہیں ہونے دیں گے اور مسلمان خانہ خدا کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کر دیں گے، چنانچہ حکومت اس طوفان کے آگے نہ ٹھہر سکی اور مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا گیا۔ یہ آپ کی جرأت و بیباکی کا پہلا واقعہ تھا۔

۱۹۲۶ء میں آپ اہل لاہور کی درخواست پر مسجد وزیر خان میں بحیثیت خطیب تشریف لائے، والد ماجد کے علاوہ آپ نے شیخ المشائخ سید علی حسین کچھوچھوی سے بھی اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔ مثنوی مولانا روم پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ خواص و عوام آپ کی تقاریر کو بہت ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے تحریک کی حمایت کیلئے کام کرنا شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کے لئے شب و روز مصروف رہتے۔ علماء پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں حج کیلئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء کو اپنا ہمنوا بنایا۔ بعد میں محمد علی جناح صاحب سے ملاقات کر کے نظریۂ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ احسان میں نظریۂ پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ محمد علی جناح، پیر صاحب مانکی شریف اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کر کے عوام کو نظریۂ پاکستان قبول کرنے پر آمادہ کیا اور تحریر و

تقریر سے عوام میں پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۴۷، ۱۹۴۶ء میں جب مسلم لیگ نے ایجی ٹیشن شروع کیا تو آپ نے علماء و مشائخ کے وفود لے کر ہر ضلع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ حکومت نے متعدد پابندیاں لگا کر آپ کو روکنا چاہا مگر بے سود، آپ نے اپنے مشن کو جاری رکھا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان بننے کے بعد جمعیت علماء ہند کے مقابلے میں جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب تحریک آزادئ کشمیر شروع ہوئی تو جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے آپ نے سب سے پہلے تحریک کی حمایت کی اور مجاہدین کے لئے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی جس میں لاکھوں روپے کا سامان جمع کر کے کشمیریوں کی مدد کی گئی۔

۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد مقاصد پیش کی گئی تھی اس میں مولانا ابوالحسنات کی مساعی کا بڑا حصہ تھا۔ آپ نے عوام و خواص کے دلوں پر یہ بات نقش کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا ہے لہٰذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیاد پر مرتب ہونا چاہئے۔

رد قادیانیت:

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں کود پڑے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت کی قیادت کے فرائض سنبھالے اور قادیانی نظریات کے خلاف سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے۔ تحریک کے دوران کراچی، سکھر اور حیدرآباد کی جیلوں میں کئی سال قید و نظر بند رہے۔ رد قادیانیت پر آپ نے کئی کتب بھی تحریر فرمائی جن

میں سے ایک کتاب ''اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب'' اس جلد میں شائع کی جارہی ہے۔

رد قادیانیت پر آپ کی مزید تصانیف اور تحریک ختم نبوت میں آپ نے جو معرکۃ الآراء اور ناقابل فراموش کردار ادا کیا، اس پر آنے والی کسی جلد میں خراج تحسین پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دیگر تصنیفات :

تفسیر الحسنات (جسے آپ نے ایام اسیری میں تحریر کرنا شروع کیا تھا اور وصال سے صرف ایک دن قبل مکمل ہوئی) علاوہ ازیں مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں:

۱......ترجمہ کشف المحجوب	۲......شمیم رسالت
۳......طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ	۴......اوراق غم
۵......صبح نور	۶......قراطیس المواعظ
۷......فرشتہ نور	۸......اظہار الاسقام
۹......مظہر الاسرار	۱۰......التبیان
۱۱...... رجوم المؤمنین علی مانع الجماعۃ للملحدین	۱۲......مونس الاطباء وغیرہ

لاہور، کراچی، حیدرآباد اور سکھر کی جیلوں میں رہنے سے آپ کی صحت بہت گرگئی تھی، آخر کار ۲ شعبان المعظم، ۱۳۸۰ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعہ ساڑھے بارہ بجے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وقت رخصت یہ شعر زبان پر جاری تھا:

حافظ رند زندہ باش مرگ کجاؤ تو کجا　　تو زندہ فنائے حمد، حمد بود بقائے تو

آپ کا مزار پرانوار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب

(سن تصنیف: 1932ء)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ حکیم ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیه والصلوة والسلام علی حبیبه

دور حاضرہ میں چونکہ آزادی کا زور ہے اسی وجہ سے ہر سمت بے دینی کا شور ہے۔
آج وہ وقت ہے کہ انسان اگر چاہے کہ یکسو ہو کر ایک مذہب کا متبع بنا رہے تو یہ مشکل ہے اس لئے کہ علم دنیا سے اٹھ رہا ہے جہالت عام ہو رہی ہے پھر ایک جاہل جو اپنے پرانے طریقہ پر جا رہا ہے اس کو جب کوئی نئی آواز آتی ہے تو وہ مجبور ہے کہ اسے سنے اور سننے کے بعد معذور ہے کہ مذبذب نہ ہو۔ پھر مذبذب ہونے پر اس کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ جس پر اپنا یقین جمائے ہوئے ہے، جسے اپنا راہ نما جان رہا ہے، جسکو عالم باعمل سمجھ رہا ہے اس سے ان شبہات کا ازالہ کرے اور عالم جب اس کے وہ اعتراضات سنتا ہے تو دو باتوں میں سے ایک بات کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یا کہہ دیتا ہے کہ تم نے ایسے بے دین کی بات ہی کیوں سنی اپنی پرانی روش پر چلا جانا تمہارا فرض تھا یا جواب دیتا ہے کہ اب جواب کی صورت بھی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا وہ جواب ایسے علمی جواہر ریزوں سے مزین ہوگا کہ وہ سنکر کچھ نہ سمجھ سکا ہو یا ایسے سادہ الفاظ میں ہوگا کہ اس کی اس جواب سے سیری نہ ہو اور تیسرا درجہ جواب کا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی تشفی اس جواب سے کر سکا ہو۔ مگر پھر جدید شبہات سے وہ اگر مذبذب ہو جائے تو اس میں اس کی جہل کی وجہ ہی ہو سکے گی۔ بہر کیف آج جہاں عالمِ عالَم میں بے دینوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں وہاں عوام جاہل بھی ان کے نخچیر ہیں۔ سخت مشکل ہے آج حیرت ہی حیرت ہے انسان کرے تو کیا کرے۔ اگر سب سے صلح رکھتا ہے تو حکم قرآنی ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ

﴿كَانُوْا اٰبَاءَ هُمْ اَوْ اَبْنَاءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ کے خلاف ورزی کرنیوالا بن کر ملزم شرعی قرار پاتا ہے۔

اوراگر سب کو دندان شکن جواب دیتا ہے تو ہمارے اپٹوڈیٹ انگریزی خوان ناراض ہوتے ہیں اگر خاموش رہتا ہے تو شیطان اخرس مداہن فی الدین قرار پاتا ہے۔ بنا بریں چوتھا طریقہ ہمارے ذہن میں آیا ہے۔ وہ اگر ہمارا خیال غلطی نہیں کرتا تو شاید عام طور پر بھی پسندیدہ ہوگا۔ ولیس وراء ذالک حبة خردل من الایمان.

وہ یہ کہ سخت کلامی، درشت زبانی، شب وشتم، طعن وتشنیع، میں میں تو تو، واہی تواہی، اوندھے سیدھے سے مجتنب رہ کر بخندہ پیشانی سادہ بیانی اختیار کر کے مہذب پیرایہ میں معترض کے اعتراض کو لیکر اسکا شافی وافی کافی واضح لائح روشن طریق سے جواب دے۔ پھر منصف کے لئے وہ یقیناً مشعل ہدایت ہوگا اور غیر منصف کے لئے نہ وہ کفایت کرسکتا ہے نہ یہ۔ لہٰذا اس تمہید کے بعد اول ہمیں ایک بزرگوار کا تعارف کرادینا ضروری ہے تاکہ ناظرین انہیں سمجھ سکیں کہ یہ کون ہیں اور کیا ہیں؟ پھر ان کی ان عنایات کا شکریہ جواب کی صورت میں پیش کردینا ہے جوانہوں نے اپنی عصبیت مذہبی کے اقتضاء سے اسلام اور بانی اسلام سید اکرم رحمت دوعالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کی ہیں۔ واللہ ھو الموفق والمعین وبہ نستعین.

ایک مدت گزر گئی کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ نکلا تھا جس کا نام ''حقائق القرآن'' تھا اور اسکا جواب غیر مقلدین کی طرف سے بھی شائع ہوا تھا اور اہل سنت نے بھی بہت سے اجوبہ دیئے تھے۔

پھر دوبارہ جب کہ نومبر ۳۲ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کا سالانہ

جلسہ ہونیوالا تھا اسوقت ایک اکرام الحق نامی عیسائی یا مرزائی یا ''لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء'' نے کھلی چٹھی بنام علماء کرام شائع کی جسمیں ہو بہو وہی اعتراضات حقائق القرآن کے حوالہ سے لکھ کر احناف کو ڈرایا تھا کہ یا تو جواب شافی دو ورنہ میں مرزائی یا عیسائی ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اسی وقت بہت سے اجوبہ شائع ہوئے جلسہ میں بھی علماء کرام نے مختصر جوابات دیئے۔ مگر احباب کا برابر اصرار رہا کہ جوابات مفصل براہین واضحہ کے ساتھ شائع کئے جائیں مگر میں ٹلاتا رہا آخرش بزم تنظیم نے بزور درخواست کی کہ جوابات لکھے جائیں ہم شائع کریں گے لہٰذا اب مجھے ان اعتراضات کے جوابات کے لئے قلم اٹھانا پڑا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ معترض میرے اجوبہ تسلیم کرے نہ کرے مگر میں ان شاء اللہ حتی المقدور ہر آیت کا جواب آیت سے اور حدیث کا جواب حدیث سے دونگا اور تہذیب کے دائرہ سے خارج کوئی لفظ اپنی قلم سے نہ نکالوں گا۔ آئندہ ہدایت یہ قدرت الٰہی میں ہے۔ وما علینا الا البلاغ.

تلخیص تمام اعتراضات کی یہ ہے کہ

ازروئے قرآن حضرت عیسیٰ سید اکرم ﷺ سے افضل ہیں اس دعویٰ کے ثبوت میں حوالہ جات قرآنی دیئے ہیں اور ان ادلہ کی تعداد چودہ تک پہنچائی ہے۔ ہم معترض کے اعتراض کو عنایت کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرینگے اور جواب کے موقعہ پر شکریہ لکھیں گے اور جملہ اعتراضات کی تلخیص نقل کرینگے:

عنایت (۱) : حضرت مسیح کی پیدائش بے باپ کے معجزانہ تھی اس لئے وہ حضور ﷺ سے افضل تھے۔

شکریہ : میاں اکرام! آپ نے سخت غلطی کی ہے جو محض اس کی وجہ سے آپ عیسائی

بننے کو تیار ہو گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے۔ عزیز من! معجزہ کی تعریف تو یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی برگزیدہ نبی سے اسطرح کوئی فعل سرزد ہو کہ اس کے مقابلہ سے عوام عاجز آ جائیں اور وہ قوت ان کی ذاتی نہ ہو بلکہ بعطاء الٰہی ان میں نظر آئے۔ مگر اس معجزہ کا فاعل بظاہر وہی نبی ہو۔

امر ولادت ایک ایسی چیز ہے جسکا تعلق پیدا ہونے والے سے نہیں بلکہ پیدا کرنے والے سے ہے اور جس کا ظہور خالق کی طرف سے ہوا سے مخلوق کی طرف منسوب کر کے معجزانہ کا دعویٰ کرنا محض خوش فہمی کی دلیل ہے بلکہ بموجب آیہ کریمہ ﴿ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون﴾ حضرت آدم کی صورت ولادت بجائے حضرت عیسیٰ کے زیادہ معجزانہ ہے لہٰذا عیسائی بننے کی تیاری نہ کیجئے بلکہ آدمی بننے کی فکر کیجئے کیونکہ آیہ مذکور میں صاف ارشاد ہے کہ بے شک عیسیٰ کی مثال مثل آدم کے ہے (کہ وہ بے باپ پیدا کئے گئے) اور آدم کو محض مٹی سے بنا کر حکم فرمایا تو وہ پیدا ہو گئے۔ یہاں ماں ہے نہ باپ۔

علاوہ ازیں شان تخلیق اب تک چار صورتوں میں نظر آئی ہے۔ اول درجہ یہ کہ بلا وساطت والدین جیسے آدم صفی اللہ علیہ السلام دوسرے بوساطت والدہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام تیسرے بوساطت مرد جیسے حوا (رضی اللہ عنہا) اور چوتھے بوساطت والدین جیسے تمام مخلوقات۔ اور غالباً یہی شان تخلیق خالق زمین و زماں کو زیادہ مرغوب ہے کہ اس صورت میں اپنے محبوب خاص جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت فرمائی۔ پھر اگر معجزانہ تخلیق سبب شرافت و عظمت علی الخلائق ہے تو آدمی بنا پسند نہ ہو تو حوائی بنیئے کہ اور بھی زیادہ معجزانہ ہے کہ عادت اللہ کے خلاف ظہور ہوا ہے۔



اور پھر ناقہ صالح علیہ السلام کو سب سے افضل ماننا پڑے گا کہ وہ پتھر کی چٹان سے نکلا اور باہر آتے ہی بچہ دیا لہٰذا ناقتی بنئے اور اس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے:

﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ نَاقَةَ اللهِ وَسُقْيٰهَا﴾

میاں اکرم! اعتراض کرتے یا کتاب حقائق قرآن پڑھتے وقت کچھ سوچا بھی ہوتا یوں ہی پکار بیٹھے کہ میں دلائل حقائق قرآن سے متاثر ہو چکا ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھو ہر فعل فاعل کی ذات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور مفعول پر اس کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شان سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرما کر بتایا کہ ﴿وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ ہم نے مسیح کو بے باپ پیدا کر کے اپنی قدرت کی ایک نشانی بتائی ہے نہ کہ حضرت مسیح کی شرافت بھی اس میں مضمر ہے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو بہت سے کیڑے مکوڑے موسم برسات میں بلا ماں باپ وجود میں آتے ہیں وہ بھی افضل قرار دینے پڑینگے۔ امرود کے اندر گولر کے اندر خود بخود کیڑا ابھنگا پیدا ہوتا ہے تو یہ معجزانہ ولادت ہے۔ لہٰذا فرمائیے کہ یہ بھی سب سے حتی کہ معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہیں۔ واللہ الھادی۔

عنایت (۲) : مسیح کی والدہ حضرت مریم کو سب جہان پر فضیلت ہے لہٰذا مسیح افضل ہیں۔

شکریہ : عزیز من! والدہ کی افضلیت سے مولود کی افضلیت کو کیا تعلق؟ اور اگر حضرت مریم کو آپ ﴿وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے تمام زمانہ کی عورتوں پر افضل مانتے ہیں تو عیسائی بننے اور مرزائی ہونے کی کیوں ڈانٹ بنائی' مریمی ہونے کی دھمکی دی ہوتی۔ علاوہ ازیں ﴿طَهَّرَكِ﴾ کا ترجمہ ہی دیکھ لیا ہوتا تا کہ آپ کو عرف عرب تو معلوم ہو جاتا۔ دیکھئے مفسرین نے عرف کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کیا ہے

وَطَهَّرَكِ مَنْ مَّسِيسِ الرِّجَالِ یعنی مس ذکور سے پاک کیا ہے جو ایک امر واقعہ کا اظہار قرار پاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے ماتحت مفسرین نے جس قدر اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی آپ کے دعویٰ کا مؤید نہیں۔ ملاحظہ ہو پہلا قول تو مذکور ہو چکا علاوہ اس کے دو قول اور ہیں۔

۱...... قِيلَ من المحيض. قَالَ السّدِيُّ كانت مريم لا تحيض. یعنی پاک کیا تجھ کو اے مریم حیض سے۔ علامہ سدی کہتے ہیں کہ حضرت مریم حائضہ نہیں ہوئیں۔

۲...... قِيلَ من الذنوب. یعنی اور پاک کیا اللہ نے اے مریم تم کو گناہوں سے اور ﴿عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کے ماتحت لکھتے ہیں: قِيلَ عالَمِيُّ زَمَانِهَا. وَقِيلَ عَلٰى جَمِيعِ النِّسَاءِ الْعَالِمِين فِيْ أَنَّهَا وَلَدَتْ بلا أَبٍ وَلَمْ يمكن ذالكَ لِاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ وَقِيلَ بِالتَّحرير فِي المسجد لَم تحرر اُنْثٰى. یعنی بعض کہتے ہیں ان کے زمانہ کی عورتوں پر طہارت دی گئی۔ بعض کہتے ہیں تمام زمانہ کی عورتوں پر طاہر ہوئیں اس لئے کہ بغیر مرد کے اولاد دی اور یہ بات زمانہ کی عورتوں میں نہیں۔ بعض کہتے ہیں حمل میں آزاد ہونے کی وجہ سے طاہر ہوئیں۔ پھر فرمایئے عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے کیا فضیلت۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے۔

هنر بنما اگر داری نه جوهر
گل از خار است ابراهیم از آذر

اور اگر بفرض غلط ہم تسلیم بھی کر لیں تو عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کی وجہ سے افضل ماننا پڑے گا اور سرکار ابد قرار روحی فداہ ﷺ کی وجہ سے ازواج مطہرات کو یہ شرف ملا کہ ارشاد ہوا ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ اے ہمارے نبی کی بیبیو! تم اور

عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اور اس سے بڑھ کر یہ شرف محض حضور ﷺ کی وجہ سے ملا کہ ازواج مطہرات مومنین کی مائیں قرار پائیں اور صاف حکم آیا ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ یعنی ہمارے حبیب محمد ﷺ مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ مالک ہیں۔ اور ان کی بیبیاں انکی (یعنی مسلمانوں کی) مائیں ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ج اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ان کے بعد نکاح نہ کرو ان کی بیبیوں سے بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اور اگر ﴿طهرک﴾ کا مقابلہ منظور ہے تو لیجئے ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ وہاں والدہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کی عورتوں میں مطہر تھیں یہاں بہ تصدق حضور ﷺ اہل بیت اطہار مطلقاً مطہر ہوئے۔

تو اب فیصلہ کر لیجئے کہ بموجب آپ کے دعویٰ کے عیسیٰ علیہ السلام نسبت ام کی وجہ سے باعظمت قرار پا رہے ہیں اور یہاں حضور سرور عالم ﷺ کی وجہ سے ازواج کو شرافت مل رہی ہے۔ ذرا انصاف سے فرمائیں کس میں افضلیت نکلی اگر اللہ انصاف دے تو صاف کہو گے کہ بے شک حضور ﷺ کی عظمت ثابت اور ہمارے ''حقائق قرآن'' کا دعویٰ باطل۔

اور پھر خود سید یوم النشور ﷺ کی شان میں ارشاد ہوا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ یعنی اے محبوب ہم نے تجھ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا۔ الناس میں الف لام استغراقی ہے جو احاطہ افراد کا مقتضی ہے بنابریں بدء خلق سے قیام ساعت تک ہر متنفس رسالت میں حضور کا محتاج حتیٰ کہ انبیاء سابقین بھی خواہ یحییٰ ہوں یا موسیٰ۔ از آدم تا عیسیٰ علیہ السلام نبوت و رسالت میں حضور کے دست نگر۔

اسی بناء پر محققین حضور کو ''نبی الانبیاء'' فرماتے ہیں اور خود حضور بھی سناتے ہیں انا امام الانبیاء ہم تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ علاوہ ازیں ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ اور یاد کرو (اے محبوب اس واقعہ کو) جب اللہ نے پیغمبروں سے انکا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ ''النبیین'' میں الف لام استغراقی بھی ماننا پڑے گا اس لئے کہ جمع پر الف لام مفید استغراق ہوتا ہے۔ بنابریں صاف ظاہر ہے کہ اتباع سید الرسل ہادی سبل جناب محمد رسول اللہ ﷺ موسیٰ ہوں یا عیسیٰ' آدم ہوں یا یحییٰ' شیث ہوں یا شعیب، ابراہیم ہوں یا اسمٰعیل سب پر لازم ہوا۔ اور حضور ﷺ کی فضیلت تام اور شرف تمام واضح ولائح۔

نیحل اور مزید برآں یہ کہ ہر نبی کی نبوت ہی اس امر پر موقوف ماننی پڑیگی کہ وہ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ میں اس عہد کا شریک ہو عام اس سے کہ عیسیٰ، موسیٰ ہوں یا آدم و یحییٰ علیہم السلام۔ وللہ الحمد۔ میاں اکرام! انصاف سے کہنا۔ کیا اب بھی تم مرزائی عیسائی ہونے کو تیار ہو؟ اگر زبان سے نہیں تو آپ کا ضمیر ضرور آپ کو ہمارے اس معروض کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا۔

عنایت (۳) : حضرت مسیح کی ولادت کے وقت خارق عادت امور ظاہر ہوئے درخت

خرما نے جو سوکھا ہوا تھا تر ہو کر تازہ کھجوریں دیں، چشمہ جاری ہو گیا۔ بموجب آیۃ کریمہ: ﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا﴾ یعنی تو اسے اس کے تلے (فرشتہ پکارا) کہ غم نہ کھا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہادی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔

شکریہ : بے شک یہ خارق عادت امور ہوئے مگر نہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بلکہ قبل از ولادت عیسیٰ وقت دردزہ یہ امور ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اگر ان آیات سے اوپر کی آیت پڑھ لی جاتی تو معاملہ صاف ہو جاتا ﴿فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ اس کے بعد ہے ﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ﴾ جسکا ترجمہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ دردزہ کا ہے جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ لفظی ترجمہ یہ ہے پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا۔ تو (حضرت مریم) بولیں ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔ ﴿فناداھا من تحتھا﴾ تو اس سے اسی کھجور کے تلے سے فرشتہ پکارا کہ غم نہ کھا۔ الخ

دوسرے ان امور سے قدرت خداوندی کا اظہار ہوا یا کہ اعجاز مسیح کا قطع نظر اس کے ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ بے یار و مددگار یتیم بچے کی پرورش ایسی شان سے ہوئی کہ باشاہوں کے شہزادوں کی بھی نہ ہوئی۔ دور نہ جایئے نور جہاں بیگم کے حالات ہی پڑھ لیجئے کہ وہ کیسے پیدا ہوئی اور جہانگیر بادشاہ کی کس طرح بیگم بنی۔ مختصر قصہ بھی سن لیجئے تا کہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں۔

نور جہان کا دادا شاہ طہماسپ صفوی ۹۳۰ھ کے امراء سے تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ان کا خاندان زیر عتاب شاہی آ گیا۔ تمام جائیداد ضبط کر لی گئی چنانچہ نور جہاں بیگم کے والد مرزا غیاث اپنی بیوی کو لے کر جان بچا کر بھاگے۔ چونکہ بیوی پورے دنوں سے تھی' راستہ میں وضع حمل ہو گیا اور لڑکی پیدا ہوئی۔ ادھر تو بے خانماں بحالت بربادی نکلنا ہوا' ادھر اس بے سروسامانی میں لڑکی ہو گئی۔ اپنی جان ہی بھاری تھی' لڑکی کہاں لیجاتے۔ جنگل میں ڈال سپرد خدا کر آگے چل دیئے۔ حسن اتفاق پیچھے سے ایک قافلہ آ رہا تھا، اس کے میر قافلہ کی نظر اس لڑکی پر پڑی، لاولد تھا، غنیمت جان کر اسے اٹھا لیا، دودھ پلانے والی کی تلاش ہوئی۔ اگلے قافلہ میں اسی لڑکی کی ماں دایہ مقرر ہوئی۔ مختصر یہ کہ شدہ شدہ دربادشاہی تک رسائی ہوئی اور لڑکی کا نام مہرالنساء رکھا گیا اور شیر افگن سے عقد کیا گیا اس کے قتل کے بعد جہانگیر کے محل میں آئی اور نور جہاں خطاب پا کر پردۂ جہانگیر میں ملکہ ہو کر حکمران ملک بنی۔ یہی حال اکبر بادشاہ کا ہے جو تواریخ میں آپ کو ملے گا۔

لہٰذا یہ امر بھی کوئی ایسا نہیں جسکی بناء پر حضرت سرور دو عالم ﷺ پر حضرت مسیح کو فضیلت دی جا سکے۔ پھر حضرت مسیح کی ولادت میں قرآن کے اندر کوئی خاص منقبت نہیں' برخلاف حضور کے متعلق کہیں ارشاد ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ یعنی ہم احسان رکھتے ہیں مومنین پر کہ ان میں ہم نے رسول مطلق مبعوث فرمایا۔ کہیں ارشاد ہے ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ بے شک تم میں اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ اور روشن کتاب آئی۔ کہیں فرمایا ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اے لوگو! بے شک تشریف لائے تم میں نصیحت مجسم تمہارے رب کی طرف سے اور شفا تمہاری

صدری امراض کی اور ہدایت و رحمت مومنین کے لئے۔ وغیرہ وغیرہ ذرا کوئی بتائے تو کہ سوائے حضور ﷺ کے کسی نبی کے لئے رب العزت جل و علا تبارک وتعالیٰ نے یہ شان ولادت ثابت کی۔ میاں اکرم! انصاف شرط ہے۔ حسد وعناد' سخن پروری مذہب پرستی دوسری چیز ہے اور حقیقت شناسی دوسری چیز ہے۔

عنایت (٤) : مسیح نے شیر خواری میں کلام کی' لڑکپن میں ان کو کتاب ملی لہٰذا وہ حضور ﷺ سے افضل ہیں۔

شکریہ : اگر یہی معیار فضیلت ہے تو حضرت یحییٰ کو اس سے بڑھ کر فضیلت میں ماننے کہ یہاں دعویٰ مسیح ظاہر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہے ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا﴾ یعنی رب العزت فرماتا ہے۔ اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے (یعنی یحییٰ کو) بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا۔ بنا بریں اکرام میاں کو چاہیے اس اصول کے ماتحت یحیائی بنیں کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا یہاں خاص حکم یحییٰ علیہ السلام کی طرف ہوا۔ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ...... الخ﴾ سورۂ یوسف میں جو تذکرہ ہے یوسف علیہ السلام کی براءت کی شہادت شیر خوار بچے نے دی تھی لہٰذا اسے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل مانئے کہ یہ نبی ہو کر کلام کرتے ہیں۔ اور وہاں بغیر نبی ہوئے بول رہا ہے۔ جان عزیز! کیوں دھوکہ میں پڑ کو عوام کو دھوکہ میں ڈال رہے ہو۔ ذرا سمجھ کر میدان میں آیا کرو۔

احوال مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مذکورہ امور معیار افضلیت نہیں بلکہ فضیلت

وافضلیت کے لئے وہ شان ہونی چاہیے جوحضور کے لئے وضاحتاً قرآن پاک میں جابجا
مذکورر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اول: حضور ﷺ کے صدقہ میں گناہگاران امت کی خطاؤں کی معافی کا صراحتاً
وعدہ فرمایا گیا۔﴿وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ
لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾ یعنی جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے
محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائے
تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ آگے حضور ﷺ کو مومنین کے
ہرمعاملے کا مختار کلی بنا کر ان کے فیصلے کو بخوشی قبول کرنے پر ایمان موقوف کیا جاتا ہے
﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْٓ
اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ تو اے محبوب! تمہارے رب کی
قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں نیز جو
کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور اسے مان لیں۔ کہیں حضور
ﷺ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا جارہا ہے اور حضور ﷺ کی وجہ میں حضور کی ہمراہی
جماعت کے لئے اجرعظیم اور مغفرت کی بشارت دی جاتی ہے:﴿ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ
رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا o
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ...الی...
مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا﴾ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین
کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے
رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت' آپس میں نرم دل (آخر آیت تک بیان

فرماتے ہوئے آخیر میں فرماتا ہے) جو ان میں ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں
ان کے لئے وعدہ کیا اللہ نے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

کہیں حضور ﷺ کے ایذا دینے والوں کو اپنے ایذا دینے والا فرمایا حالانکہ اس
قادر مطلق کو کوئی ایذا نہیں دے سکتا مگر غایت قرب ومحبت دکھانے کو ارشاد ہوا۔﴿اِنَّ الَّذِیْنَ
یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾ بے
شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور
اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے والوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت
کرنے والا فرمایا﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ﴾
وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

جنہوں نے حضور ﷺ کی غلامی اختیار کی ان کے لئے رضاء الٰہی کا ڈپلوما دنیا میں
عطا ہوا۔﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ﴾ بیشک
اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

حضور ﷺ کے فعل کو اللہ جل علا تبارک وتعالیٰ اپنا فعل فرمارہا ہے ﴿وَمَا رَمَیْتَ اِذْ
رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾ اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ
نے پھینکی تھی۔

حضور ﷺ کے صدقہ میں مومنین کے مقاتلہ کو اللہ اپنا فعل فرمارہا ہے ﴿فَلَمْ
تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ﴾ تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔

حضور ﷺ کا ادب اتنا زبردست تعلیم فرمایا گیا کہ کسی نبی کے لئے بھی یہ رتبہ نہ آیا

کہ نام لے کر بھی نہ پکارو بلکہ خطابات خاص سے ندا دو ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ہمارے رسول کو نہ پکارو ایسے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔ دوسری جگہ وضاحتاً فرمایا ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سرکار مدینہ ﷺ کے حضور آواز بلند کر کے بات کرنے کی ممانعت کی گئی ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب داں نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

اور کہاں تک کہوں کہیں شرح صدر کی بشارت ہے، کہیں اپنے فضل کے ساتھ اپنے حبیب کے فضل کو دکھا کر غنی کر دینا بتایا جا رہا ہے۔ یہ تو وہ مراتب ہیں کہ کسی نبی میں نہ ملیں گے۔

حضور ﷺ کو امر و نہی کا مالک بتایا ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ جو ہمارے حبیب تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں باز رہو۔ دیکھا آپ نے یہ ہے شانِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضور سید یوم النشور ﷺ کے لئے یہ فضائل نہیں۔

رہا یہ کہ خالی ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ﴾ وغیرہ وغیرہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ آپ کو کتاب بچپن میں عطا ہوئی، یہ غلط ہے۔ اور اس وجہ سے غلط ہے کہ بوجہ لاعلمی اکرام میاں اس کے معنی ہی نہ سمجھے۔ اگر کسی اہل علم سے پوچھ لیتے، کبھی نہ کہتے۔ جبکہ عرف بلغاء و اہل لسان ہی یہ ہے کہ مستقبل جب یقینی ہو تو اس کو ماضی کے صیغہ سے ظاہر کیا کرتے ہیں اور اس کی نظائر بہت سی ہیں۔ جیسے ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ ﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر انجیل وغیرہ میں کہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جس وقت یہ دعویٰ فرما رہے تھے اس وقت ان کے لئے کتاب نازل ہو چکی تھی تو ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ بلکہ حقیقتاً عیسیٰ علیہ السلام کو مہد مادر میں جب قوم نے دیکھا تو وہ متعجب ہوئی تو آپ نے شروع سے بعطاء الٰہی اس وقت کلام فرمایا اور اس میں بتایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں، خدا کا بیٹا نہیں اور مجھے کتاب و نبوت ملے گی وغیرہ وغیرہ۔ اللہ ہدایت دے اور اگر انصاف ہو تو معاملہ صاف ہے۔

عنایت (۵): قرآن سے ثابت ہے کہ مسیح کو جب دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتہ آ کر اسے بجسم خاکی آسمان پر لے گیا اور کفار سے بچا لیا اور حضرت محمد ﷺ کو مخالفوں نے گھیرا تو کوئی فرشتہ نہ آیا، نہ ان کو آسمان پر اٹھایا لہٰذا مسیح افضل ہے۔

شکریہ: بے شک قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

اِلَیْہِ﴾ آیا مگر انصاف تو یہ تھا کہ اصل واقعہ صاف دکھاتے تا کہ ناواقف مغالطہ میں نہ پڑتا۔ اگر ٹھنڈے کلیجہ سے سنیں تو ہم عرض کریں۔ قرآن کریم میں ہے ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْہُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ﴾ یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر پایا تو بولے کون میرا مددگار ہوتا ہے اللہ کے لئے۔ حواریوں نے کہا ہم مددگار ہیں اللہ کے لئے۔ یہ شان تو عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ اب حضور ﷺ کے مرتبہ کا اندازہ کیجئے کہ اللہ جل وعلا نے اس پاک ہستی کو وہ دلاوری وشجاعت وقرب عطا فرمایا کہ آپ کو اپنی مدد کے لئے فرشتہ تو فرشتہ کسی صحابی کی مدد کی بھی حاجت نہ تھی چہ جائیکہ آسمان پر جانے کے لئے دعا کرتے۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے۔ ﴿وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾۔ اے حبیب اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے دنیا میں ہی قلب قوی عطا فرما کر دشمنوں میں اس شان سے رکھا کہ مکہ سے تشریف لاتے وقت چپہ چپہ پر دشمنوں کا ڈیرہ تھا۔ کوچہ کوچہ، گلی گلی حتیٰ کہ باب عالی تک محصور تھا مگر عصمت الٰہی میں رہ کر اس شان سے مدینہ آئے کہ وہیں مکہ کے غار میں رہے اور کفار غار کا گشت کرتے رہے مگر حضور ﷺ کا بال بیکا نہ کر سکے۔ میاں اکرام! احساس بغاوت پر حواریوں سے استمداد کرنے والا زیادہ رتبہ والا ہو سکتا ہے یا جان نثاروں کی جان نثاری دیکھتے ہوئے یہ کہنے والا کہ جاؤ مجھے میرے رب نے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔ ذرا انصاف کرو اور انصاف سے کہو کہ کیسی کہی۔ واہ میاں اکرام! آپ تو آپ ہی ہیں۔ آپ اگر واقعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کے قائل ہوئے تھے تو یہ قصہ نہ چھیڑا ہوتا، علاوہ ازیں اگر آپ کو فرشتہ کے نہ آنے کی ہی شکایت ہے تو اپنی معلومات کی کوتاہی کا شکوہ کیجئے۔ کیا آپ نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا۔ ﴿وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ﴾

حضور ﷺ کی مدد نہیں بلکہ حضور کے غلاموں کی امداد بصدق ذات محمد رسول اللہ ﷺ یوں کی گئی جس کا تذکرہ آیہ مذکورہ میں فرمایا یعنی بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔ اس کے آگے اسی جگہ ارشاد ہے ﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ﴾ یعنی جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ آگے اس فرمان محمدی ﷺ کی تصدیق میں ارشاد ہوتا ہے ﴿بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ﴾ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔ آگے ایک مقام پر ارشاد ہے ﴿اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ﴾ یعنی جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے آگے۔ یوم حنین کے واقعہ میں ارشاد ہے ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ﴾ پھر اللہ نے تسکین نازل فرمائی اپنے رسول اور مؤمنین پر اور وہ لشکر اتارا (فرشتوں کا) جو تم نہ دیکھتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔ کہیے میاں اکرام! بس یا ابھی اور ضرورت ہے واللہ الھادی بخوف ضخامت رسالہ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ جتنے دلائل قرآنی درکار ہوں، حاضر کر سکتا ہوں اب ذرا ٹھنڈے کلیجہ انصاف کی نگاہ سے میرا رسالہ پڑھ کر فیصلہ کرنا۔ آئندہ اختیار بدست مختیار۔

عنایت (۶) : مسیح کا جسم باوجود حاجت بشریہ کے آج تک محفوظ ہے حالانکہ اور کسی کا نہیں' لہٰذا ثابت ہوا کہ مسیح محمد ﷺ سے افضل ہے۔

شکریہ : جسم کا محفوظ رکھنا رکھنے والے کی قدرت پر دال ہے یا رہنے والے کی فضیلت پر۔ برایں عقل ودانش اور کیا کہوں۔ کہیں آپ خفا ہو کہ غصہ کے بائیلر کو تیز نہ کرلیں۔ بھائی جان! جسم تو ملائکہ بھی رکھتے ہیں اور آج تک بدستور ہیں بلکہ ان پر تو کسی دشمن کو حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں اور جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لاکر انتقال فرمائیں گے' ملائکہ اس وقت بھی بدستور ہوں گے۔ لہٰذا عیسائی مرزائی نہ بنئے اس لئے کہ مرزا صاحب تو مر کر مٹی میں مل چکے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی انتقال فرمائیں گے مگر ملائکہ بدستور رہیں گے اور آپ کے نزدیک معیار افضلیت یہ ٹھہرا کہ جو آسمان پر چلا جائے یا زندہ رہے وہ سب سے افضل ہے۔ حالانکہ دنیا میں بے جان چیزوں میں بہت سی چیزیں ایسی ملیں گی جن کی زندگی عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں بڑی ہے جیسے پہاڑ، آسمان، چاند، سورج، ستارے تو ان کو بھی حضرات انبیاء علیہم السلام پر آپ افضل مانیں گے۔ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ پھر ایسے لایعنی وجوہات پیش کرنے سے کیا فائدہ۔ جان عزیز! ذرا سوچو سمجھو' ہوش میں آکر بات کیا کرو' مذہبی نشہ میں اندھا دھند نہ بھاگا کرو اور اگر یہی ہے تو ﴿ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَۃً ﴾ فرعون کے متعلق ہے اور اس کا ظہور بھی ہوگیا کہ آج اس کی لاش مصر کی میوزیم میں بتائی جاتی ہے۔

عنایت (۸،۷) : مسیح نے جانوروں کو پیدا کیا حالانکہ پیدا کرنا خاصہ خداوندی ہے اور بیماروں کو، اندھوں کو، کوڑھیوں کو تندرست سوانکھا بنایا، مردے زندہ کئے۔

شکریہ : صاحب قرآن تو یوں فرما رہا ہے ﴿قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ

الْقَھَّارُ﴾ یعنی اے حبیب فرمادیجئے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی زبردست خالق وقہار ہے۔ ہاں خوب یاد آیا آپ غالباً اس آیت کے نہ سمجھنے سے دھوکہ میں پڑے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے ماذون ہونے کا ذکر ہے ﴿اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْراً بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ یعنی میں مٹی سے جانور کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونکتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے زندہ جانور بن جاتا ہے اور میں بیماروں کی اچھا کرتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کام بحکم الٰہی کرتے تھے بلکہ پھونک دینا مسیح کا کام تھا مس فرمانا مسیح کا کام تھا اور اس پھونک اور مس میں اثر ڈالنا خدا کا کام۔ بنابرایں نہ مسیح خالق ہوئے' نہ شافی اور نہ خدا کی خدائی میں شریک۔

مجھے آپ کے اس دعوے پر ہنسی آتی ہے۔ برادرم ذرا انصاف سے کہنا اگر بادشاہ پھانسی کا حکم دے اور اس کی تعمیل کرنے والا اس حکم کو پورا کردے تو کیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ محکوم بادشاہ ہوگیا۔ مجسٹریٹ کو، جسٹس کو مجاز ہوتا ہے سزا اور عفو کا مگر باذن بادشاہ۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ مجسٹریٹ اور جسٹس خود بادشاہ ہیں۔ ذرا خوش فہمی کو علیحدہ کر کے تعقل کو استعمال کر کے وجہ ترجیح بتائی تھی۔ ماشاء اللہ چشم بددور۔ علاوہ ازیں کیا انبیاء اس لئے آئے تھے کہ اندھی آنکھ والے کو تندرست کردیں، مردے کو زندہ کردیں، مٹی کے جانور پھونک سے اڑاتا ہوا دکھائیں۔ حاشا وکلا۔ انبیاء کے یہ کام نہیں بلکہ جو نبی جس قوم کے اندر آیا اسے اسی قوم کے مذاق کے مطابق معجزہ ملا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اس وقت ہوئی جب کہ جادوگری کے فن کا چرچا تھا۔ چنانچہ ان کے عاجز کرنے کے لئے آپ کو

جادوشکن معجزہ عطا ہوا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے ﴿وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی قَالَ ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی﴾ اور تیرے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ؟ عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور یہی میرے اس میں کام ہیں۔ ﴿قَالَ اَلْقِھَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰھَا فَاِذَا ھِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی﴾ فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ۔ تو آپ نے اسے ڈال دیا تو جب ہی وہ اژتا ہوا سانپ ہوگیا۔ پھر ارشاد ہوا ﴿خُذْھَا وَلَاتَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی﴾ اسے پکڑ لے اور اس سے نہ ڈر اب ہم اسے پھر پہلی طرح کا کردیں گے۔ ﴿وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی لِنُرِیَکَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی﴾ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے، یہ ایک اور نشانی ہے۔ یہ اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھلائیں۔ فرعون کے پاس جا اس نے سرکشی کی ہے۔ چنانچہ اسی معجزہ کے اظہار کا واقعہ دوسری جگہ مذکور ہے۔ ﴿فَاِذَا حِبَالُھُمْ وَعِصِیُّھُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِھِمْ﴾

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حکمت یونان کا چرچا تھا تو حکماء میدان حکمت میں آکر کوس لمن الملک بجایا کرتے تھے اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور حکماء کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ دیا جس کا مقابلہ حکماء زمانہ نہ کرسکے یعنی محض مس کرنے سے مادر زاد اندھے کا سوانکھا ہو جانا، وغیرہ وغیرہ، مردے کا جی اٹھنا۔ زمانہ سرور دوعالم ﷺ میں فصاحت وبلاغت کے دریا امنڈ رہے تھے۔ علمی مذاق کا ستارہ اوج پر تھا تو حضور کو ان کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ عطا ہوا کہ فصحاء و بلغاء عرب دبے لچے رہ گئے

اور میدان فصاحت میں آکر دعویٰ کرنے کی بجائے گوشہء عجز میں جابیٹھے اور خدا نے اپنے محبوب کی زبان سے علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ کہلوادیا۔ ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا﴾ یعنی اے حبیب! علی الاعلان کہہ دیجئے کہ اگر جن اور انس اس پر جمع ہوجائیں کہ اس قرآن پاک کی مثل لائیں تو نہ لاسکیں گیا گرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔ اور یہ معجزہ قیامت تک کے لئے واضح دلائل طور پر قائم ہے۔ اعجاز ہائے عیسوی ان کی ذات کے ساتھ تھے معجزات محمدی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام اس وقت بھی تھے اور اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ پھر کفار نے جب کوئی جدید معجزہ انبیاء سابقین کے معجزوں سے بڑھتا چڑھتا مانگا تو حضور نے علی الفور دکھایا۔ جیسا کہ شق قمر، جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۝ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ یعنی قریب ہوگئی قیامت اور شق ہوگیا چاند اور جب دیکھتے ہیں کوئی نشانی منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے پرانا۔ ﴿وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔ ہاں اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ کفار نے حضور ﷺ سے کوئی معجزہ طلب کیا اور حضور ﷺ دکھا نہ سکے یا دکھانے میں اپنی معذوری ظاہر کی تو اگر آپ قرآن سے دکھائیں گے تو ان شاء اللہ ہم قرآن سے جواب عرض کریں گے اور اگر آپ حدیث سے دکھائیں گے تو ہم احادیث سے جواب نذر کریں گے۔

عنایت (۹) : قرآن کریم میں ذکر ہے کہ لوگ جو کچھ گھروں میں کھاتے یا رکھتے تھے حضرت مسیح ان کو بتادیتے تھے یہ علم غیب کی صفت ہے جس میں مسیح شریک ہے۔ ثابت

ہوا کہ مسیح افضل ہے۔

شکوہ : جی ہاں ﴿وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَاتَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ﴾ میں یہی ذکر ہے مگر افضلیت تو جب ثابت ہوتی جب کہ مسیح تو یہ بتادیتے اور حضور سید یوم النشور ﷺ نہ بتاتے۔ اب ذرا آپ سنبھل کر بیٹھیے اور گوش ہوش کے ساتھ مسموع فرمایئے اور سمجھئے کہ حضور کی کیا شان علم ہے۔ مگر قبل اس کے کہ میں حضور کی وسعت علم آپ کو دکھاؤں یہاں پر عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ اس صورت میں بھی آپ کو آدمی بننا چاہیے تھا' نہ کہ عیسائی۔ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو گھر میں جو لوگ کھاتے اسے بتادیتے یا جو کچھ جمع کرتے وہ بتاتے اور آدم صفی علی نبینا و علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ ملائکہ کے مقابلے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے سکھائے تمام اشیاء کے نام۔ پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں اور کہا سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتادو تو عرض کرنے لگے۔ پاکی ہے تجھ سے۔ مگر ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ آگے ارشاد ہے ﴿قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ ...... الخ﴾ فرمایا اے آدم تم بتادو انہیں سب اشیاء کے نام۔ جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے تو فرمایا ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جانتے ہیں الخ۔ اور سمجھ لیجیے کہ عیسیٰ علیہ السلام اشیاء میں سے صرف کھانے اور جمع کرنے کا علم رکھتے تھے اور آدم علیہ السلام سب کچھ اشیاء کو جانتے تھے تو آدم افضل ہونے چاہئیں۔ تو اس اصول کی بناء پر جناب کو آدمی بننا ضروری ہے۔ اب لیجیے وہ دلائل جو وسعت علم مصطفےٰ ﷺ کے لئے قرآن پاک میں ہیں اگرچہ کہ سب نہیں کہ رسالہ مختصر ہے لیکن مختصر میں مختصر عرض کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو خود دعویٰ کیا جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے اور یہاں حضرت سرور دوعالم ﷺ کی وسعت علم کے متعلق خود خدا جل وعلا قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا﴾ یعنی بیشک اے حبیب ہم نے تجھے بھیجا حاضر وناظر اور خوشی وڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا ڈرسناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب۔ شاہد شہود سے ہے اور شہود حضور ہیں۔ شاہد مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ رویت ہے تو وہ بیشک شاہد ہیں اور جو شاہد ہے وہ بلاشک وشبہ حاضر ہے اور جو حاضر ہے وہ یقیناً ناظر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَکَذٰلِکَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾ ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں اپنی ساری بادشاہی آسمان وزمین کی تو جس چیز کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سلطنت سے خارج مانا جائے وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں اور نہ سلطنت ہی سے خارج' تو آسمان وزمین کی تمام مملکت ابراہیم علیہ السلام کی زیر نظر ہوئی اور نُرِیْ فرمانے اور اَرَیْنَا نہ فرمانے میں خاص حکمت روشن طریق پر واضح ہے اس لئے کہ اَرَیْنَا میں انقطاع کا وہم ہے اور نُرِیْ بقا اور تجدید پر دال۔ تو ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام دیکھتے تھے اور تمام سلطنت الٰہیہ دیکھتے رہیں گے۔ اب کذٰلک اسم اشارہ کا مشار الیہ سوائے حضور سید یوم النشور ﷺ کون

ہوسکتا ہے۔

ترجمہ ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِیٓ اِبْرٰهِیْمَ﴾ کا یہی ہوا کہ ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم کو۔ایسے ہی کیا معنی؟ وہ دوسرا کون ہے۔جس کے دکھانے کی تشبیہ دی گئی وہ مشبہ بہ یقینا حضور سرور عالم سید اکرم ﷺ ہی ہیں اس لئے کہ ﴿فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ میں حضور ﷺ ہی تمام انبیاء کی تبلیغ حقہ کی شہادت میں روز قیامت بلائے جائیں گے۔چنانچہ لفظی ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ ونگہبان کر کے لائیں۔ ﷺ تو حضور کو سب پر گواہ اس وقت تک لانا بے کار قرار پائے گا جب تک کہ حضور کو شاہد نہ مانا جائے اور شاہد اس کو تسلیم کیا جاسکتا ہے جو مشاہدہ کرنے والا ہو بنابریں ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فقط گھر میں جو کچھ کھایا جاتا تھا اسے بتادیتے تھے اور جو وہ خزانہ جمع کرتے وہ بتادیتے تھے۔سرکار مدینہ سید الانبیاء ﷺ اپنی تشریف آوری سے پہلوں کا مشاہدہ بھی فرمارہے تھے اور تشریف لاکر سب کا مشاہدہ کیا' تشریف لے جاکر قیامت تک مشاہدہ کرتے رہیں گے۔فرمائیے میاں اکرام! کس کی وسعت علم زیادہ ہوئی اور سنئے حضور سید اکرم ﷺ کو وہ روشن کتاب ملی کہ جس میں ہرشے کا روشن بیان ہے اور یہ امر تو ناقابل انکار ہے جس پر کتاب آئی ہو وہ اس کے علم سے بے خبر ہو مگر نہیں قرآن ہی فرماتا ہے ﴿اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ اس کا پڑھانا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔تو جس سے کتاب ملی اسی سے پڑھی اس کتاب کی شان یہ ہے کہ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ یعنی اے حبیب ہم نے تم پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہرشے کا روشن بیان ہے۔اس سے زیادہ اور فرمایا ﴿وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ

اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہے' نہ خشک وتر مگر روشن کتاب میں ہے یعنی قرآن کریم میں۔پھر سورہ فتح میں ﴿وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ﴾ فرما کر مہر لگادی کہ ہم نے اپنی تمام نعمتیں تم پر ختم کردی ہیں۔اور ظاہر ہے کہ علم اور ہر قسم کا علم' نعمتوں میں سے ایک زبردست نعمت ہے لہٰذا جہاں انبیاء کو بقدر حاجت تھوڑا تھوڑا دیا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اتنا دیا کہ گھر کا خزانہ اور کھانے بتادیں۔سرکار مدینہ ﷺ پر تمام خزانے ختم فرمادیئے۔ دوسری جگہ یہی فرمایا ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔پھر کہاں تک دلائل پیش کروں۔

کہیں ارشاد ہے ﴿وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾ ہمارے حبیب غیب بتانے میں بخیل نہیں۔کہیں ارشاد ہوتا ہے ﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا﴾ اے حبیب ہم نے سکھادیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا زبردست فضل ہے اور لیجئے صاف اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ﴾ یعنی وہ جو غلامی کریں گے اس رسول امی کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دیگا اور برائی سے منع کریگا اور ستھری چیزیں ان پر حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں انہیں حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے' اتارے گا۔دیکھا آپ

نے یہ شان اس نبی امی ﷺ کو ہی ملے گی۔ عیسائیوں کے پھندے بھی اس پاک ہستی نے کھولے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام پر بھی نہ معلوم کیا کیا الزامات کے پھندے لگا دیئے گئے تھے۔ بقدر ضرورت اس عجالہ میں اس مختصر پر کفایت کرتا ہوں۔ اب اگر تحقیق حق فی الواقع منظور ہے تو اصالتاً تشریف لائیں اور نہایت آزادانہ طریق سے جو شبہات ہوں، فرمائیں اور سمجھ کر جائیں اور اشتہار بازی سے باز آئیں کہ حقیقتاً یہ طریقہ سمجھنے کا مفید نہیں۔ اس لئے کہ جواب دینے والا ہر ایک انسان ایک مزاج نہیں رکھتا کوئی غصہ میں لکھے گا، کوئی الزامی جوابات دے کر ٹال دیگا، کوئی تحقیق حق سے دور ہو کر بے نقط سنانے پر اتر آئے گا۔ جب آپ سامنے ہونگے ٹھنڈے دل سے باتیں ہونگی اور یقین ہے کہ ان شاء اللہ آپ کی تشفی کے قابل جواب حاضر کئے جائیں گے۔ آئندہ آپ کی مرضی۔

عنایت (۱۰) : قرآن مجید میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے خصوصاً حضرت محمد ﷺ کی بابت یہی حکم ہے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ اور ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى﴾ مگر مسیح کی بابت گناہ کا کوئی ذکر نہیں۔ ثابت ہوا کہ مسیح افضل ہیں۔

شکریہ : یہاں تو آپ بہت ہی دھوکہ میں پڑ گئے ہیں اور بوجہ کم علمی آپ محاورہ عربی تک کا عبور نہ کر سکے۔ یا بالفاظ دیگر آپ کی خوش اعتقادی کا بہاؤ آپ کو ادھر بہا لے گیا۔ جناب من! قرآن کریم نے تو کسی نبی کو بھی گناہ گار نہیں کہا اور نہ نبی گنہگار ہو سکتا ہے۔ اسلام کا تو عقیدہ ہی یہ ہے کہ ہر نبی خواہ عیسیٰ ہوں یا موسیٰ، آدم ہوں یا یحیٰ، معصوم عن العصیان ہیں۔ اب رہے وہ تذکرے جن سے آپ دھوکہ میں پڑے ان میں کہیں گناہ کا ذکر نہیں۔ ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ نے وعصیٰ آدم کے معنی ہی نسیان کے کر دیئے۔ اسی طرح جتنے انبیاء کے متعلق تذکرے ہیں ان کی

صفائی خود قرآن پاک نے فرمائی ہے چونکہ یہاں اس کا تفصیلی تذکرہ مبحث کی ضرورت سے زائد ہے اس لئے اسے کسی دوسرے موقعہ پر عرض کروں گا اب تو مابہ النزاع ﴿واستغفر لذنبک﴾ اور ﴿ووجدک ضالا﴾ والی آیتیں ہیں لہٰذا ان کا جواب عرض ہے۔ میاں اکرام! اعتراض سے متاثر ہوتے وقت آپ کو اصطلاحات پر بھی عبور کر لینا تھا مگر افسوس کہ آپ نے یکطرفہ فیصلہ سن کر اثر قبول کر لیا۔ قرآن کریم میں بہت سے مواقع ہیں جہاں مخاطب حضور سید یوم النشور ﷺ ہیں اور مقصود دوسرے عوام کو حکم پہنچانا ہے۔

چنانچہ مثال کے لئے چند عرض کرتا ہوں ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ یعنی اے محبوب! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ﴾ اور اپنے رب سے ڈرو اپنی عورتیں اپنے گھروں سے نہ نکالو دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ یعنی اے محبوب اللہ کا خوف رکھو اور کافروں اور منافقوں کی نہ سنو۔ علاوہ اس کے اور بہت سی مثالیں ہیں جو بخوف طوالت نہیں لکھی گئیں۔ اسی طرح ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ کے بھی یہی معنی ہیں کہ اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (اس لئے کہ آپ کی سفارش ہمارے ہاں خصوصیت سے مقبول ہے) جیسا کہ ہم اول ذکر کر آئے ہیں۔ ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ﴾ قطع نظر اس کے کہ ہمارے یہاں مفسرین بھی قریب قریب یہی بتا رہے ہیں چنانچہ صاحب معالم فرماتے ہیں: امر بالاستغفار مع انہ مغفور لہ لیستن بہ امتہ۔ یعنی حکم استغفار بظاہر حضور کو ہوا باآنکہ حضور مغفور و معصوم ہیں یہ اس لئے کہ امت کو

تعلیم مل جائے اور سنت محبوب بن جائے۔ صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمة فرماتے ہیں: ان المراد توفیق العمل الحسن واجتناب العمل السیء ووجهه ان الاستغفار طلب الغفران والغفران هو الستر علی القبیح ومن عصم فقد ستر علیه قبائح الهوی یعنی اس سے مراد توفیق عمل حسن اور اجتناب عمل مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار طلب غفران ہے اور غفران قبائح سے مستور ہونے کو کہتے ہیں اور جو معصوم ہوا وہ یقیناً مستور عن القبائح ہو گیا۔

اور اگر آپ گرائمر جانتے ہیں تو ان جھگڑوں میں ہی نہ پڑتے اس لئے کہ اس کے قاعدہ سے اس آیت کا مفہوم بالکل ہی ہمارے مذکورہ ترجمہ کے موافق ہوتا ہے اور حسب موقع آپ کی ضیافت علمی کے خیال سے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ اس کی ترکیب نحوی یہ ہوتی ہے: (و) عاطفہ، (استغفر) امر حاضر معروف فعل با فاعل، (لذنبک) میں (ل) جار، (ذَنْب) مضاف، (خواص) مضاف الیہ مضاف (محذوف) ک مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ (ذنب) مضاف کا ہوا، پھر مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور (ل) جار کا ہوا جار مجرور مل کر معطوف علیہ ہوا۔ اب (للمومنین) کو لیجئے۔ واؤ حرف عطف، (ل) جار، (مؤمنین) معطوف علیہ۔ (و المؤمنٰت) واؤ عطف، (مؤمنٰت) معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل امر (استغفر) کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اس ترکیب نحوی کے اعتبار سے وہی معنی صحیح بنتے ہیں جو ہم لکھ آئے ہیں اور ان معنی کے اعتبار سے آپ کے ''حقائق قرآن'' کا اعتراض ہی محض لا یعنی ہو جاتا ہے اور مزید اطمینان کے

لئے آپ کی بائیبل۔ اے توبہ۔ عیسائیوں کی بائیبل سے بھی نظیر پیش کئے دیتے ہیں تا کہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نبی کو مخاطب کر کے قوم مراد لینا پرانا طریقہ ہے۔ چنانچہ بائیبل میں ہے: اے اسرائیل سن۔ استثنا ۶/۳، اس سے مراد قوم ہے نہ کہ خود اسرائیل مختصراً جواب عرض کر دیا ہے اور تفصیل کی حاجت ہو تو میں پھر عرض کروں گا کہ تشریف لے آئیں اور سمجھ جائیں اشتہار بازی محض بازی ہے اس سے اجتناب کریں۔ اب رہا ﴿وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ اس کے متعلق پہلے آپ لفظ ضال کا استعمال سمجھ لیجئے تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے ضال کے جو معنی سمجھے ہیں وہ غلط ہیں یہ ضَلَّ سے ہے اور ضلال کے معنی عدول عن الطریق المستقیم کے ہیں اور جس جگہ یہ معنی لئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل مثال سے آپ سمجھ سکیں گے ﴿مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا﴾ یعنی جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔ اور ضلال عدول عن المنهج کے معنی میں بھی آتا ہے عام اس سے کہ عمداً ہو یا سہواً کم ہو یا زیادہ۔ چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں: کوننا مصیبین من وجه وکوننا ضالین من وجوه کثیرة.

اور کبھی لفظ ضلال محض خطا کے معنی میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت ضلال انبیاء کی طرف بھی کی گئی اور کفار کی طرف بھی کی۔ اور بمعنی استغراق فی الحبت بھی۔ اور اس میں بون بعید ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ان کے بیٹوں نے کہا۔ ﴿اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ﴾ ﴿اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ یعنی آپ اپنی پرانی محبت میں ہیں اور بے شک ہمارے باپ شفقت یوسف میں کھلم کھلا ہیں۔ محض سہو کے معنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ﴾ میں

تعلیم مل جائے اور سنت محبوب بن جائے۔ صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ان المراد توفیق العمل الحسن واجتناب العمل السیء ووجهه ان الا ستغفار طلب الغفران والغفران هو الستر علی القبیح ومن عصم فقد ستر علیه قبائح الهوی یعنی اس سے مراد توفیق عمل حسن اور اجتناب عمل مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار طلب غفران ہے اور غفران قبائح سے مستور ہونے کو کہتے ہیں اور جو معصوم ہوا وہ یقیناً مستور عن القبائح ہوگیا۔

اور اگر آپ گرائمر جانتے ہیں تو ان جھگڑوں میں ہی نہ پڑتے اس لئے کہ اس کے قاعدہ سے اس آیت کا مفہوم بالکل ہی ہمارے مذکورہ ترجمہ کے موافق ہوتا ہے اور حسب موقع آپ کی ضیافت علمی کے خیال سے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ اس کی ترکیب نحوی یہ ہوتی ہے: (و) عاطفہ، (استغفر) امر حاضر معروف فعل بافاعل، (لذنبک) میں (ل) جار، (ذَنب) مضاف، (خواص) مضاف الیہ مضاف (محذوف) ک مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ (ذنب) مضاف کا ہوا، پھر مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور (ل) جار کا ہوا جار مجرور مل کر معطوف علیہ ہوا۔ اب (للمومنین) کو لیجئے۔ واؤ حرف عطف، (ل) جار، (مؤمنین) معطوف علیہ۔ (والمؤمنٰت) واؤ عطف، (مؤمنٰت) معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل امر (استغفر) کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اس ترکیب نحوی کے اعتبار سے وہی معنی صحیح بنتے ہیں جو ہم لکھ آئے ہیں اور ان معنی کے اعتبار سے آپ کے ''حقائق قرآن'' کا اعتراض ہی محض لایعنی ہو جاتا ہے اور مزید اطمینان کے

لئے آپ کی بائیبل۔ اے توبہ۔ عیسائیوں کی بائیبل سے بھی نظیر پیش کئے دیتے ہیں تا کہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نبی کو مخاطب کر کے قوم مراد لینا پرانا طریقہ ہے۔ چنانچہ بائیبل میں ہے اے اسرائیل سن۔ استثنا ۶/۳، اس سے مراد قوم ہے نہ کہ خود اسرائیل مختصراً جواب عرض کر دیا ہے اور تفصیل کی حاجت ہو تو میں پھر عرض کروں گا کہ تشریف لے آئیں اور سمجھ جائیں اشتہار بازی محض بازی ہے اس سے اجتناب کریں۔ اب رہا ﴿وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ اس کے متعلق پہلے آپ لفظ ضال کا استعمال سمجھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے ضال کے جو معنی سمجھے ہیں وہ غلط ہیں یہ ضَلَّ سے ہے اور ضلال کے معنی عدول عن الطریق المستقیم کے ہیں اور جس جگہ یہ معنی لئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل مثال سے آپ سمجھ سکیں گے ﴿مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا﴾ یعنی جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔ اور ضلال عدول عن المنهج کے معنی میں بھی آتا ہے عام اس سے کہ عمداً ہو یا سہواً کم ہو یا زیادہ۔ چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں: کوننا مصیبین من وجه وکوننا ضالین من وجوه کثیرة.

اور کبھی لفظ ضلال محض خطا کے معنی میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت ضلال انبیاء کی طرف بھی کی گئی اور کفار کی طرف بھی کی۔ اور بمعنی استغراق فی المحبت بھی۔ اور اس میں بون بعید ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ان کے بیٹوں نے کہا۔ ﴿اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ﴾ ﴿اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ یعنی آپ اپنی پرانی محبت میں ہیں اور بے شک ہمارے باپ شفقت یوسف میں کھلم کھلا ہیں۔ محض سہو کے معنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ﴾ میں

نے وہ کام کیا ایسے حال میں کہ مجھے اس کے راہ کی خبر نہ تھی۔اور ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی﴾ یعنی کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یاد دلادے۔اور ﴿وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی﴾ میں بھی یہی معنی بنتے ہیں کہ اے حبیب ہم نے تمہیں اپنی محبت میں ازخودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔اس لئے کہ ضلال بمعنی شفقت بھی آتا ہے اور بمعنی عدول عن المنہج بھی اور عدول عن طریق المستقیم بھی۔پھر حسب موقعہ سیاق کلام سے اس کے معنی ارباب زبان سمجھتے ہیں۔آپ نے بے سوچے سمجھے یوں ہی معنی گھڑ لئے۔علاوہ ازیں مندرجہ ذیل آیات میں بھی علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہیں جو آپ کی ضیافت علمی کے خیال سے نذر ہیں۔﴿یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ﴾ اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے وہی گمراہ ہوتے ہیں جو بے حکم ہیں۔ ﴿فَھَمَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ﴾ تو ان میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دھوکہ دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں۔﴿وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔﴿وَمَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾ اور کافروں کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ﴾ اور بولے جب ہم مٹی میں مل جائیں گے۔﴿اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ وَّ اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ﴾ یعنی کیا نہ کردیا ان کا مکر ہم نے باطل۔تو اب سمجھ لیجئے کہ ضلال ضال ،ضل کے معنی حسب موقعہ باطل ہونے ،مٹی میں ملنے ،شفقت پدری کرنے ،محبت وطلب میں ازخودرفتہ ہونے ،سہو کرنے ،گمراہ ہونے ،غفلت میں پڑنے ،اپنے منصب سے

بے خبر ہونے وغیرہ وغیرہ کے آتے ہیں۔تو آپ نے گمراہ کے معنی کی تخصیص کس دلیل سے کرلی؟ ذرا انصاف بھی تو کیا کیجئے۔محض مذہبی طرفداری میں اندھادھند لکھ مارنا ،انصاف کے خلاف ہے۔ واللہ الھادی.

عنایت (۱۱) : حضرت سرور عالم ﷺ عرصہ ہوا فوت ہوگئے اور مسیح ابھی تک زندہ ہے اور قرآن کہتا ہے زندہ مردہ برابر نہیں۔

شکریہ :اس کا جواب ہم اول (۶) میں دے آئے ہیں بلکہ عنایت (۱۱) حقیقتاً محض عنایت ہے کہ تعداد بڑھ جائے ورنہ بعینہ وہی (۶) کی عنایت ہے مگر میاں اکرام نے اس کا نمبر علیحدہ گنا ہے۔جان عزیز! آپ ﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ﴾ سے یہ تو اعتراض جڑ بیٹھے۔مگر یہ بھی سوچا کس چیز میں برابر نہیں باعتبار دنیا برابر نہیں یا روحانیات میں یا فضیلت وافضلیت میں۔اور اگر بزعم سامی ایسا ہی ہے تو سنبھل کر بتایئے کہ بموجب عقائد عیسویت حضرت مسیح جب مرکر تین روز قبر میں پڑے رہے تھے (معاذ اللہ) اس وقت ان کے شاگرد جو زندہ تھے وہ حضرت مسیح سے افضل تھے یا نہیں؟ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو یقیناً عیسائی یہی کہیں گے کہ شاگرد افضل نہیں تھے۔تو کہئے پھر یہ اعتراض کس جگہ رکھا جائے۔ذرا ہوش سے بات کیا کیجئے۔

(نوٹ) یہ نمبر ہم ۱۹۱۴ء کے مطبوعہ اشتہار سے لے رہے ہیں اور میاں کی کھلی چٹھی میں یہ نمبر ۱۳ ہے۔

عنایت (۱۲) : از روئے مسلمات اسلام قریب قیامت مسیح بنی آدم کی رہبری کے لئے آئیں گے۔جب اول آخر مسیح ہادی ٹھہرا تو ثابت ہوا مسیح افضل ہے۔

شکریہ : آپ کا اعتراض تو ہم نے سن لیا مگر یہاں آپ پر اعتراض آتا ہے وہ یہ کہ آپ تو

قرآن کے سوا احادیث کو مانتے نہ تھے پھر یہاں احادیث کو مسلمات اسلام قرار دے کر کیوں سامنے آئے اور جب آئے تھے تو انہیں مسلمات کو بغور پڑھ لیا ہوتا آپ کو انہیں میں یہ بھی مل جاتا کہ مسیح کس حیثیت سے آئیں گے اور کن احکام محمد رسول اللہ ﷺ کی تعمیل کریں گے اور وہ مستقل رسول بن کر آئیں گے یا بہ حیثیت محکوم۔

جناب من! اصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے ان احکام کی زمانہ اخیر میں آکر تعمیل کریں جو چودہ سو برس قبل حضور صادر فرما گئے ہیں حتیٰ کہ امامت بھی وہ نہ کریں بلکہ سرور عالم ﷺ کے امتی امام مہدی علیہ الرحمة والرضوان کی اقتداء میں نماز پڑھیں باآنکہ حضرت مہدی ان کے مرتبہ رسالت سابقہ کا وقار کرتے ہوئے انہیں امامت کے لئے کہیں، مگر حضرت مسیح فرمادیں۔ نہیں حضور سید یوم النشور ﷺ کا ارشاد ہے۔ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ تَکْرِمَةَ لِھٰذِہِ الْاُمَّةِ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا یہ اکرام واعزاز ہے اس امت کے لئے۔ اب وہ حدیث بھی سن لیجئے جسے آپ مسلمات اسلام کے نام سے فرمارہے ہیں۔ وھوھذا۔

مسلم شریف۔ مطبوعہ مصر، جزء ثانی، کتاب الفتن میں حضرت نواس ابن سمعان کلابی سے مروی ہے: ذَكَرَ رسول الله ﷺ الدجال ذات غداة فخفض فيه ورفع حتىٰ ظنناه فى طائفة النخل فلما رحنا اليه عرف ذالک فينا فقال ماشانكم قلنا يا رسول الله ذكرت الدجال غداة فخفضت فيه ورفعت حتى ظننا ه فى طائفة النخل فقال غير الدجال أخوفنى عليكم ان يخرج وأنا فيكم فاناحجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرؤحجيج نفسه حجيج نفسه والله خليفتى علىٰ كل مسلم انه شاب قطط عينه طائفة كأنى

اشبهه بعبد العزى بن قطن فمن أدركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فاثبتو ا قلنا يارسول الله وما لبثه فى الارض قال اربعون يوما. يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كأيامكم قلنا يارسول الله فذالک اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلوة يوم قال لا اقدروا له قدره فقلنا يا رسول الله وما اسراعه فى الارض قال كالغيث استدبرته الريح فياتى على القوم فيدعوهم فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرا واسبغه ضروعا وأمده خواصر ثم يأتى القوم فيدعو هم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شيء من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها أخرجى كنوزک فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلا ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل و يتهلل وجهه ويضحک فبينما هو كذالک اذ بعث الله المسيح ابن مريم فينزل عند المنارة البيضاء الشرقى دمشق بين مهرودتين واضعا كفية علىٰ اجنحة ملكين اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه الا مات ونفسه ينتهى حيث ينتهى طرفه فيطلبه حتىٰ يدركه بباب لدٍ فيقتله. یعنی ایک روز صبح کے وقت حضور ﷺ نے دجال کا ذکر اس جوش سے بیان فرمایا کہ ہم نے سمجھ لیا کہ دجال مدینے کی کھجوروں میں آپہنچا ہے۔ جب شام کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے ہمارے چہرے پر آثار پائے۔ فرمایا

تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا، حضور نے دجال کا ذکر ایسی اونچ نیچ سے بیان فرمایا کہ ہم کو یہ یقین ہوگیا کہ وہ مدینہ کی کھجوروں میں ہی آپہنچا۔ فرمایا علاوہ دجال کے اور بہت سے فتنوں کا مجھے تمہارے لئے خوف ہے۔ تو وہ اگر میرے سامنے آگیا تو میں تمہارا ناصر و مددگار ہوں۔ اور اگر میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہے اور میری طرف سے ہر مسلمان کا اللہ محافظ ہے۔ وہ یعنی دجال جوان اور گٹھے ہوئے بدن کا ہے، ایک آنکھ اس کی باہر اٹھی ہوگی مثل ٹینٹ کے۔ میں اس کی تشبیہ عبدالعزیٰ بن قطن یہودی سے دے سکتا ہوں جو شخص تم میں سے اس کو پائے اس سے محفوظ رہنے کے لئے سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے۔ وہ شام وعراق کے درمیانی راستہ سے نکلے گا اور گردونواح میں فساد پھیلانے کا ارادہ کرے گا۔ اے خدا کے بندو! اس وقت ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کی حضور ﷺ وہ زمین پر کتنے دن ٹھہرے گا؟ فرمایا چالیس دن۔ پہلا دن ایک برس کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینے کا، تیسرا دن ہفتہ بھر کا باقی ایام مثل معمولی دنوں کے ہوں گے۔

ہم نے عرض کی حضور! وہ دن جو ایک برس کا ہوگا یا مہینہ اور ہفتہ کا، اس میں ہم کو پانچوں وقت کی نمازیں ہی کافی ہوں گی؟ فرمایا انہیں اندازہ کر کے برس دن کی نمازیں پڑھنا۔ (اور ایسی ہی مہینہ اور ہفتہ میں) ہم نے عرض کی حضور وہ چالیس دن میں تمام زمین پر کیسے پھر جائیگا؟ فرمایا جیسے ابر ہوا کے ساتھ دنیا میں پھر جاتا ہے۔ پھر وہ ایک قوم پر آکر اپنی خدائی کی دعوت دے گا وہ قوم اس پر ایمان لے آئے گی۔ پھر وہ آسمان کو جب حکم بارش دیگا تو اتنا مینہ برسے گا کہ زمین سرسبز ہو جائے گی اور اس قوم کے مویشی خوب موٹے تازے ہو کر دودھ سے تھن بھرے واپس آئیں گے۔ پھر وہ ایک دوسری قوم پر آکر اپنی خدائی کی دعوت دے گا۔ وہ اس کی دعوت کو رد کرینگے ان کے پاس جو کچھ رہا سہا ہوگا سب نیست

اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب

ونابود ہو جائیگا۔ پھر دجال جنگل میں جا کر زمین کے خزانوں کو باہر نکلنے کا حکم دے گا تو بہت سے خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہو جائیں گے جیسے یعسوب شہد کی مکھیوں کی بادشاہ کے پیچھے مکھیاں لگی رہتی ہیں۔ پھر وہ ایک جوان کو بلا کر تلوار سے قتل کرے گا اور دونوں ٹکڑے ایک تیر کے نشانہ کے انداز پر علیحدہ علیحدہ پھینک کر بلائے گا وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئیگا اس وقت میں اچانک اللہ عیسیٰ بن مریم کو دنیا میں بھیجے گا اور وہ سفید مینارہ مشرقی دمشق پر دو عصا بغل میں لگائے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہتھیلی رکھے اس طرح اتریں گے کہ جب آپ سر نیچا کریں بالوں سے پانی ٹپکے اور جب سر اونچا کریں موتیوں کی طرح قطرے گریں۔ اس وقت جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا پہنچے گی ہلاک ہوگا۔ اور آپ کا سانس منتہائے نظر تک پہنچے گا۔ جب دجال کو آپ کی خبر پہنچے گی وہ بھاگے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو باب اللہ پر (مکہ معظمہ کے قریب ہے) قتل کریں گے۔ الی اخرہ.

اس حدیث میں طول زمان کے تذکرے پر مرزائی صاحبان تاویل کرتے ہیں کہ دن سال بھر کے برابر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ سال بھر کا کام ایک دن میں ہونے لگے' مگر اس حدیث میں واضح طور پر نمازوں کو معمولی دنوں کے حساب سے پڑھنے کی ہدایت نے یہ تاویل رد کردی ہے۔ دوسرے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا نقشہ اس شان سے کھینچا ہے کہ کسی قسم کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اور چند احادیث بتاتا چلوں جس سے آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول محض ان خدمات کیلئے ہوگا جس کا حکم حضور سید کونین ﷺ فرما گئے ہیں پھر اگر حاکم اعلیٰ کسی خدمت کو اپنے ماتحت کے سپرد کر جائے تو عقلاء میں اس ماتحت کو حاکم اعلیٰ سے افضل نہیں مانا کرتے لہٰذا آپ ہی تعقل سے کام لیکر اپنی ضمیر سے

فیصلہ کریں کہ آپ نے کیا اعتراض پیش کیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے بہ حیثیت حاکم عادل اور وہ صلیب توڑیں گے اور سور کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور جزیہ موقوف کر کے اسلام کی دعوت دیں گے اور مال بکثرت ہوگا حتیٰ کہ خیرات لینے والا نہ ملے گا اور (رغبت الی اللہ سے) ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر قرآن سے سند چاہو تو پڑھو! ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (متفق علیه) یعنی کوئی اہل کتاب نہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان قبول کر لیں گے۔ اصل حدیث یہ ہے: قال رسول الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتىٰ لايقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا ومافيها ثم يقول ابوهريرة فاقرؤا ان شئتم ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (الآية) اور دوسری روایت بخاری مسلم میں ہے۔ كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب نازل ہوں گے ابن مریم تم میں اور تمہارا امام تم میں سے ہو اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت سے ایک جماعت ہوگی حق پر مقاتلہ کرتی اور غالب رہتی قیامت تک۔ فرمایا پھر نازل ہوں تم میں عیسیٰ بن مریم پھر اس جماعت حقہ کا امیر کہے' آئیے نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں نہیں تمہارا بعض تمہارے کا امیر ہے یہ اعزاز دیا ہے اللہ جل وعلا نے

اس امت کو۔ اصلی حدیث یہ ہے لاتزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين الى يوم القيٰمة قال فينزل عيسىٰ بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم علىٰ بعضٍ امراء تكرمة الله هذه الامة (رواه مسلم) اب تو میرا خیال ہے میاں اکرام کو اطمینان ہوگیا ہوگا اور سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس شان سے آئیں گے اور مسلمات اسلام سے حاشیہ نووی یہی ہے۔ چنانچہ اس میں علامہ امام نووی فرماتے ہیں۔ ''امام قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا اہل سنت وجماعت کے نزدیک حق وصحیح ہے اس لئے کہ اس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں اور جب اس کے ابطال پر کوئی دلیل عقلی ونقلی موجود نہیں تو اثبات اس کا واجب ہوا۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ فرقوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے نزول مسیح کا انکار کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ یہ احادیث قابل رد ہیں بموجب آیت کریمہ و خاتم النبيين اور حدیث لانبی بعدی اور باجماع مسلمین کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ کہ شریعت نبوی ﷺ قیامت تک ہمیشہ رہنے والی ہے کبھی منسوخ نہ ہوگی مگر یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ نزول عیسیٰ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ نبی ہو کر ایسی شریعت کے ساتھ اتریں گے جو ہماری شریعت کی ناسخ ہو اور نہ ان احادیث میں نہ ان کی غیر میں ایسا مضمون ہے بلکہ یہ احادیث اور وہ جو کتاب الایمان وغیرہ میں گزری ہیں کہ وہ حکم وعادل ہو کر اتریں گے اور ہماری شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور جو کچھ لوگوں نے امور شریعت سے چھوڑ دیا ہوگا اس کو زندہ فرمائیں گے۔ اصل عبارت بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی۔ من شاء فلينظر فيه.

عنایت (۱۳): حضرت مسیح قیامت سے پہلے آ کر دجال کو ماریں گے تمام اہل کتاب ان

پر ایمان لائیں گے معلوم ہوا کہ مسیح خاتم النّبیین اور افضل ہیں۔

شکریه :اگر چہ اس کا جواب بھی شکریہ (۱۲) میں آچکا ہے مگر چونکہ ہم میاں اکرام کی خاطر سے اور ان کے نمبر کے لحاظ سے نمبروار جواب دے رہے ہیں لہٰذا یہاں بھی جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

جی ہاں! ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ سے یہی ثابت ہے مگر ذرا انصاف کو ملحوظ رکھ کر اعتراض کیا ہوتا۔ حضرت مسیح کی تشریف آوری پر اگر ایمان لائیں گے تو وہی عیسائی ایمان لائیں گے جنہیں اہل کتاب کہا جاتا ہے یا مسلمان بھی۔ اگر کہیے کہ مسلمان بھی تو ذرا بتائیں کہ مسلمان جب پہلے سے مومن ہیں تو از سر نو ایمان لانا تحصیل حاصل؟ اگر کہئے کہ عیسائی تو ہمارا مقصد صحیح کہ اپنی ناتمام تبلیغ کو مکمل کرنے عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا بموجب پیشینگوئی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ آئیں گے اور جو قوانین حضور نے چودہ سو برس قبل مرتب فرمادیئے ہیں ان کے مطابق عملدرآمد کریں گے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکما وعدلا یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة یفیض المال حتیٰ لایقبله احد ویهلک فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویقتل الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون. قریب ہے یہ کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں حکم وعادل صلیب توڑ دیں، خنزیر کو قتل کریں، جزیہ موقوف کریں اور مال کی اتنی کثرت ہو کہ کوئی قبول نہ کرے اور اس زمانہ میں تمام مذاہب ہلاک ہو جائیں مگر اسلام۔ اور دجال کو قتل فرما کر زمین پر چالیس برس قیام فرمائیں پھر انتقال کریں اور مسلمانوں کی جماعت ان کی

نماز جنازہ پڑھے۔

تواب فرمایئے۔ ابن مریم بحکم محمد رسول اللہ ﷺ بموجب چودہ سو برس پیشتر کی پیشینگوئی کے تشریف لائیں اور تشریف لا کر کام یہ کریں کہ صلیب توڑیں جو نصاریٰ میں ہے نہ کہ مسلمانوں میں۔ خنزیر قتل فرمائیں جو نصاریٰ میں مرغوب چیز ہے نہ کہ مسلمانوں میں اور جزیہ بموجب قانون محمدی اٹھا رکھیں اور تمام باطل مذہب والوں کو ہلاک کردیں اور دین محمدی کا اتباع فرمائیں اور چالیس برس دنیا میں رہ کر وفات فرمائیں اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں نہ کہ عیسائی۔ اس لئے کہ عیسائی تو اس وقت مسلمان ہی ہوں گے۔ اور دجال کا قتل۔ تو بتایئے اس میں حضور کی افضلیت ثابت ہوئی جو ان تمام واقعات کو مسلمات اہل اسلام میں قائم فرماگئے یا عیسیٰ علیہ السلام کی۔ اللہ انصاف دے تو آپ صاف کہیں گے کہ اب معاملہ صاف ہے۔ رہی ضد وکد، ہٹ دھرمی۔ اس کا علاج نہ کسی طرح ممکن کبھی ہوا۔ واللہ الهادی.

عنایت (۱۴) : یہ عنایت ہم ان کے اصلی پمفلٹ ''حقائق قرآن'' سے نقل کر رہے ہیں۔ میاں اکرام کو یہ یاد نہیں رہی لیکن اس خیال سے کہ شاید اس جواب کے بعد پھر عنایت فرمائیں۔ لہٰذا ان کی اصل سے اس کا شکریہ پیش کر دینا حسب موقعہ مناسب متصور ہوا۔ وهو العناية هٰذا.

بحکم قرآن ﴿فَنَفَخْنَافِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ مسیح کے اندر ذات الٰہی تھی پس وہ صاحب الوہیت تھے اس لئے ایک گناہ گار رسول سے (معاذ اللہ) مسیح افضل تھے۔

شکریه : یہاں ﴿فَنَفَخْنَافِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ کو اٹھا کر پادری صاحب یا مرزائی یا اکرام الحق صاحب بے سوچے سمجھے ایک نیا خدا خانہ ساز بنا رہے ہیں۔ ہاں اکرام الحق کو تو اس

اعتراض سے بحث ہی نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو یہ اعتراض ہی نہیں کیا مگر چونکہ ’حقائق القرآن‘ کی دوورقی میں یہ بھی ہے تو شاید آج نہ کہا تو کل کہہ دیں۔ اس وجہ سے ان کو بھی شکریہ میں شریک کیا گیا۔ بہرکیف وہ اس امر کے قائل ہوں یا نہ ہوں مگر ارادہ ضرور ظاہر کیا ہے کہ میں عیسائی ہوجاؤں گا لہٰذا وہ بھی اس کے معترف ہونے والے ہوئے۔

اصل میں یہ سراسر غلط فہمی یا بالفاظ دیگر مخالفت قرآنی ہے۔ نفخ کے معنی صاف ہوجانے پر معاملہ صاف ہوجاتا ہے۔ علامہ امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں: النفخ نفخ الريح فی الشیء قال يوم ينفخ فی الصور ونفخ فی الصور ثم نفخ فيه اخری ذالک نحو قوله تعالیٰ ﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ﴾ ومنه نفخ الروح فی النشاة الاولیٰ ونفخت فيه من روحی يقال انتفخ بطنه ومنه استعير انتفخ النهارا ذ ارتفع ونفخة الربيع حين اعشب ورجل منفوخ ای سمين۔

نفخ سے مراد نفخ ریح ہے کسی شے میں پھونک مارنا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ﴾ یعنی جس دن پھونکا جائے صور۔ اور پھونک دی جائے صور میں۔ اور پھر پھونک دی جائے اس میں دوبارہ۔ اور نفخ اور نقر دونوں ایک معنی رکھتے ہیں۔ فاذا نقر یعنی جب پھونکا جائے ناقور یعنی صور۔ اور نفخ روح سے مراد۔۔۔ پہلی پیدائش ہے اور ﴿نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِی﴾ کے معنی باعتبار عرف پھولنے اور پھلنے کے بھی ہوسکتے ہیں۔ روح کی حقیقت امر ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا۔ ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی﴾ یعنی ہم نے عالم امر میں حضرت مسیح کو پھولتا پھلتا تخلیق فرمایا پھر پیٹ پھولنے کے معنی میں بھی نفخ آتا ہے اور سپیدۂ سحر کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے انتفخ النهار، انتفخ بطنه اور کھیتی کے شاداب اور سرسبز ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے نفخة الربيع۔ اور

فربہ آدمی کے معنی میں بھی بولا جاتا جیسے رجل منفوخ۔ یعنی آدمی سمین وفربہ ہے۔

پھر وہم نصرانیت کو تو قرآن کریم خود رد فرما رہا ہے۔ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ﴾ بے شک کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دوسری آیت سے تو اس وقت حیات مسیح بھی ثابت ہورہی ہے جو ابطال مرزائیت کے لئے اعلیٰ دلیل ہے ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ یعنی بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے اے حبیب تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کرسکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کردے مسیح بن مریم کو اس کی ماں کے ساتھ اور تمام زمین والوں کو۔ اس آیۂ کریمہ میں ابن مريم وامه ومن فی الارض میں واؤ بمعنی معه ہے اور معیت کے معنی سے یہ مفہوم صاف حاصل ہورہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو معہ حضرت مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ماردیتے۔ مگر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے نہ مارا اس لئے عیسائی ان کو خدا ماننے کے لئے تیار ہوگئے۔ حالانکہ وہ رسول خدا اور خدا کے بندے تھے نہ کہ خدا کے بیٹے یا خدا۔ (معاذ اللہ)

اور دوسرے فرقہ کے رد میں فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ یعنی بیشک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ تین معبودوں میں سے ایک اللہ ہے۔ یعنی

باپ اللہ، بیٹا مسیح اور روح القدس تین معبود ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالی من ھذا الشرک الجلی۔ پھر آگے فرمایا کہ خدا تو کھانے پینے سے منزہ ہے اور ﴿کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ﴾ یعنی مسیح اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ پھر جو کھانا کھانے کا محتاج ہو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے۔ اور پھر یہ بتا دیا کہ ہمارے حبیب تو وہ ہیں جن کی شان میں ہم نے فرمایا۔ ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ...... الخ﴾ یعنی اے حبیب ہم نے آپ کو تمام مخلوقات کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے: ﴿اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ﴾ بیشک وہ عیسیٰ نہیں تھے مگر ایک ایسے بندے کہ ہم نے ان پر انعام فرمایا اور بنی اسرائیل کی طرف بے مثل بنا کر بھیجا۔

انجیل کی نظر میں سید الانبیاء ﷺ کا رتبہ دنیا کے سردار کا ہے

یہاں تک تو مسلمات اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام وجناب محمد رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ تھا اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی۔ ذرا انجیل سے تو پوچھئے جو حضرات نصاریٰ کی مسلمات سے ہے کہ وہ حضور کی شان والا میں کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی عمر کے آخری حصہ میں وعظ فرماتے ہیں اور اس میں بتاتے ہیں۔ یوحنا ۱۴ باب کی ۲۹ سے ”تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں اگر تم مجھے پیار کرتے تو تم میرے اس کہنے سے کہ باپ پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیوں کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے پیشتر کہا تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں“۔

اس مضمون سے آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کے بعد وہ دنیا کا سردار کون

آیا؟ سنئے ہم بتاتے ہیں جو آیا وہ وہی سید الانبیاء، سند الاتقیاء، حبیب کبریا، محبوب خدا، مالک اقاب عالم، حبیب محتشم، تاجدار انام، شہنشاہ این وآن، قاسم کون ومکان، سید الثقلین، نبی الحرمین، امام القبلتین، محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ مٹے ہوئے مراتب دکھائے جن کو ان کی جماعت نے نسیا منسیا کر کے ھباء منثورا کر دیا تھا۔ اب اس جماعت کے نامی محققین کے خیالات بھی ملاحظہ کیجئے۔ جن میں آپ شریک ہو کر عیسائی بننا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے اسلام اور بانی اسلام کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں پھر انصاف آپ کے ہاتھ ہے۔

مانو نہ مانو پیارے تمہیں اختیار ہے ہم نیک وبد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

اَلْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہٖ الْاَعْدَآءُ

حضور ﷺ کی شان فضیلت اغیار کی زبان وقلم سے

مشہور ومعروف مؤرخ ڈبلیو آر رنگ جن کا ایک ایک لفظ علمی دنیا میں قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جن کی مؤرخانہ تحقیق کا پایا اس قدر بلند ہے کہ آپ کی تحریریں بطور سند کے پیش کی جاتی ہیں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت محمد صاحب نہایت سادہ مزاج ریفارمر تھے آپ کی ذہنی قابلیت حیرت انگیز اور قوت مدبرہ غیر معمولی تھی۔ آپ کا فہم وادراک نہایت تیز، حافظہ زبردست اور مزاج انکسار پسند تھا۔ آپ کی گفتگو نہایت مختصر مگر پُر مغز اور سنجیدہ ہوتی تھی۔ زبان کی حلاوت آپ کی بے نظیر فصاحت اور مترنم لہجہ سے دوبالا ہو جاتی تھی۔ آپ بڑے متقی اور نیک منش تھے اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ ظاہری شان وشوکت کا کچھ خیال نہ تھا جیسا کہ نچلے طبقہ کے لوگوں میں ہوا کرتا ہے بلکہ جو کپڑے آپ پہنتے ان میں اکثر پیوند ہوتے۔ صفائی کا بہت

خیال رکھتے، اکثر غسل کرتے اور خوشبو لگاتے۔ معاملات میں بڑے منصف تھے۔ آپ بیگانے غریب امیر غلام اور آقا سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرتے عام لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اور ان کی شکایات سنتے تھے۔ طبیعت پر اس قدر قابو یافتہ تھے کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت متحمل، بردبار اور ذی حوصلہ تھے۔ آپ کے خادم انس کا بیان ہے کہ میں آٹھ برس تک آپ کی خدمت میں رہا اس عرصہ میں آپ نہ تو کبھی مجھ پر ناراض ہوئے اور نہ ہی سخت کلامی کی باوجودیکہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔

آپ کے سوانح حیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بالکل خود غرض نہ تھے کیوں کہ ملکی فتوحات سے جو حاکمانہ غرور خود غرض لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے وہ آپ میں بالکل نہ تھا بلکہ نہایت عروج اور شاہانہ صولت وسطوت کی موجودگی میں بھی آپ ایسے ہی سادہ اور غریبانہ حالت میں رہے جیسے کہ افلاس کے زمانہ میں۔ شاہانہ شان وشوکت تو درکنار اگر آپ کہیں تشریف لیجاتے اور لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے تو بھی آپ ناپسند فرماتے۔ مال ودولت جو خراج سلطنت جزیہ اور مال غنیمت سے حاصل ہوتا وہ صرف جنگی مہمات اور امداد مساکین میں صرف ہوتا تھا اور یہی مصارف اس قدر تھے کہ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ عمر بن حارث کا قول ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی لونڈی غلام چھوڑا، نہ درہم اور دینار۔ آپ کو دنیاوی آسائش وآرام سے کوئی غرض نہ تھی آپ ہمیشہ نماز میں مصروف رہا کرتے جو مسلمانوں کی نہایت پسندیدہ عبادت اور روح انسانی کو صاف وشفاف بنانے والی چیز ہے۔ آپ ہمت شکن حالات اور مصیبت افزا واقعات میں بھی ہمیشہ متوکل رہتے تھے اور انجام کی راحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر منحصر سمجھتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا رحم نہ کرے تو میں بھی جنت میں داخل نہیں

ہو سکتا۔ آپ اپنے اکلوتے فرزند ابراہیم کی وفات حسرت آیات پر بالکل صابر وشاکر رہے۔

آپ اپنی زندگی کے آخری دن تک خدمت مذہب میں مصروف رہے اور اپنے پیروؤں کو ہدایات دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے دائمی اور مستقل زاہد کو برا کہنا یا ان پر ریاکاری کا الزام لگانا قطعاً غلط ہے۔

قرآن پاک جس کے ذریعہ حضرت محمد (ﷺ) نے لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی طرف بلایا اس کی تعلیم نہایت بلند پایہ اور پاکیزہ ہے۔

(۲)

یورپ کا زبردست محقق اور مؤرخ ہربرٹ وائل اپنی کتاب ”گریٹ ٹیچر“ میں لکھتا ہے

حضرت مسیح کے چھ سو سال بعد جب کہ حضرت مسیح کا عجیب وغریب اثر مغرب کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے شام اور عرب کی اخلاقی حالت نہایت خراب ہو رہی تھی۔ عرب جیسے وسیع ملک میں ایک پیغمبر بھیجا گیا۔ جس نے نہ صرف عدل وانصاف اور امن وامان کی حکومت قائم کی بلکہ ہیبت ناک بُت پرستی کا بھی قلع قمع کر دیا۔ عرب میں عورتوں اور مردوں کو بتوں کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ معمولی مناقشات پر خوفناک لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔ اخلاقی قباحتیں اور بری عادتیں ”طبیعت ثانیہ“ تھیں کہ ۲۹/اگست ۵۷٦ء کو مکہ میں یہ پیغمبر پیدا ہوا۔ اس سے چند روز پیشتر آپ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور چند روز بعد آپ کی والدہ بھی فوت ہو گئیں اور اپنے یتیم فرزند کو دادا کے سپرد کر گئیں۔ جب یہ یتیم لڑکا بڑا ہوا تو امید کے موافق نہایت خاموش طبع تھا اور گردوپیش کے لوگ اس سے محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کے دادا بھی انتقال فرما گئے اور محمد صاحب کی حفاظت

اور پرورش آپ کے چچا ابوطالب کے سپرد کر گئے بچپن اور جوانی کے زمانہ میں آپ کو کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا سوائے اس کے کہ بسلسلۂ تجارت آپ کو شام جانا پڑا جہاں آپ اس پرانے زمانے کے ہر واقعہ کا نہایت عمیق نظروں سے مطالعہ کرتے رہے۔

۲۴ برس کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی۔ جن کی طرف سے آپ شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے تمام معاملات میں آپ کو ایسا وفادار، صادق، امین اور کفایت شعار پایا کہ ان دونوں کی ۲۶ سالہ گرہستی زندگی دنیا کی شادیوں میں ایک نمونہ سمجھی جاتی ہے بظاہر آپ کی زندگی خاموش تھی۔ لوگ آپ کو ''الامین'' کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب آپ شہر کی گلیوں میں چلتے تھے تو بچے دوڑ کر آپ کو چمٹ جاتے تھے کیونکہ انہیں آپ کی محبت پر بھروسہ تھا۔ مفلس اور مفلوک الحال لوگ بھی بغرض مشورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی زمانہ میں حضرت محمد صاحب ایک غار میں جایا کرتے تھے اور وہاں عبادت اور غور و فکر میں کئی کئی مہینے صرف کر دیتے اور اس اندرونی آواز پر بھروسہ کرنے سے ڈرتے تھے جو آپ کو تبلیغ حق پر آمادہ کرتی تھی۔ وہ خیال کیا کرتے کہ میں کیسے پیغمبر بن سکتا ہوں کیا انسانی کمزوری تو مجھے ایسا کرنے کے لئے نہیں ابھارتی؟ اسی حالت میں ایک رات جبکہ آپ زمین پر لیٹے پڑے تھے آسمان پر روشنی چمکی اور ایک نورانی شکل نیچے اترتی ہوئی نظر پڑی۔ جس نے کہا۔

''اٹھ تو خدا کا نبی ہے۔ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ''۔ آپ نے سوال کیا، کیا پڑھوں؟ اس کے بعد فرشتے نے رسول کو تلقین کی اور نہ صرف اس بڑی دنیا کا ذکر کیا جس میں ہم رہتے ہیں بلکہ آسمان اور فرشتوں کی مخفی دنیاؤں کا بھی ذکر کیا اور اس کے علاوہ توحید یزدانی کی تعلیم دی جس کی وجہ سے ساری دنیا منور ہے نیز اس اہم کام کا تذکرہ کیا جس کے

لئے محمد صاحب کو پیدا کیا تھا۔ یہ وہ عجیب و غریب واقعہ تھا جس نے محمد (ﷺ) صاحب کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس سے پہلے آپ صرف ''امین'' تھے مگر اب ''رسول'' ہیں جیسا کہ تم نے دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں پڑھا ہے کہ اکثر اسی قسم کا فرشتہ آسمان سے نازل ہوتا ہے تاکہ پیغمبروں کی رہنمائی کرے اور ان میں تبلیغ حق کی ہمت پیدا کرے۔ کیونکہ ہماری دنیا کی نگرانی اور جانچ پڑتال ایک ایسی زندہ جاوید طاقت کے ہاتھ میں ہے جو ضرورت کے وقت دنیا میں پیغمبر بھیجا کرتی ہے۔ محمد (ﷺ) صاحب اٹھے اور جلدی سے خدیجہ کے پاس گئے اور بیتابی کے ساتھ سوال کیا میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ وفادار بیوی نے جواب دیا تو صادق اور وفادار ہے۔ تو نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی خدائے قادر و توانا اپنے وفادار بندوں کو دھوکہ نہیں دیا کرتا۔ اس آواز کی پیروی کر اور جس کام کے لئے تجھے منتخب کیا گیا ہے اس کی تعمیل کر۔

اس طریقہ سے وفادار زوجہ نے آپ کی ہمت افزائی کی۔ اور ایمان بھی لے آئیں اس کے بعد اس کے چند عزیز و اقارب بھی مسلمان ہو گئے لیکن ابوطالب نے جو آپ کے چچا اور زندگی بھر کے محافظ رہے آپ کے پیغام کو تسلیم نہیں کیا اگرچہ اس سے ان کے فرزند علی (رضی اللہ عنہ) ایمان لے آئے تھے۔ تین سال تک آپ نے خاموشی کے ساتھ تبلیغ کی اور اس عرصہ میں صرف تیس (۳۰) آدمی مسلمان ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنا پبلک وعظ کہا جس میں خدا کی وحدانیت کا تذکرہ کیا۔ انسانی قربانی، شراب خوری اور ہر خراب عادت کے برے نتائج بیان کئے۔ آہستہ آہستہ کچھ اور آدمی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے لیکن ساتھ ساتھ مخالفت بھی پورے زور کے ساتھ شروع ہو گئی۔ آپ کے پیرووں کو زبردستی چھین لیا جاتا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں لیکن وہ لوگ اپنے پیغمبر پر کچھ ایسے فدا

تھے کہ اپنی جان گرامی سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے۔ایک شخص سے جسے طرح طرح کی تکلیفیں دیکر نیم مردہ کردیا گیا تھا دریافت کیا گیا کہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم آرام سے اپنے گھر بیٹھو اور محمد (ﷺ) تمہاری جگہ پر ہوں۔مرتے ہوئے آدمی نے جواب دیا۔''خدا کی قسم اگر میرے آقا محمد (ﷺ) کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو بھی میں اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہنا گوارا نہ کروں گا''۔محمد (ﷺ) صاحب سے ان لوگوں کی محبت اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔

رفتہ رفتہ اہل عرب کے مظالم اس قدر بڑھ گئے کہ ابتدائی مسلمانوں کو کسی محفوظ اور مضبوط پناہ کی تلاش میں ہجرت کرنا پڑی لیکن جہاں کہیں بھی وہ گئے ان کے دلوں سے اپنے محبوب رسول اور ان کی تعلیم کی یاد فراموش نہیں ہوئی۔

لیکن اب پیغمبر صاحب پر بھی تاریک زمانہ شروع ہوا اور مخالفین کے مظالم اس ہولناک حد تک پہنچ گئے کہ سوائے ایک کے باقی تمام مسلمان ہجرت کرکے دوسرے ممالک چلے گئے۔محمد (ﷺ) صاحب کے چچا ابوطالب نے اصرار کیا کہ آپ اپنا کام چھوڑ دیں لیکن آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہ سنی اور کہا۔''اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں رہوں گا۔یقیناً اس کام سے اس وقت تک دست بردار نہ ہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس نورانی مذہب کو دنیا پر ظاہر نہ کردے یا میں خود اس کوشش میں جان نہ دوں''۔

چچا کی گفتگو سے محمد (ﷺ) صاحب دل شکستہ ہوجاتے ہیں اور رنج وتاسف اور ملال کی حالت میں اپنا کمبل اوڑھ کر چلنے کے لئے تیار ہوتے ہیں کہ ان کے چچا کی آواز آتی ہے''ٹھہرو، ٹھہرو! محمد! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو آزادی سے کہو۔خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ کبھی

نہ چھوڑوں گا''۔یہ الفاظ محمد صاحب کے اس چچا کے ہیں جس نے اگرچہ آپ کے پیغام کو تسلیم نہ کیا تھا لیکن باوجود اس کے آپ کے مشن اور آپ کی ذات سے اس قدر مانوس تھا۔

لیکن اب پہلے سے بھی زیادہ نازک وقت آتا ہے آپ کے چچا اور آپ کی محبوب زوجہ (حضرت) خدیجہ کا انتقال ہوجاتا ہے جو ہر کام میں آپ کی عقلمند مشیر تھیں۔ان دونوں کی موت سے محمد صاحب تنہا رہ جاتے ہیں۔اس سال کو مسلمان رونے کا سال کہتے ہیں۔

اب ان کے ساتھ مکہ میں صرف علی اور جان نثار ابوبکر رہ جاتے ہیں ان کے دشمن ان کے قتل کی سازش کرتے ہیں لیکن وہ محصور مکان کے دریچہ سے نکل کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور مکہ چھوڑ دیتے ہیں،اسلام میں مکہ چھوڑنے کا سال ہجری کہلاتا ہے۔

غار کی تنہائی میں دشمنوں کے خوف سے کانپتے ہوئے ضعیف العمر ابوبکر نے کہا۔''ہم صرف دو ہیں''۔محمد (ﷺ) صاحب نے جواب دیا''ہم دو نہیں بلکہ تین ہیں کیونکہ خدا بھی ہمارے ساتھ ہے''۔

اس کے بعد وہ مدینہ چلے جاتے ہیں جہاں آپ کو بہت سے انصار مل جاتے ہیں۔نومسلموں کی تعداد روزافزوں ترقی کرتی جاتی ہے یہاں تک کہ آپ ایک سلطنت کے بادشاہ بنادیئے جاتے ہیں۔یہاں سے آپ کی پبلک لائف کا آغاز ہوتا ہے اب ان کے لئے لازمی نہیں کہ ایک خاموش زاہد کی سی زندگی بسر کریں برخلاف اس کے انہیں ہزارہا لوگوں کی رہنمائی کرنا اور ان کے مستقبل پر غور کرنا ہے۔

مکہ سے دشمن آپ کا تعاقب کرتے ہیں اور آپ ایک چھوٹی سی فوج جمع کرکے ان کا مقابلہ کرنے کی غرض سے نکلتے ہیں۔دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر انہیں ایک عظیم الشان اور مشہور ومعروف فتح حاصل ہوتی ہے اور باوجود اس فتح عظیم کے محمد (ﷺ)

صاحب کا کیریکٹر یہ ہے کہ صرف دو آدمی قتل کیے جاتے ہیں اور اپنے زمانہ کی رسم کے خلاف قیدیوں سے نہایت مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا جاتا ہے مسلمان انہیں روٹی دیتے ہیں اور خود کھجوریں کھاتے ہیں۔

اس کے بعد دس سال کی کشمکش کا زمانہ آتا ہے اور اس عرصہ میں سینکڑوں آدمی آپ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں تم بمشکل اندازہ کر سکو گے کہ محمد (ﷺ) صاحب لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی کس قدر طاقت رکھتے تھے اور یہ کہ اردگرد کے لوگوں کو آپ سے کس قدر محبت تھی اور آج بھی مسلمانوں کو آپ سے کس قدر عقیدت والفت ہے۔

۸/جون ۶۳۲ء کو اس زندگی کا آخری سین نظر آتا ہے۔ محمد (ﷺ) صاحب اس قدر ناتواں ہو گئے ہیں کہ اکیلے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ علی اور دوسرے صحابہ آپ کو سہارا دے کر مسجد میں لے جاتے ہیں۔ آپ یہ پوچھنے کے لئے آواز بلند کرتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جس کے ساتھ انہوں نے کوئی سختی کی ہو یا جس کا کوئی قرض ان کے ذمہ ہو۔ ایک شخص ہلکی سی رقم کا مطالبہ کرتا ہے جو فوراً ادا کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دعا کے الفاظ دھیمے ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آواز بالکل سنائی نہیں دیتی اور محمد (ﷺ) صاحب اس جسم فانی کو چھوڑ کر زیادہ اعلیٰ اور زیادہ نورانی دنیاؤں میں اپنا کام کرنے کی غرض سے چلے جاتے ہیں۔

بخوف طوالت رسالہ ہم مندرجہ بالا دو اسناد پر ہی کہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں، اکتفا کرتے ہیں۔ **العذر مقبول عند کرام الناس.**

تقریظ از

امام اہل سنت حامی شریعت عالم ربانی مقبول صمدانی بحر الطمطام جر القمقام حجۃ الاسلام سید المفسرین سند العلماء والموعظین حضرت قبلہ وکعبہ مولانا مولوی حاجی صوفی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب **لازال شموش فیضانه ابدا.**

ایام جلسہ مرکزی حزب الاحناف ہند لاہور میں ایک کھلی چٹھی بنام علماء کرام میری نظر سے گذری تھی۔ جو اکرام الحق نامی کسی شخص نے شائع کی تھی اس میں وہی پرانے اعتراضات نصاریٰ کے تھے جو اس سے قبل ۱۹۱۴ء میں قاسم علی احمدی نے بارسوم لکھ کر دہلی سے شائع کئے تھے پھر حقائق قرآن میں بھی اعتراضات چھپے۔ اس کے بعد اس کھلی چٹھی میں شائع کئے گئے۔ اور جب شیر میدان اسلام نے جوابات دیئے تو میاں اکرام نے ایک اور پرچہ چھاپا۔ جس میں مولوی گر علماء پر خاموشی کا الزام لگایا حالانکہ یہ محض غلط الزام تھا۔ مولوی گر علماء خاموش نہ رہے بلکہ انہوں نے تقریروں میں بھی جلسہ کے اندر بقدر وسعت وقت مختصر جوابات دیئے بلکہ خود اکرام الحق مولوی عبدالحفیظ صاحب کے جواب کا شکر گزار ہوا۔ بہر کیف زیادہ تر اس طرف التفات کرنے کو اس لئے غیر ضروری سمجھا گیا کہ اس کا جواب پہلے بھی شائع ہو چکا تھا اور اب بھی بہت سے جوابات لکھے گئے۔ پھر میرے لخت جگر بلند اختر عالم ربگانی مقبول بارگاہ صمد مولانا حافظ حکیم سید محمد احمد **اطال الله عمره باشاعة الدين وجماعة سيد المرسلين من الصادقين المصدقين ومطيع الاتحاد بين المسلمين** نے نہایت پسندیدہ طرز پر لفظ بلفظ ہر اعتراض اور شبہ کے مکمل جواب لکھے اور ایسے لکھے کہ ایک منصف مزاج بہکا ہوا مسلمان تو درکنار اگر ایک نصرانی عیسائی بھی بنظر

انصاف دیکھے تو اس کی تشفی وتسلی کو کافی ہے اور عزیز مذکور نے اس جواب میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ ہر شبہ کا جواب حسب خواہش معترض فقط آیات قرآنی سے دیا ہے اور حدیث واجماع اور قیاس شرعی سے مطلقاً کام نہیں لیا گیا۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ معترض صاحب کی یہ خواہش ایک حد تک کسی طرح حق بجانب نہ تھی اس لئے کہ وہ خود اپنی کھلی چٹھی کی سطر ۱۳ صفحہ اول پر لکھ چکے ہیں کہ ’’اس رسالہ کے مصنف نے تیرہ وجوہات بیان کی ہیں جو تمام کی تمام قرآن مجید کی آیات اور مسلمانوں کے مسلمات پر مبنی ہیں الخ‘‘ تو جب قرآن کریم اور دیگر مسلمات اسلام پر مبنی اصول کو وہ خود تسلیم کرتا ہے اور اعتراض نمبر ۱۳ کو تو محض مسلمات اسلام کی بنا پر ہی نقل کیا ہے پھر میں نہیں سمجھ سکا کہ خود تو فضیلت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنے کو سب طرف جانے کا مجاز بنتا ہے اور دوسرے کو قرآن کریم سے جواب دینے پر مجبور کر کے صفحہ ۲ کی سطر ۲۳ پر احادیث ورواۃ صحیحہ کے متعلق لکھتا ہے۔ ’’زبانی قصے کہانیاں چھوڑ کر کوئی قرآن سے اس کا ثبوت تو پیش کرے۔‘‘ سبحان اللہ! کیا زبانی قصے کہانی اور احادیث حبیب ربانی آپ کے نزدیک ایک مرتبہ کی ہیں۔ ذرا قرآن کریم سے پوچھئے کہ وہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی کیا عظمت ظاہر فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ یعنی ہمارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے ان کی ہر بات ہماری وحی ہوتی ہے جو ان کو وحی کی جاتی ہے اندریں صورت حضور کی ایک بھی حدیث کا انکار جبکہ وہ بالا سانید صحیح ثابت ہو جائے کیا مذکورہ آیت کریمہ کے انکار کو مستلزم نہیں؟ میاں اکرام الحق کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ رتبہ حضور کو ہی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ آپ کے تمام اقوال وافعال باسانید صحیحہ آج تک منقول ومروی معہ بیان حالات رواۃ چلے آرہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قول وفعل تو کیا اصلی انجیل کو بھی دس پانچ

اسانید صحیح سے نہیں بلکہ ایک سند صحیح سے بھی کوئی عیسائی نہیں دکھا سکتا برخلاف حضور ﷺ کی کہ آپ کے ہر قول وفعل کو ایک ایک سند سے نہیں بلکہ کئی کئی سندوں سے ہم آنحضرت ﷺ تک دکھانے کو موجود ہیں۔ اور اگر اکرام الحق کو اس کا شوق ہو تو ہمارے مقدمہ تفسیر میزان الادیان کا مطالعہ کرے جو دفتر مرکزی حزب الاحناف بند لاہور سے مل سکتا ہے بلکہ اگر بغرض ہدایت اکرام الحق خود لینے آئے تو ہم اسے بلا قیمت دینگے۔ اور اس کے مطالعہ سے ہمیں یقین ہے کہ علاوہ کھلی چٹھی کے جوابات کے وہ اعتراضات بھی حل ہو جائیں گے جو دہریوں وغیرہ نے اسلام پر کئے ہیں اور غالباً میاں اکرام کا وہم بھی وہاں تک نہ پہنچا ہوگا۔
مجھے افسوس ہوا کہ سرور عالم ﷺ کی احادیث کو اکرام الحق نے مثل قصے کہانیوں کے قرار دے دیا با آنکہ خود کو بھی فضیلت عیسیٰ علیہ السلام میں مسلمات اسلام سے مدد لینی پڑی۔ جیسا کہ اعتراض نمبر ۱۳ سے ظاہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ سوائے اسلام کوئی مذہب اپنے بانی مذہب کے اقوال وافعال کو بانی مذہب تک اسانید صحیحہ کے ساتھ معہ بیان حالات ورواۃ نہیں بیان کر سکتا اسی واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کے اقوال وافعال کے ان کے متبعین کے ذریعے جمع کرا کر انہیں اسانید صحیحہ موثق کرایا۔ اور پھر حکم فرمایا ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ یعنی ہمارے حبیب رسول جو تم کو دیں لے لو اور اس پر عمل کرو۔ جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ یعنی مسلمان وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں ہمارے رسول کی جو نبی امی لقب ہیں انکا ذکر توریت اور انجیل میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بلکہ ہنود کے ویدوں میں بھی با آنکہ وہ باطل ہیں، مگر حضور کا ذکر موجود ہے۔ اس بحث کو بھی ہم نے

اپنے اس مقدمہ میزان الادیان میں بہ تفصیل لکھا ہے۔

جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کو مثل قصص وحکایات نصاریٰ وہنود سمجھنا مستلزم انکار قرآن ہے جو صریح گمراہی اور بے دینی ہے تو اب احادیث سے اگر آپ موازنہ کریں گے تو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے کہیں زیادہ بلکہ بے شمار معجزات ہمارے حضور کی احادیث سے آپ کو ملیں گے جو مسلمات اسلامیہ سے ہیں۔ مگر یہ جب صحیح جب کبھی آپ کو ہم سے ملنے کی خدا توفیق دیگا۔ اب تو میں اپنے لخت جگر کو دعا دیتا ہوں کہ انہوں نے آپ کی خواہش کے مطابق تمام اجوبہ قرآن کریم سے بالاختصار لکھ دیئے اور باوجود مختصر ہونے کے بفضلہٖ ایسے واضح اور جامع ہیں کہ ایک تحقیق کرنے والے کی تشفی کو کافی۔ اللہ عزیز کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین ثم آمین بحرمة النبی الامین.

فقیر ابو محمد محمد دیدار علی

غفر الله له ولوالدیه واساتذه

امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

تقریظ از واعظ خوش بیان، عالم یگانہ، سید المناظرین
حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب

(صدر مدرسین مدرسہ دار العلوم حزب الاحناف وناظم مرکزی حزب الاحناف، لاہور)

مبسلاً وحامداً و مصلیاً و مسلماً

من الذین کشف الستر عن کل کاذب　　وعن کل بدعائی بالعجائب
ولولا رجال مومنون لهدمت　　صوامع دین الله من کل جانب

قد سمعت رسالة طيبة وعجالة نفيسة صنفت فى جواب أسئلة اكرام الحق المرزائى أوالعيسائى أو لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء من أوله الى اخرة فنعم الجواب وهو أحق أن يقال عين الصواب ولعمرى إنها لعروة وثقىٰ لطالب الحق والرشد والهدىٰ يستغنى بها عما سوى كيف لا وهى محللة بحلى ايات الله وموشحة بنصوص الفرقان فمن له أدنىٰ بصيرة فانه يهتدى بها إلى صراط مستقيم وطريق سوى ومن اكتحلت عيونه بكحل الانصاف والنقى فبمطالعة يجد سبيل الرشد والهدىٰ وان شاء الله لايحرم ولايشقى لان العلامة المجيب الفاضل الأريب البحر الطمطام والحبر القمقام مولينا الاعظم واخانا المعظم اباالحسنات الحافظ الحكيم محمد احمد صانه الله عن شر كل حاسد اذا حسد وجزاه الله وعن سائر المسلمين جزاء العز والمدد قد بذل جهده لاحقاق الحق على اكرام الحق وسعى وجمع الادلة القطعية و أوفىٰ وأتىٰ بتحقيق أنيق رائق فائق مرضى واستقضى حتى صار بمقابلة اهل الضلال والهوىٰ مصداقا للقول الدائر والمثل السائر "لكل فرعون موسىٰ" وكذا يحق الحق ولقذفه على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق وأهوى ومن كان فى هذه الوريقة عمى فهو فى الأخرة اعمىٰ واضل سبيلا وربكم أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بمن اهتدىٰ...... فقط

المفتقر إلى الله الصمد ابو البركات سيد احمد

السنى الحنفى الرضوى القادرى

الناظم لمركز انجمن حزب الاحناف، لاهور.

تقریظ

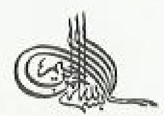
حضرت مولانا مولوی سید منور علی صاحب

عربیک ٹیچر ڈسٹرکٹ بورڈ، تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی

میں حسن اتفاق سے چھٹیوں میں آیا ہوا تھا۔ میں نے اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب بھی اول سے آخر تک پڑھی اور جناب مولانا مولوی حافظ قاری حکیم سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری، خطیب مسجد وزیر خان سلمہ، نے جو جوابات تحریر فرمائے ہیں، اول سے آخر تک پڑھے۔ اور اس سے اول جو جوابات دیگر اصحاب کی طرف سے شائع ہوئے، وہ بھی دیکھے۔ مگر میں اس عجالہ مبارکہ کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ ممدوح نے نہایت محنت سے تتبع فرما کر جواب دیئے ہیں۔ اگر توفیق ہدایت ہو تو اکرام جیسے اور مشتبہ افراد کیلئے بھی یہ بہترین مشعل ہدایت ہے اور ﴿من يضلل الله فلا هادي له﴾ یہ دوسری بات ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کے علم و عمل میں برکت دے اور اسی قسم کی خدمات دینی میں مصروف رکھے۔ آمین بحرمة النبي الامين.

سید منور علی عفی عنہ





حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

- ○ حالاتِ زندگی
- ○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

مولانا مرتضیٰ احمد میکش درانی ابن مرید احمد خاں، ابتدائے محرم ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے اجداد میں سے جناب گل محمد جن کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ محمد زئی درانی سے تھا، ۱۸۰۰ء میں افغانستان سے ہجرت کر کے قریہ بہدم مضافات جالندھر میں تشریف لے آئے تھے۔

مولانا میکش نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بعدازاں جالندھر کے سکول میں پڑھتے رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور کے کالج میں داخلہ لیا اور دو سال تک مصروف تحصیل رہے ۱۹۲۰ء میں تحریک آزادی کی خاطر کالج کو خیر باد کہہ کر کابل چلے گئے اور ایک سال بعد واپس لاہور آ گئے اور ۱۹۲۲ء سے ۱۹۵۵ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔علمی، ادبی اور آزادی کی تحریکوں میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہفت روزہ افغانستان (جو فارسی میں شائع ہوتا تھا) میں انگریزی استعمار کے خلاف مقالات لکھنے کی بناء پر ۱۹۳۱ء میں ایک سال تک جیل میں رہے لیکن جیل سے واپس آنے پر بھی ان کی ادبی و سیاسی دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔مولانا میکش نے لاہور سے نکلنے والے روزناموں مثلاً زمیندار، احسان، شہباز، مغربی پاکستان اور نوائے پاکستان میں رئیس التحریر کی حیثیت سے کام کیا۔انہوں نے صحافتی فرائض انجام دینے کی ضمن میں تن تنہا سنگاپور، ملایا اور برما کا سفر کیا۔

مولانا میکش اپنے دور کے نامور اور بے باک صحافی تھے۔شیخ اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں:

''اپنے زمانے میں لاہور کی صحافت میں ان کا طوطی بولتا تھا۔''

آپ نے زندگی کے آخری ایام بڑی عسرت میں گزارے مگر عزم واستقلال میں فرق نہ آیا۔ حضرت حافظ مظہر الدین فرماتے ہیں:

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دن میں اپنی زندگی کی ناہمواریوں سے تنگ آکر پریشان بیٹھا تھا کہ خضر آئے اور مجھے تسکین دے کر چلے گئے۔

مولانا میکش مایہ ناز صحافی، بلند پایہ ادیب، ملت اسلامیہ کے بے باک ترجمان اور تحریک آزادی کے سرگرم رکن تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کے مشیر قانون اور قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابوالحسنات قادری کے رفیق خاص تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو مولانا ابوالحسنات خاص طور پر آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں مولانا میکش خصوصی اجلاسوں میں شریک ہوئے اور متعدد قرار دادیں پیش کیں جو اتفاق رائے سے منظور کی گئیں۔

مولانا میکش قادر الکلام شاعر تھے۔ مادری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے آپ کا کلام فارسی میں ہے۔ آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھیں جن میں سے درج ذیل طبع ہو چکی ہیں:

☆ الہامی افسانے

☆ اخراج اسلام از ہند

☆ تقدیر وتدبیر

☆ تاریخ اقوام عالم

☆ تاریخ اسلام

☆ اسلام اور معاشی اصطلاحات

☆ دودل (مجموعہ کلام اردو، مجموعہ کلام فارسی غیر مطبوعہ)

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہ نے آپ ہی کے سوالات پر تقوی القلوب قلمبند فرمائی تھی۔ ۲۷ جولائی ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء کو مست شراب الست ہو کر راہی دار آخرت ہوئے۔

رد قادیانیت:

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور رد مرزائیت کے سلسلے میں مولانا مرحوم کی مندرجہ ذیل مستقل تصانیف بھی منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ البرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ:

مولانا مرحوم نے ۱۹۳۸ء میں روزنامہ ''احسان'' میں اشتہار دیا کہ مرزائیوں کو دین اسلام کی حقیقت سمجھنے میں اگر کوئی دشواری ہو تو وہ مجھ سے رابطہ کریں میں تسلی بخش جواب دوں گا۔ اس سلسلہ میں مرزائی استفسارات موصول ہونا شروع ہو گئے اور آپ روزنامہ ''احسان'' اور ''زمیندار'' میں ان کے تسلی بخش اور جامع جوابات لکھتے رہے۔ بعد میں ان تمام مضامین کو کتابی شکل میں یکجا کر کے ''البرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ'' کے تاریخی نام سے شائع کر دیا گیا۔

۲۔ پاکستان میں مرزائیت:

اس کتاب میں پاکستان میں مرزائیت کے پھیلنے سے متوقع نقصانات، مرزائیوں کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے ناپاک منصوبے، مرزائیوں کی ہوس اقتدار پر ذہنی تربیت کا عکس، ایک مکمل ریاست کی طرح مرزائیوں کے محکمے غرضیکہ قادیانیت کو مذہبی لبادہ سے باہر

لاکر اس کی سیاسی حقیقت کو عیاں کیا گیا ہے۔قادیانیت کے سیاسی خدوخال اس وقت تک سامنے آ ہی نہیں سکتے جب تک اس کتاب کا مطالعہ نہ کرلیا جائے۔

۳۔قادیانی سیاست:

اس مختصر رسالے میں قادیانی سیاست کی منافقانہ کشتی کو بھنور میں پھنسا ہوا دکھایا گیا ہے۔

۴۔کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

اس مختصر رسالے میں پاکستان میں مرزائیوں کی حکومتی معاملات میں ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے سبب رونما ہونے والے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے ارباب اقتدار کو متنبہ کرنے کی خاطر یہ سوال قائم کیا ہے کہ کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

۵۔محاسبہ:

رسوائے زمانہ منیر رپورٹ پر آپ نے نہایت جامع اور بلیغ تبصرہ فرمایا تھا۔اس تبصرہ کو ”محاسبہ“ کے نام سے شائع کیا گیا۔

البرز شکن گرز

عرف

مرزائی نامہ

(سن تصنیف: 1936ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

چار سال ہوئے ''قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری'' کے مستقل عنوان کے ماتحت میرے مضامین کا ایک سلسلہ ''زمیندار'' اور ''احسان'' میں چھپا تھا۔ بعض نکتہ رسی جوہر شناس اصحاب نے انہی دنوں خاکسار کو توجہ دلائی تھی کہ ان مضامین کا کتابی شکل میں مرتب ومحفوظ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اخبار نویسی کی مہلت نہ دینے والی مصروفیتوں میں مجھے چار سال کے بعد اب فرصت ملی ہے کہ ان مضامین کو ترتیب دیکر اور ان پر نظر ثانی کر کے اپنے پبلشر کے حوالے کر سکوں۔

قادیانی مذہب کے پیروؤں نے تاویل بازی کے بل پر مسلمانوں کے مسلمہ مذہبی عقائد خراب کرنے کا جو معرکہ شروع کر رکھا ہے اور اس مقصد کے لئے جس قسم کے فریب استدلال سے کام لیا جا رہا ہے وہ تمام نوجوانوں کے افکار میں دینی عقائد کے متعلق کئی طرح کی الجھنیں پیدا کر کے انہیں گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس فرقۂ ضالہ کی متاع حیات معتقدات سے تعلق رکھنے والے معدودے چند مخصوص مباحث پر منحصر ومشتمل ہے۔ جنہیں اس مذہب کے پیرو بے خبر کم علم اور کوتاہ نظر لوگوں کے سامنے بیان کر کے کام نکالنے کے عادی ہیں۔ ان اوراق میں قادیانی فرقہ کے انہی مخصوص مباحث پر بعض نئے گوشوں سے روشنی ڈال کر قادیانی فریب کے پردے چاک کیے گئے ہیں۔

ان مضامین کے سپرد قلم کیے جانے کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ راقم الحروف نے ''احسان'' کے ایک تبلیغی نمبر میں یہ اعلان کیا کہ قادیانی مذہب کے پیرووں کو اگر دین اسلام

کی حقیقت سمجھنے میں بعض اشکالات درپیش ہیں تو وہ اس عاجز سے اپنے اشکالات بیان کریں۔ جن کے رفع وحل کی پوری کوشش کی جائے گی۔ اس اعلان پر بعض قادیانیوں کی طرف سے متعدد استفسارات موصول ہوئے لیکن وہ سب کے سب مطالب کے لحاظ سے حسب ذیل نوسوالوں کی گیرائی کے دامن سے باہر نہ تھے۔ جنہیں میں نے جواب دینے کیلئے چنا اور یہ سلسلہ مضامین سپرد قلم کیا۔ مرزائی مستفسرین کے سوالات حسب ذیل ہیں:

۱..... آپ کے نزدیک اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو ''اصل اصول'' کہلانے کے مستحق ہیں؟

۲..... کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ آیت شریفہ ﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہے یا کوئی اور طریق؟

۳..... قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس سے بطور صراحت النص کے باب نبوتِ غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ثابت ہوتا ہے۔

۴..... آیت شریفہ ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ (الحاقہ) جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لئے کس طرح وجہ تسکین ہوسکتی ہے؟ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

۵..... آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہ ایں جسد عنصری آسمان پر تا ایں دم زندہ مانتے ہیں یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ اور ان کی آمد ثانی کے قائل ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے جواب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اقوال سلف صالحین (جو

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف نہ ہوں) سے دیں۔

۶..... امت مسلمہ میں باب نبوت کا مسدود ہوجانا تسلیم کرلیا جائے تو کیا آنحضرت ﷺ کے ''رحمۃ للعالمین'' ہونے اور اس امت کے ''خیر الامم'' ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

۷..... کیا مجدد وقت یا امام زماں کا ماننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی؟

۸..... حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زد پڑتی ہے؟

۹..... احادیث صحیحہ کی رو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مہدی آخر الزمان، دجال، یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہئیں؟

ان سوالات سے پیدا ہونے والے مباحث کی تشریح کے علاوہ اس کتاب میں زلازل اور دیگر آیات ارضی وسماوی کے سلسلہ میں قادیانی مدعی کی پیش گوئیوں پر علمی بحث کی ایک فصل۔

نیز اس مدعی کے بلند بانگ اور بے ہنگام دعاوی اور صوفیائے کرام کے شطحیات کی بحث کے متعلق بڑے بڑے ہتھکنڈوں کی جن کے بل پر وہ عام انسانوں کو دھوکا دیتے ہیں تشریح وتوضیح ان اوراق میں ہے جو نہ صرف فریب خوردہ مرزائیوں کے لیے مشعل ہدایت کا کام دے گی بلکہ عام مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچے رہنے کے لیے ہر قسم کے دلائل سے مسلح اور ہر نوع کے فریب استدلال سے آگاہ کرنے پر ممد ہوگی۔ **وما توفیقی الا باللہ**

ان سطور کے ساتھ میں اس مرزائی نامہ کو حق کی جستجو رکھنے والے اصحاب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

مرتضیٰ احمد خان

یکم نومبر ۱۹۳۸ء

تمہید

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین میں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیمات کے کھلے ہوئے نقائص سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ طائفہ بندی اور خلافت سازی کا سارا ڈھونگ کن دنیوی مقاصد کے لیے رچایا گیا تھا۔ کس نے رچایا تھا اور کیوں رچایا تھا۔ ان لوگوں کے نزدیک دین کا نام بعض پیش پا افتادہ ذلیل مقاصد کے حصول کے لیے ایک وسیلہ کے سوا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اور ان کا وجود ہی دینِ حق اسلام کی تخریب اس کے شئون وارکان میں رخنہ اندازی اور ملتِ بیضائے اسلام کی تذلیل کے لیے خریدا جا چکا ہے۔ لہٰذا ان کے دفع شر کے لیے مسلمانان ہند کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ سوادِ اعظم کو ان کے مکائد ودسائس سے آگاہ کرتے رہیں۔ اور ان کی ملحدانہ سرگرمیوں پر رقابت واحتساب کی کڑی نگاہیں لگائے رکھیں۔

لیکن مرزائیوں میں بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو اپنی بے خبری، علمی کم مائیگی اور ضعیف الاعتقادی کے باعث متذکرہ صدر شور بختانِ ازلی کے اس دامِ فریب کا شکار ہو چکے ہیں جو انہوں نے دین اسلام کے نام سے سادہ لوح اشخاص کو الحاد کی الجھنوں میں گرفتار کرنے کے لیے پھیلا رکھا ہے۔ خطابہ ذیل میں میرا روئے سخن زیادہ تر انہی موخر الذکر مرزائیوں کی طرف ہوگا۔

مقصد یہ ہے کہ وہ سعید روحیں جو دین حقہ اسلام کے سرمدی فیضان کے سرچشمہ سے اپنے طلب کی پیاس بجھانے کی خواہاں تھیں۔ لیکن اپنی سادگی اور بے خبری کے باعث عصر حاضر کے ایک دجالی فتنہ کے ہتھے چڑھ گئیں۔ ان گزارشات کو پڑھ کر دین اسلام کی کھلی ہوئی صداقتوں سے شناسا ہو جائیں اور مرزائیت کی ان الجھنوں سے چھٹکارا حاصل

کرلیں۔ جن میں انہیں اسلام کا نام لے کر گرفتار کر دیا گیا ہے۔ اور وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ قادیانیت کی منافی اسلام تعلیم کو مطابق اسلام ظاہر کرنے کے لیے دوراز کار تاویلوں سے کام لیں۔ تاکہ اپنے فریب کھائے ہوئے دلوں کی ڈھارس کا کچھ سامان تو ان کے پاس موجود ہو۔ ایسی ژرف شناس نگاہیں بہت کم ہوتی ہیں جو قلبی تسکین کے سامان کے کھرے یا کھوٹے ہونے کی پہچان کر سکیں۔ جن نگاہوں کی رسائی کبھی زر خالص تک نہ ہو سکی ہو وہ مس کو زر سمجھنے کی غلطی میں پھنسے رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایسے مرزائی حضرات کے سوالات کی فہرست دیباچہ میں درج کی جا چکی ہے جو راقم الحروف سے بعض مطالب کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کے طالب ہوئے۔ ان میں سے ایک ایک سوال جواب کے لیے بڑی طویل صحبتوں کا محتاج ہے۔ ہر چند عدیم الفرصت اور علوم دینی کے میدان میں ہیچ میرز ہوں۔ لیکن میرا فرض ہے کہ ان سوالات کا شرح جواب لکھوں اور وقت کی اس منہ بولتی ہوئی ضرورت پر لبیک کہتا ہوا آگے بڑھوں۔ جس کی پکار ہر گوشہ دیوار سے سنی جا رہی ہے۔ اگر میری ان کاوشوں سے خدا کے بندوں کی ایک تعداد راہ راست پر آ جائے یا کم از کم اس فتنہ آخر زمان کے دجل کا شکار ہونے سے بچے رہے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی عاقبت کے لیے بضاعتِ نجات فراہم کر لی جو روز حساب میں مجھے حضور سرور کونین رحمۃ للعالمین ﷺ کے دامن شفاعت کے سایہ میں پناہ دلانے کا موجب ہوگی۔

اسلام کا اصل الاصول

سوال کیا گیا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے کے مستحق ہیں؟

واضح ہو کہ اسلام کا اصل الاصول کلمہ طیبہ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہے اور اس دین کے تمام عقائد اساسی جو ایمان کے لیے ضروری ہے اسی اصل الاصول کے
ماتحت ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اسی کی تشریح وتوضیح وتکمیل کا موجب ہیں۔ ان عقائد اساسی یا ان
میں سے کسی ایک کے فقدان و ہبوط کی صورت میں ایمان نامکمل رہ جاتا ہے۔ بلکہ الحاد و
زندقہ وارد ہو جاتا ہے۔ ان عقائد کا بیان اپنے اپنے محل اور موقع پر اسی مضمون میں کر دیا
جائے گا۔

توحید ذاتِ باری تعالیٰ

خدائے جلیل وقدیر کو ایک اور محمد عربی ﷺ کو اس کا فرستادہ مان لینے کے بعد خدا
کے پاس پیغام کو صحیح اور کامل سمجھنا ہر فرد مومن پر واجب آتا ہے۔ جو خدا کے رسول محمد ﷺ پر
نازل ہوا۔ اور آپ ﷺ کی وساطت سے نوع بشر کو ملا۔ ذرا دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو
معلوم ہو جائے گا کہ توحید ورسالت کا عقیدہ بھی اسی پیغام ربانی کی وساطت سے ہمیں پہنچا
ہے جو رسول خدا ﷺ پر نازل ہوا۔ پس دین اسلام کی قیمومیت کا اولین ستون حضرت محمد
مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کی رسالت ہے۔ جس کی وساطت سے ہم ذات باری تعالیٰ کی توحید
کے اولین مسئلہ اساسی سے شناسائی حاصل کر سکے ہیں۔ خدا نے اسی رسول کی معرفت اپنے
بندوں کو بتایا ہے کہ وہ ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کائنات کے ظاہر و باطن
میں ایسی موجود نہیں جس کی طرف موجوداتِ عالم کے سرہائے نیاز وعبدیت جھکیں۔ انما
الٰھکم الٰہ واحد کے ساتھ ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اس معبود حقیقی کے اسماء صفات کیا ہیں۔
جن کو تسلیم کرنے اور سمجھنے کے بغیر عقیدہ توحید کامل نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو بتوں پتھروں، قدرت
کی مخفی قوتوں اور اپنے فہم وپندار کے کرشموں کی پرستش کرنے والے بھی ناقص شکل میں خدا

کی ہستی کے قائل، بلکہ اسے ایک سمجھنے اور ایک جاننے کے دعویدار ہیں۔ لیکن وہ اس توحید
کے ماننے والے نہیں کہلا سکتے جس کی تعلیم قرآن پاک نے دی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کو
اس کی بیان کردہ صفات میں سے کسی ایک صفت کے بغیر جاننے والا شخص مسلمان اور
صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔ کسی شخص کے اسلام اور ایمان کی صحت وتکمیل جانچنے کے لیے
اس کے خیالات وعقائد واقوال کو قرآن حکیم کے بیان کردہ معیار پر پرکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا
اے مرزا غلام احمد قادیانی کی وساطت سے اسلام کی حقیقتوں کو ڈھونڈنے والو! دیکھو کہ ذاتِ
باری تعالیٰ کے متعلق قرآن پاک کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس شخص نے جسے تم اپنا دینی پیشوا سمجھتے
رہے ہو تمہیں اس تعلیم سے کس طرح دور لے جانے کی کوشش کی ہے۔

اسلام کا خدا

ارشاد ربانی اپنی ذات کے متعلق یہ ہے: ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ ’’اس کی مانند کوئی شیء
نہیں‘‘۔ ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ط
اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ
مُّبٰرَکَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ یَّکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط
نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط
وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (سورۃ النور، رکوع ۵) ’’اللہ (ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ) آسمانوں اور زمین
کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طاق ہو جس میں چراغ ہو، وہ چراغ فانوس
کے اندر ہو اور فانوس اس طرح نظر آئے کہ گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے ایسے شجرہ
مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اس کا تیل برابر روشن ہے اگر آگ اس
کے نزدیک تک نہیں آئی۔ نور پر نور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت بخش دیتا ہے

اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے‘‘۔

مرزائے قادیانی کا خدا

مرزائیوں کا پیشوا اس ذات کے متعلق حسب ذیل عقیدہ کا اظہار کرتا ہے جو قرآن حکیم کے پیش کردہ تصور سے سراسر مختلف اور ذات باری تعالیٰ کی توہین وتحقیر کرنے والا ہے۔ مرزا لکھتا ہے۔ ’’ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے۔ جس کے بے شمار ہاتھ پیر اور ہر عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں‘‘۔ (توضیح مرام، ص۷۵)

ربنا عاج۔ ہمارا پروردگار ہاتھی دانت ہے۔ (براہین احمدیہ، ص۵۵۶)

خدا کو تیندوے کی شکل میں تصور کرنے والا اور ذات باری تعالیٰ کو عاج یعنی ہاتھی دانت قرار دینے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ چہ جائے کہ اس کے متبعین کو اسلام کی نعمت سرمدی سے حصہ ملے۔

اسلام کا خدا

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (سورۂ اخلاص) ’’(اے محمد) کہہ دے کہ وہ معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز اور پاک ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس کے لیے کوئی کفو ہے‘‘۔

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ (سورۂ مریم) ’’قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق

ہو جائے اور پہاڑوں کے ٹکڑے اُڑ جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا پکارا جائے‘‘۔

﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ﴾ ’’وہ کسی کو بیٹا نہیں بناتا۔ وہ پاک ذات ہے (یعنی ایسی لغویات سے مبرا ہے)‘‘۔

یہی وہ اعلان تھا جس کی تفسیر جا بجا قرآن پاک میں پائی جاتی ہے۔ اور جس کے رو سے مشرکین، یہود، نصاریٰ، صائبین اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے غلط عقائد پر یک قلم خط نسخ کھینچ کر ذات باری تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ قائم کیا گیا۔ یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ابطال معرض عمل میں آیا اور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ انسانی علائق کی نسبت دینے والوں کی تکذیب کی گئی۔ اب اس ارشاد ربانی کی روشنی میں مرزائے قادیانی کے حسب ذیل اقوال کو پرکھ لیجئے، صاف نظر آ جائے گا کہ اس شخص کا مقصد خالص اسلامی عقیدہ کو مغشوش کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

مرزا اور اس کے خدا کے تعلقات بوقلموں

انت منی بمنزلة ولدی (حقیقت الوحی، ص۸۶) ’’اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے‘‘۔

اسمع ولدی ’’اے میرے بیٹے سن!‘‘۔ (البشریٰ، جلد اول ص۴۹)

مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السمآء۔

’’فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ اوّل اور آخر کا مظہر، حق و علا کا مظہر ایسا جیسا کہ خود خدا آسمان سے اتر آیا‘‘۔ (ازالہ اوہام، ص۱۵۶)

یا قمر یا شمس انت منی وانا منک (حقیقت الوحی، ص۷۴) ’’اے چاندا ے خورشید تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے‘‘۔

''حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا''۔ (اسلامی قربانی، مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی)

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح، ص۴۷)

ومثل ذالک من الخرافات. ظاہر ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اپنی نسبتیں باپ بیٹے اور بیوی کی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسلام سے دور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی۔ متذکرہ صدر اقوال سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ قائل نے ذاتِ باری تعالیٰ کی تضحیک وتحقیر کی ہے۔ ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ چہ جائے کہ اسے ''مسلمانوں'' کے ایک فرقہ کا دینی امام وپیشوا سمجھا جائے۔

مرزائے قادیانی کے خدا کی دیگر صفات

جس خدا کے ساتھ مرزائے قادیانی نے اپنے گونا گوں تعلقات کا اظہار کیا ہے وہ اس خدائے واحد وقدیر سے سراسر مختلف ہے جس کی صفات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے تصور کے متعلق مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اقوال مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ورنہ اس کی تصانیف میں تو خدا کے متعلق نہایت عجیب وغریب خیالات بھرے پڑے ہیں۔ مرزا کا خدا نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہے (البشریٰ، ص۹)۔ مرزا کا نام لینے سے شرماجاتا اور اسے ادب سے بلاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص۳۵۶) اس کی حمد وثنا کرتا ہے۔ (انجام آتھم) مرزا کے حیض کو بمنزلہ اطفال اللہ کے بچہ بناتا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص۱۴۳)

اس پر رجولیت کا اظہار کرتا ہے (حوالہ اوپر ملاحظہ ہو) اس کے کاغذ پر سرخ روشنائی سے دستخط کرتا قلم جھاڑتا اور اس روشنائی کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر ڈالتا ہے۔ (تریاق القلوب، ص۳۴ وحقیقت الوحی، ص۲۵۵) اگر آپ مرزائے قادیان کے خدا کا پورا جلال دیکھنا چاہیں تو اس کے حسب ذیل بیان کو پڑھ کر اندازہ لگالیں کہ اس شخص کو کیسے خدا کی بندگی کا شرف حاصل تھا۔

''پھر اس کے بعد ہی زور سے بدن کانپ اُٹھا الہام ہوا ''دی کین وھاٹ وی ول ڈو'' (جو ہم چاہتے ہیں کر سکتے ہیں) اور اس وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے''۔ (براہین احمدیہ، ص۴۸۰)

مرزائیوں سے خطاب

اس صحبت میں عاجز نے اسلام کے اصل الاصول کی ایک شق یعنی عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ کوئی شخص اس وقت تک لا الہ الا اللہ کا قائل نہیں سمجھا جا سکتا جب تک ذات باری تعالیٰ عزاسمہ کی تمام ان صفات اثباتی وسلبی کا قائل نہ ہو جو اسمائے حسنٰی میں اور دیگر مقامات پر جا بجا قرآن پاک میں مذکور ہوئی ہیں۔ اسلام کا عقیدہ تمہارے سامنے ہے۔ اس کی مزید تشریح کی خواہش ہو تو قرآن پاک کے صفحات موجود ہیں۔ اس عقیدہ کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد کے عقائد واقوال کو پرکھ کر دیکھ لو اور خود فیصلہ کر لو کہ جو لوگ تمہارے سرنیاز کو اس شخص کی چوکھٹ پر جھکا رہے ہیں۔ اس کے اپنے عقائد کا حال کیا ہے؟ آیا اس کی پیروی کر کے تم اسلام کی تعلیم سے قریب جا رہے ہو یا اس سے بہت بعد اختیار کر چکے ہو۔ اگر خوش عقیدگی کی بنا پر تم نے مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اور دوسرے اقوال کی تاویل وتفسیر کر کے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی تو تمہیں اسلام اور قرآن کے ان تمام اعتراضات کو باطل قرار دینا پڑے گا۔ جو خدائے اسلام نے

مشرکوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں کے عقائد باطلہ پر کیے ہیں۔ان تمام مذاہب کے پیرو یہی کہتے ہیں کہ بت پرستی یا خدا سے ولد وکفو وغیرہ کی نسبت دینے کے معاملات ان کے ہاں استعارہ کے رنگ میں آئے ہیں۔جن کی بڑی خوشنما تاویلیں کی جاسکتی ہیں۔

شائد بعض قادیانی یہ کہنے لگیں کہ وہ اپنے پیشوا کے ان الہامات واقوال کو لغو گردانتے ہیں اور انہیں اس قسم کی اہمیت نہیں دیتے جیسی کہ عیسائیوں نے انجیل میں باپ اور بیٹے کے الفاظ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دینی شروع کر دی تھی۔اگر یہ بات ہو تو میں کہوں گا کہ پھر تمہیں اپنے پیشوا کے دوسرے دعاوی کو برحق قرار دینے میں کیوں اصرار ہے انہیں بھی متذکرہ صدر دعاوی کی طرح لغو سمجھو اور مجذوب کی بڑ قرار دے لو۔اگر مرزائیوں کا ایک گروہ آج مرزا کے دعاوی نبوت ومسیحیت کو اپنے لیے اساس دین قرار دے رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل مرزائیوں کا کوئی دوسرا گروہ مرزا کے متذکرہ صدر اقوال کو لیکر اس کی الوہیت، شرکت فی ذاتِ باری تعالیٰ، ابن اللہ اور زوجیت خداوندی کا اعلان کرنے لگے اور اسی کو اساس دین قرار دے لے۔

لہٰذا میرے فریب خوردہ مرزائی دوستوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے تتبع بن کر وہ قصر اسلام کے اوّلیں سنگ بنیاد یعنی عقیدہ توحید سے کس قدر دور جا پڑے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفات کاملہ کے متعلق ان کا عقیدہ کس حد تک مغشوش کر دیا گیا ہے۔لہٰذا انہیں اس دن کی فکر کر لینی چاہیے جس کے متعلق صاف الفاظ میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ: ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ (پ۱۸، سورۂ مومنون، رکوع۶ آخری رکوع) ''آگ ان کے چہروں کو جھلس رہی ہو گی اور اس میں پیچ وتاب کھائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا

کہ) تم پر میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں لیکن تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے''۔

اساس اسلام کا دوسرا جزء

محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور اس کا اقرار

ذاتِ باری تعالیٰ عزاسمہ کی توحید اور تمام صفات لازم پر ایمان لانے اور ان کا اقرار کر لینے کے ساتھ ہی مسلم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان خدا کے اس رسول مقبول ﷺ کا بدل معترف ہو اور زبان سے اس کی رسالت ونبوت کا اقرار کرے۔جس کی معرفت اسے دین اسلام اپنی کامل ومکمل صورت میں ملا۔محمد عربی ﷺ کو رسول مان لینے کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ کے دیئے ہوئے پیغام کو خدا کا آخری، مکمل اور قائم پیغام سمجھے۔ حضور ﷺ کی سکھائی ہوئی شریعت کو آخری، مکمل اور قائم شریعت جانے۔حضور ﷺ کے بتائے ہوئے دین کو قیامت تک کے لیے نوع بشر کی ہرگونہ ضروریات زندگی کا کفیل اور اس کی دنیوی اور اُخروی فوز وفلاح کا موجب تصور کرے۔

ارشاد ربانی: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پایہ تکمیل کو پہنچا دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا''۔اس پر شاہد ودال ہے مخفی نہ رہے کہ قرآن پاک ایسا فصیح وبلیغ، جامع واکمل کلام جو اپنے خدائی کلام ہونے کی خود دلیل ہے۔محمد عربی ﷺ کی رسالت کا مصدق وشاہد ہے۔اور محمد رسول اللہ ﷺ ایسے صادق وامین رسول کی سیرت پاک اور حضور کا اسوۂ حسنہ قرآن کے خدا کا کلام ہونے کا ثبوت ہے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔دونوں حضرت باری تعالیٰ کی

قدرت کاملہ کے ایسے ''عدیم النظیر'' مظہر ہیں جن کے اجتماع پر دین اسلام کی حقانیت کا امر قائم ہے۔ لہٰذا ان کے صحیح رتبہ کو کما حقہ نہ پہچاننا یا ایسے خیالات کا اظہار کرنا جن سے ان کی کل منزلت پر مخالفانہ زد پڑتی ہو۔ انسان کے نقص ایمان کا موجب ہے۔ تکمیل دین و اتمام نعمت ربانی کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''قرآن پاک کی مانند کوئی اور کلام بھی نوع بشر کے پاس موجود ہے یا ہوسکتا ہے''۔ تو وہ شرائط اسلام کا منکر ہو جائیگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ ''حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد بھی نوع انسانی میں کوئی رسول مبعوث ہوا، یا ہوسکتا ہے''، تو وہ بھی اسلام کے دعوائے تکمیل و اتمام نعمت کا منکر ہوگا جس کی نص سطور بالا میں مذکور کی جاچکی ہے۔ قرآن کے بعد کسی اور کلام کے متعلق ارشاد ربانی کا اِدّعا کرنا اور محمد ﷺ کے بعد کسی اور فرد بشر کو رسول قرار دینا اسلام کی اساس پر تیر چلانے کا مترادف ہے۔ کیونکہ اس سے قرآن پاک کے دعویٰ تکمیل دین اور اتمام نعمت کی نفی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ مرزائیوں کی طرح ''اسلام'' کی شرط اولیں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت کو قرار دیا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ اسے نبی یا مجدد یا کچھ اور مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگر مرزائیوں کے دعویٰ کو صحیح سمجھا جائے تو تکمیل دین اور اتمام نعمت الٰہی کا باعث قرآن اور محمد عربی ﷺ کو نہیں بلکہ نعوذ باللہ اس دوسرے شخص کو سمجھنا ہوگا۔ جس کی ارادت کا حلقہ کان میں ڈالے بغیر مرزائیوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی شخص مسلم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ایسا عقیدہ جو قرآن پاک کے بغیر کسی دوسرے کلام کو کلام خداوندی اور محمد ﷺ کے بغیر کسی دوسرے شخص کو نبی یا رسول قرار دینے والا ہو۔ قرآن اور محمد ﷺ کا بتایا ہوا اسلام نہیں بلکہ اس کی نفی ہے۔ اس کے مکمل و اکمل ہونے کا صریح انکار ہے اور اس کی حقانیت کا کفر ہے۔

اس اسلام کے آخری قطعی اور مکمل دین ہونے پر جو قرآن اور خدا کے رسول محمد ﷺ نے نوع بشر کو دیا۔ قرآن پاک کی حسب ذیل آیت بھی شاہد و دال ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ (پ۲۸۔۱) ''وہ (خدا) جس نے اپنے رسول کو ہدیٰ کے ساتھ اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام دینوں پر غالب آجائے''۔

اس مکمل دین اور نعمت تام کے بعد جو قرآن اور محمد ﷺ کی وساطت سے نوع بشر کو قیامت تک کے لیے مل گئی۔ خدا کے مزید کلام اور اس کے دیگر ایلچیوں کی ضرورت جاتی رہی۔ لہٰذا متذکرہ صدر نصوص قرآنی کے علی الرغم جو شخص بھی اس کے برعکس کوئی دعویٰ کرے گا وہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اسلام کا منکر اور مسلمانوں کے نزدیک مفتری اور کذاب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

پس ان مرزائیوں کو جو اسلام کے نام پر مرزائیت کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں غور کرنا چاہیے کہ وہ حقیقت اسلام سے کتنی دور پڑے ہیں اور انہیں اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے والوں نے حقیقی اسلام کے بنیادی عقیدہ سے کس قدر دور پھینک دیا ہے۔ انہیں دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کی نبوت ورسالت کے اقرار کو انہیں شرط اسلام بتایا گیا ہے اس نے حقیقی اسلام کی صداقتوں سے روگردانی کر کے اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے نبوت کے مرتبہ عالیہ کی تحقیر وتذلیل پر اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ تا کہ سادہ لوح اشخاص اس منصب جلیل کو ایک عامیانہ اور سہل الحصول سی چیز سمجھ کر اس کے دامِ فریب کا شکار ہو جائیں۔ اور سمجھنے لگیں کہ حقیقی اسلام یہی ہے جو ان کو سکھایا جارہا ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ مرزائے قادیانی کی اس خرافات کو نقل کرسکوں۔ جس میں اس نے ان انبیائے کرام

ومرسلین یزدانی علیہم السلام کی عمداً تحقیر کی ہے۔ جن کی تعظیم وتکریم کا حکم ہمیں قرآن پاک میں مل چکا ہے۔ مرزا کی تصانیف کو خوش عقیدگی کے ساتھ تلاوت کرنے والے مرزائی خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس شخص کو جسے وہ ہادی ومہدی رسول ونبی بلکہ خاتم النبیین تک مان رہے ہیں۔ اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے کیسے کیسے رنگ بدلنے پڑے۔ دین اسلام کے صحیح عقیدہ یعنی ختم نبوت کے اقرار سے لے کر محدثیت ومہدویت، مسیحیت، ظلی وبروزی نبوت، امتی خالص غیر تشریعی نبوت، تشریعی نبوت، حتی کہ ختم المرسلینی کے دعویٰ تک طرح طرح کے منطقیانہ استدلال سے کام لینا پڑا۔ اور آخر نوبت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ خود کو حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ سے (نعوذ باللہ) افضل ظاہر کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا گیا۔ اور اب اس کا فرزند کھلم کھلا اپنے باپ کی افضلیت تام کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ کیا یہ اسی اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے؟ جس کی تکمیل خدائے لایزال نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر ملک عرب میں کی تھی۔ اور جس کی اساس جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر رکھی گئی تھی۔ واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی کہلانے کے شوق میں جس قدر ہفوات سے اپنے کام و زبان کو آلودہ کیا ہے اس میں سے ایک ایک سطر اور ایک ایک فقرہ دین اسلام کے ان مسلمات کی نفی ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر مجھے تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جب مرزائیت کی اساس ہی دین اسلام کی اساس سے مختلف ثابت ہوگئی تو جزئیات کی بحث میں پڑ کر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مرزائی جانتے ہیں کہ مرزائیت کی اساس مرزا غلام احمد کو نبی اور نبی کے علاوہ اور بہت کچھ ماننے اور اس کی تصانیف کو الہامی قرار دینے پر قائم ہے۔ اور اسلام کی اساس یہ ہے کہ قرآن پاک کو

خدا کا صحیح ومکمل پیغام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا کا آخری رسول مانا جائے۔

ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

مرزائی کہیں گے کہ ہم بھی دین اسلام کی اساس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور اس کے منکر نہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیں کہ اسلام وایمان کے لیے متذکرہ صدر اساس کا ان شرائط لازم کے ساتھ جو قرآن پاک میں آ چکی ہیں ماننا ضروری ہے۔ جس طرح مرزا غلام احمد کا تصور ذاتِ باری تعالیٰ عزاسمہ وجل جلالہ کے متعلق سراسر غیر اسلامی ہے اور وہ اپنے دعاویٔ بوقلموں کے باعث توحید کے صحیح عقیدہ سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی طرح مرزائیوں کے ”محمد رسول اللہ“ کہنے میں بھی کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ اپنے دین کی اساس ”محمد رسول اللہ“ پر نہیں بلکہ مرزا نبی اللہ وغیرہ پر قائم کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَکٰذِبُوْنَ﴾ (پ۲۸-۱) ”جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ بلاشبہ جھوٹے ہیں“۔

ارکان واحکام اسلام

اس امر کی تشریح سطور بالا میں کی جا چکی ہے کہ دین اسلام ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی وساطت سے ملا۔ اور وہ دین اس کلام ربانی میں درج ہے جسے قرآن مجید اور فرقان حمید کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقا ومولا ﷺ کی زندگی اس دین کی عملی تفسیر اور حضور کے ارشادات اس کی توضیح ہیں۔ نیز یہ کہ دین اسلام دین کامل ہے جس میں قیامت تک

کے لیے ردوبدل، ترمیم وتنسیخ یاتحریف وتاویل کی گنجائش وضرورت نہیں۔

''ارکان اسلام'' جو قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ نبوی ﷺ سے ہمیں پہنچے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کی توحید منزہ عن الخطاء اور صمدیت منزہ عن الشرک و دیگر صفات پر نیز محمد عربی ﷺ کی کامل واکمل رسالت پر ایمان لانے کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ایسے فریضوں کے ادا کرنے پر مشتمل ہے ان فریضوں کی بجا آوری کے احکام کی تفصیلات حدیث کی کتابوں میں اچھی طرح بیان ہو چکی ہیں۔ اور ساڑھے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا تعامل ان پر مہر تصدیق ثبت کر چکا ہے۔ جس میں کسی کے لیے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور خدا اور اس کے رسول نے کہیں یہ خبر نہیں دی کہ کوئی ''مامور من اللہ'' روز قیامت سے پہلے پہلے ''نئے خدائی احکام'' کے ماتحت ان میں ردوبدل کرے گا۔

نماز ادا کرنے کے لیے قرآن پاک میں اس امر کی نص صریح موجود ہے کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس مسجد حرام کی طرف منہ کر کے خدا کی بندگی کیا کریں جو مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ اور حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے بھی اسی مسجد حرام کا رخ کریں۔ جس کے مناسک وہیں کے شعائر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیت اللہ شریف امت مسلمہ کا قبلہ اور اس کی وحدت کا مرکز ہے اس سے الگ ہو جانا یا منہ پھیر لینا اسلام کے ایک بڑے رکن یعنی خود اسلام سے انکار کر دینے کے مترادف ہے۔

اسلام کا قبلہ اور مسلمانوں کا حج

خانہ کعبہ یعنی مسجد حرام کی فضیلت و مرکزیت پر حسب ذیل آیات کلام ربانی شاہد ہیں: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ (بقرہ) ''پس مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لے اور تم جہاں کہیں بھی ہو

اسی کی طرف منہ پھیر لیا کرو''۔

﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ (بقرہ) ''اور جو اس میں داخل ہو گیا امان پا گیا''۔

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ (البقرہ) ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اور ان دونوں کے بیچ میں پھرے تو کچھ برا نہیں اور جو کوئی شوق سے نیک کام کرے تو اللہ قدردان اور اس کی نیت کا جاننے والا ہے''۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ط (البقرہ، رکوع ۲۴) ''اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے تمام کرو''۔

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران، رکوع ۱۰) ''اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک راہ پا سکیں اور جو کوئی منکر ہو تو (وہ جان لے) کہ اللہ دونوں جہانوں سے غنی ہے (یعنی کسی کے حج کا محتاج نہیں)''۔

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ (الحج، رکوع ۴) ''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے وہ تیرے پاس پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار جو دور کے راستے سے آ رہے ہوں گے''۔

مرزائیوں کا قبلہ اور حج

متذکرہ صدر احکام صریح جان لینے کے بعد ذرا قادیانیوں کے خیالات اور عمل پر بھی نگاہ ڈال لیجئے۔ اس مذہب کا بانی کہتا ہے۔

"بیت الفکر" سے مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے۔ اور "بیت الذکر" سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔ اور آخری فقرہ مذکورہ بالا (ومن دخلہ کان امنا) اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے"۔ (براہین احمدیہ، صفحہ ۵۵۸)

"زمین قادیان اب محترم ہے   ہجوم خلق سے ارض حرم ہے"

(درثمین صفحہ ۵۲)

باپ کے بعد بیٹے کی باری آئی تو مرزا بشیرالدین محمود نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متذکرہ صدر ملفوظات کی تشریح یوں کی۔ "کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے"۔

"جیسا حج میں رفث اور جدال منع ہیں۔ ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہیں"۔

(خطبہ جمعہ از میاں محمود احمد ۱۹۱۴ء)

اسی طرح ۱۹۳۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اسی سالانہ جلسہ کی اہمیت جتاتے ہوئے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ اس جلسہ میں شامل ہونے کا ثواب حج کے ثواب سے کم نہیں۔ لوگ جوق در جوق آئیں اور شعائر اللہ کو دیکھیں۔ شعائر اللہ مرزا غلام احمد قادیانی کا حرم، اس کے صحابی اور اس کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے مقامات اور ایسی ہی دیگر اشیاء بیان کی گئیں۔

اس وقت "الفضل" کا وہ پرچہ جس میں یہ تقریر چھپی تھی میرے سامنے نہیں۔ جس کو تحقیق کی ضرورت ہو۔ وہ دسمبر ۱۹۳۲ء کے "الفضل" کی فائل دیکھ سکتا ہے۔ قادیانیوں

کے اس عقیدہ پر کہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی شرکت بیت اللہ شریف کے حج کا بدل ہے۔ ایک قادیانی کا حسب ذیل ارشاد بھی شاہد ہے۔

"جیسے احمدیت بغیر پہلا یعنی حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے۔ اس طرح اس "ظلی حج" کو چھوڑ کر "مکہ والا حج" بھی خشک رہ جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں پر آج کل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے"۔ (پیغام صلح، جلد ۲۱، نمبر ۲۲)

مرزائیوں سے خطاب

اب آپ ہی اندازہ فرمالیں کہ توحید و رسالت کے بعد ارکان اسلام کے معاملہ میں بھی اس مذہب کے پیشوا اپنے متبعین کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے کس طرح دور لے جا رہے ہیں۔ زکوٰۃ کا مصرف تو انہوں نے اپنی جیبیں اور اپنے خزانے بنا ہی رکھے ہیں۔ (ان چندوں کی طرف اشارہ ہے جو ٹیکس کے طور پر قادیانیوں سے وصول کر کے خزانہ خلافت میں داخل کیے جاتے ہیں) حج کو بھی اپنے گھر کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ اور اسلام کے حقیقی حج کو کبھی خشک اور کبھی ساقط اور کبھی ناممکن ظاہر کر کے کوشش کی جارہی ہے کہ قادیان ہی کو اس نئے مذہب کے پیروؤں کا قبلہ و مرجع بنادیا جائے۔

پس ان مرزائیوں کو جو قادیانیت کو اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر کا شکار ہو رہے ہیں۔ اپنی نجات کی فکر کرنی چاہیے اور اسلام کی اصلی تعلیم قادیان کے سوا کسی دوسری جگہ ڈھونڈنی اور حاصل کرنی چاہیے۔ حج اور زکوٰۃ کو اپنے ڈھب پر ڈھال لینے اور عقیدہ توحید و رسالت میں تحریف و تاویل کر لینے کے بعد ارکان اسلام میں سے صرف نماز اور روزہ ایسے رکن رہ جاتے ہیں جن میں ترمیم و تنسیخ کر دینے سے اس مذہب کے پیشواؤں کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام کے یہ دو ارکان قادیانیت میں جا کر اس

کے بانی ومبدع کی ''الہامی'' دست بُرد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے پیرومرشد نے توحج وزکوۃ پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ اسی سطح ارضی پر بعض لوگ ایسے بھی ہوگزرے ہیں جن کی تاویلات سے نماز اور روزہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ بہر حال ایسے لوگوں نے حسب ضرورت اور حسب موقع ومحل اسلام کے احکام میں تصرف سے کام لیا۔ لیکن ان سب پر اسلام کا حکم یہی ہے کہ وہ اس کی حقیقی تعلیم سے بہت دور چلے گئے ہیں کہ اب ان کا کسی قسم کی تاویل کے بل پر اسلام میں واپس لانا (یعنی مسلمان ثابت کرنا) امر محال ہوگیا ہے۔ اگر تمہیں اپنی عاقبت کی کچھ فکر ہے تو سیدھے سادھے مسلمان بن جائیے۔ اور ان لوگوں کا دامن چھوڑ دیجئے جو تمہیں کشاں کشاں اسلام کے دامن فوز سے دور براہ راست جہنم کی طرف جارہے ہیں وقولہ تعالیٰ عزاسمہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِالْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِط وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْہُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ (الحج، ع۲) ''جو لوگ انکار کرتے ہیں اور خدا کے راستے سے دور اس مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ جسے ہم نے لوگوں کے لیے یکساں (عبادت کا مقام ٹھہرایا ہے) وہاں کا رہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں۔ اور جو کوئی اس میں شرارت سے ٹیڑھی راہ چلنا چاہے اسے ہم تکلیف کا عذاب چکھائیں گے''۔

جہاد فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ایسے فرائض اساسی کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کو جابجا صاف اور صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ نے مسلمانوں کو دین مبین کی حفاظت اور اپنے ناموس، جانوں اور اموال

کی مدافعت کے لیے جابجا ''قتال فی سبیل اللہ'' کی تاکید کی ہے۔ اور اس فریضۂ مقدس کی بجاآوری کے لیے اس قدر وضاحت کے ساتھ احکام صادر فرمائے ہیں جن میں ہر قسم کی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پورے پورے قواعد وضوابط بیان کردیئے گئے ہیں۔ اسلام چونکہ دین کامل ہے اس لیے وہ ظلم وجور اور استیلا وحق ناشناسی سے بھری ہوئی اس دنیا میں اپنے متبعین کو ''اولین لازمۂ حیات'' یعنی حقِ دفاع سے محروم نہیں کرسکتا تھا۔ قرآن حکیم چونکہ خدا کا آخری اور مکمل پیغام ہے۔ اس لیے اس میں قیامت تک کے لیے ایک دفاعی دستور العمل کا بالتصریح بیان ہونا لازمی امر تھا۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ (بِاَبِیْ ھُوَ وَاُمِّیْ) نے اپنے ''اسوۂ حسنہ'' سے اور قرآن پاک نے نہایت کھلے الفاظ میں زندگی کی یہ ضرورت مسلمانوں پر واضح کردی۔ اور بتادیا کہ مسلمانوں کو قتال کے دفاعی حق سے ﴿حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ﴾ (انفال، رکوع۵) کی کیفیت کے پیدا ہونے تک یا بالفاظ دیگر ﴿حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا﴾ کا وقت آنے تک غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ''قتال فی سبیل اللہ'' کی اہمیت پر حکمائے امت اور مفسرینِ ام الکتاب نے اس حد تک استدلال فرمایا ہے کہ تمام فرائض انفرادی واجتماعی یعنی نماز روزہ حج زکوۃ کا ماحصل اسے اور فقط اسے قرار دیا ہے۔ اور اس حقیقت کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ قتال کے دفاعی حق کو استعمال کیے بغیر نہ تو دنیا سے ظلم وتعدی کا استیصال ممکن ہے اور نہ کوئی قوم عزت و آزادی کی زندگی بسر کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ''سورۂ صف'' میں ''قتال فی سبیل اللہ'' کو ایسی تجارت بیان فرمایا ہے جو انسانوں کو ''عذاب الیم'' سے بچانے کی کفیل ہے۔ اور جس کے معاوضہ میں مسلمانوں کو جنت کا وعدہ دیا گیا ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ الآیۃ﴾ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیھم اجمعین کے استفصا کے جواب میں کہ خدا کے نزدیک ''احسب الاعمال'' کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (صف، رکوع ۱) ''البتہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بصف ہو کر اسطرح لڑتے کہ گویا وہ سیسہ پگھلائی دیوار ہیں''۔

''قتال فی سبیل اللہ'' کے متعلق خدائے جلیل وقدیر عزاسمہ کے چند صاف صاف احکام جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں بطور تذکار لازم ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (البقرہ، ع ۲۲) ''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن (کسی پر) زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

﴿کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ کُرْهٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ ع ۲۶) ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا۔ اور وہ تم پر شاق گزرتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک بات تم کو بری لگے لیکن (درحقیقت) وہ تمہارے لیے اچھی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی بات کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ﴾ (انفال رکوع ۸) ''اور تم کافروں کے مقابلہ میں جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا زور تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔ اس سامان سے اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور ان کے سوا دوسروں پر تمہاری دھاک رہے گی جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے''۔

متنبّی قادیان کا انحراف

خدائے بزرگ و برتر کے متذکرہ صدر واضح احکام مؤکدہ کے بعد ذرا مرزا غلام احمد قادیانی کے ان کارناموں پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے جو جہاد وقتال کے رد میں حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیئے گئے۔ توحید کو مغشو، رسالت کو ناتمام اور حج کو ساقط کرنے کے بعد اس شخص نے حکم جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔ اور اس پر اپنے خاص تاویلی انداز میں رسائل واشتہارات لکھے۔ جن کا ماحصل اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ ''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خداتعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے...... اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا''۔ (اربعین نمبر۴ صفحہ ۱۵، مصنفہ مرزا)

''وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے۔ تاکہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازہ کھلنے کا وقت آ گیا ہے۔ اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا...... سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا''۔ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح)

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے''۔ (درخواست مرزا بحضور حاکم پنجاب مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، ص ۱۷)

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہارات طبع کیے ہیں۔ کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچایا

ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور ''مہدی خونی'' اور ''مسیح خونی'' کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے خیالات جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں''۔ (تریاق القلوب، ص ۳۵۰)

''میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلادِ عرب یعنی حرمین اور شام و مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں''۔

(تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت جلد چہارم ص ۲۶)

''ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر شائع کیں۔ اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے''۔ (اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد دہم، صفحہ ۲۸)

''ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے''۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد، صفحہ ۷)

مرزائیوں سے خطاب

حکامِ وقت کی خوشنودی کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیم پر بے باکانہ خطِ نسخ کھینچنا کسی مسلمان اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے سچے متبع کا کام نہیں ہوسکتا۔ قرآن کے ایک حصہ کا انکار صریح جیسا کہ جہاد و قتال کے بارے میں کیا گیا ہے کلام ربانی کا انکار یعنی اسلام کا انکار ہے۔ لاہوری مرزائی تلبیس سے کام لے کر عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے امام زماں نے دیگر علمائے اسلام کی طرح عدم استطاعت کی بناء پر فریضۂ جہاد کو

عارضی طور پر ساقط عن العمل قرار دیا تھا۔ لیکن مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات اس کے لاہوری متبعین کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہیں جو جہاد کو حرام قرار دیتا ہے، اور آئندہ زمانے کے لیے مسلمانوں سے قتال فی سبیل اللہ کا دفاعی حق چھین لینے کا خواہشمند ہے۔ عدم استطاعت کی بنا پر روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد ایسے فریضوں کی ادائیگی سے غیر مستطیع مسلمانوں کو بلاشبہ اسلام نے ایک حد تک رخصت دی ہے لیکن کسی مسلمان کو قرآن پاک کے صریح احکام پر خط نسخ کھینچنے کی جرأت نہیں ہوسکتی، خواہ وہ حکام وقت کا کتنا ہی مقرب بننے کا آرزو مند ہو۔ میں دین اسلام کے موٹے موٹے بنیادی اصول کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کو پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ وہ کسی امر میں بھی حقیقی اسلام کے مطابق نہیں۔ جس شخص کے عقائد توحید ذات باری تعالیٰ کے متعلق تعلیم قرآنی کے خلاف ہیں جو رسالت میں شرک کرنے کے گناہ کا مرتکب ہے، اور حج اور جہاد کو ساقط و منسوخ قرار دے رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ حسن ظن رکھنا کہ اس کی تعلیم اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔ سراسر ہٹ دھرمی ہے جو شخص اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑوں پر تیر چلانے سے دریغ نہیں کرتا اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بعث بعد الموت اور آخرت کے حساب کتاب کا معتقد اور قائل تھا، ایک بعید از قیاس امر ہے۔ پس اے فرقہ مرزائیہ کے فریب خوردہ لوگو! اگر نجات کی صراط مستقیم کے طالب ہو تو ایسے شخص کی متابعت سے باز آ جاؤ اور دین اسلام کو دنیا کے سامنے ضحکہ نہ بناؤ، تائب ہو جاؤ، ورنہ یاد رکھو کہ اس خدائے قدیر کی گرفت بڑی ہی سخت ہوتی ہے، جس کی سنّت میں کفار و مشرکین کو ایک حد تک ڈھیل اور مہلت دینا بھی داخل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ عزاسمہ وجل جلالہ: ﴿بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍo لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ (الرعد،ع،۳) ''اور یہ کہ ان منکروں کو اپنا مکر اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں، اور جن کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے، اور اللہ کے عذاب سے انہیں بچانے والا کوئی نہیں''۔

گزارشات

اوراقِ ماقبل میں مرزائے قادیانی کے اقاویل وعاوی کو جن پر قادیانیت کے قصر کی بنیادیں قائم ہیں۔ اسلام کے ''اصل الاصول'' یعنی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے اٹل عقیدہ کی بنا پر پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ اس شخص کے خیالات وعقائد اور اس کی تعلیمات جسے یہ کم فہم حضرات ذریعۂ نجات سمجھ رہے ہیں۔ اصول وارکان اسلام سے کس قدر بعد بلکہ تضاد رکھتی ہیں۔ دین اسلام ایک ''یسیر الفہم'' سیدھا سادا دین ہے جو ''بینات'' یعنی صاف صاف اور واضح واضح عقائد کی برہانِ ثابتہ لے کر آیا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ان موشگافیوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں گرفتار ہو کر یہودی اور نصرانی بارگاہ ایزدی سے ''مغضوبین وضالین'' کے سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہیں، اور جن میں آج مرزائی یا قادیانی مذہب کے پیروؤں کو الجھا دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کے نصائص محکم کے باوجود لاہوری جماعت کے لیڈر ''میاں محمد علی'' کا یہ کہنا کس قدر مضحکہ خیز اور معقولیت کی بین توہین ہے کہ ''مرزائے قادیانی نے خدا کا باپ، خدا کا بیٹا، خدا کی بیوی وغیرہ بننے کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بطور ''مجاز'' ہے''۔ (رسالہ مغرب میں تبلیغ اسلام، صفحہ۲۴) میں اس امر کی تصریح کر چکا ہوں کہ جن یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق قرآن پاک میں حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا ولد قرار دینے پر سخت وعید آئی ہے۔ وہ بھی آسمانی

باپ اور ابن اللہ کی اصطلاحوں کو مجازی طور پر استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ بروز قیامت ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی برأت کا اظہار فرمائیں گے ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ﴾ (المائدہ،۱۰) ''جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کو چھوڑ کر معبود بنالو، تو وہ جواب دے گا تیری ذات پاک ہے مجھے کب سزاوار تھا کہ ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا''۔

خیرہ چشمی کی اور بات ہے لیکن کوئی فہمیدہ انسان جو اسلام کے عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کو کسی نہ کسی حد تک صحیح طور پر سمجھ چکا ہے خدا کے ساتھ ایسی مجازی نسبتیں دینے والے کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا، اور میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ میاں محمد علی ایسے لوگ ان حقائق کو جاننے کے باوجود بعض دنیوی فوائد کی خاطر گمراہی پر اصرار کر رہے ہیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اقساط گزشتہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیشوائے قادیانیت کی تعلیم اسلام کے ''عقیدہ توحید'' کے خلاف، ''عقیدہ تکمیل دین'' و ''ختم نبوت'' کے خلاف، ''رکن حج'' و ''اصول جہاد'' کے خلاف ہے، اور یہ اختلاف بیّن میں مرزائے قادیانی کے اقاویل کو قرآن پاک کی آیات محکمات کے بالمقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں۔ اگر اس کے باوجود مرزائیوں کو مرزائی رہنے پر اور بعض مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے پر اصرار ہو تو میرے لیے اس سے زیادہ حیرت واستعجاب کا مقام اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

مرزائی حضرات کے دیگر سوالات

اب میں مرزائی اور قادیانی مستفسرین کے دیگر سوالات کو لیتا ہوں جن کی

''بھول بھلیاں'' میں یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر پھنسے ہوئے ہیں، اور جن میں دوسرے کم علم مسلمانوں کو الجھا کر ان کے مبلغ اپنے دام فریب کو توسیع دینے کے عادی ہیں۔ ان سوالات کا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ مرزائے قادیانی کے دعاوی کا ایک مجمل سا جائزہ لے لیا جائے، جن میں اسے حق بجانب ثابت کرنے کے لیے اس کے پیروؤں کو اس قسم کے سوالات وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جن کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ان دعاوی کے جواز کے لیے دوراز کار تاویلیں وضع کی جائیں۔ ''آیات قرآنی'' اور ''احادیث نبوی'' (ﷺ) کے معانی کی تحریف کے لیے راہیں نکالی جائیں۔ لا طائل دلیلوں کا سہارا ڈھونڈا جائے، اور طرح طرح کی موشگافیوں کے بل پر اپنی غلطیوں کے جواز کے پہلو پیدا کر کے دل کی ڈھارس کا سامان مہیا کیا جائے۔ مرزائے قادیانی کے دعاوی باطلہ کی بھول بھلیاں ایسی پیچ در پیچ ہے کہ تاویلوں اور تحریفوں کے بغیر کوئی عقلمند آدمی ان کے دام کا گرفتار نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کو اسلامی تعلیمات کا سیدھا سادا مفہوم چھوڑ کر ایسے ایسے مسائل گھڑنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے جو کوتاہ نظروں اور کم علموں کے دماغ کو پریشان کر کے انہیں شکوک وشبہات میں ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ جتنے سوالات بھی مرزائی حضرات نے کیے ہیں۔ وہ متذکرہ بالا کلیہ کی تحت میں آتے ہیں۔

مرزائے قادیانی کے دعاوی

اب ذرا مرزائے قادیانی کے دعاوی پر ایک چھلتی ہوئی نظر ڈال لیجئے۔ جن پر قادیانی مذہب کی بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ مرزائے قادیانی کی کتابوں اور اس کے متبعین کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد قادیانی مذہب اور اس کے پیشوا کی تعلیمات کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ''ایک زمانہ میں مرزا صاحب عام مسلمانوں کی طرح

مسلمان تھے اور وہ اسلام کے عقائد پر سختی سے کاربند رہنے کو فخر کا مقام سمجھا کرتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے اپنے آپ کو دوسرے رنگوں میں ظاہر کرنا شروع کردیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے، تاکہ لوگ اس کے ولی اللہ ہونے کا اعتبار کرنے لگیں۔ ولایت سے ایک قدم آگے بڑھا کر پھر اس نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا، پھر اس پر خط نسخ کھینچ کر چودھویں صدی کا مجدد اور امام بنا۔ آہستہ آہستہ مثیل مسیح، مسیح موعود، امتی نبی، ظلی وبروزی نبی، خالص نبی، مرسل یزدانی، غیر تشریعی نبی اور پھر تشریعی نبی بننے کی نوبت آئی۔ اس پر بھی اکتفانہ کیا گیا تو انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل بننے کی ٹھان لی، اور حضور سرور کائنات ﷺ سے منصب ختم نبوت وتکمیل رسالت چھین کر اپنے ''خاتم الانبیاء'' ''جامع کمالات انبیاء'' اور ''خدا کا برگزیدہ ترین رسول'' کہلانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے کفریات کا ایک ایسا طومار جمع کردیا جس کی داد ابلیس لعین کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اس طومار سے مرزائے قادیانی کے چند اقوال بطور مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

''میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ، صفحہ ۱۹۵)

''ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں، اس لیے ہم نبی ہیں۔'' (اخبار بدر قادیان، مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

''سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا، اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں، اس وقت تک جب اس دنیا سے گزر جاؤں۔''

(مرزا کا خط بنام اخبار عام، لاہور مورخہ ۲۴ مئی، ۱۹۰۸ء)

''حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ''۔

(ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ ۲)

''پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کرسکتا ہوں''۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

''اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے کہ دو ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہوسکتی ہے''۔ (چشمہ معرفت، صفحہ ۳۱۷)

''خدا نے میرے ہزار ہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی ہے''۔ (تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۱۴۸)

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔ (دافع البلا، صفحہ ۱/۱۱)

''نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں، اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا، وہ پیش گوئی پوری ہوجائے''۔ (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۹۱)

''آنچہ من بشنوم ز وحی خدا   بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم   از خطاہا ہمیں ست ایمانم''

(درثمین، صفحہ ۲۸۷)

''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر''۔ (اربعین، نمبر ۴، صفحہ ۲۵)

''میرے پاس ائیل آیا۔ (اس جگہ ائیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ حاشیہ) اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا، پس مبارک ہے وہ جو اس کو پائے اور دیکھے''۔

(حقیقت الوحی، ص ۱۰۴)

''اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔ (حقیقت الوحی، صفحہ ۲۹)

''میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام .... ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کہو شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے......

یہ بھی سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند احکام بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگیا''۔

(اربعین، نمبر ۴، صفحہ ۷)

''مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے''۔ (تبلیغ رسالت، جلد نہم)

''انبیا گرچہ بودہ اند بسے   من بہ عرفان نہ کمترم نہ کسے
آنچہ داد ست ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں   ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

(درثمین، صفحہ ۲۸۷۔۲۸۸)

''اس کے یعنی نبی کریم ﷺ کے لیے (صرف) چاند کے گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا۔اب تو انکار کرے گا''۔

(اعجاز احمدی، صفحہ ۱۷)

''ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا، اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کی انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا، پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی''۔ (خطبہ الہامیہ، صفحہ ۱۷۷)

''غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں ''زمان البرکات'' ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ ''زمان التائیدات ودفع الآفات'' تھا''۔ (تبلیغ رسالت، جلد نہم، صفحہ ۲۲)

''میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں۔ یعنی بروزی طور پر جب کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے، اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے''۔ (تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۸۴)

''اور ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس کو ''رُدّر گوپال'' بھی کہتے ہیں (یعنی فناہ کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے''۔ (تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۸۵)

تمام امراض کی جڑ

یہ ہے مرزائے قادیانی کے ان تمام دعاوی کا مجمل سا ماحصل جن میں اسے حق بجانب اور صادق ثابت کرنے کے لیے اسے اور اس کے متبعین کو قرآن پاک کی آیات کے معانی میں تحریف کرنے، کلمۃ اللہ کو اپنے مواضع سے ہٹا کر دوسری جگہ چسپاں کرنے، احادیث و آیات کے معانی میں تاویل سے کام لینے کے علاوہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین، صلحائے امت کی تذلیل، معجزات کے انکار، مسلمہ عقائد اسلامی سے انحراف وغیرہ کی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں اور وہ طرح طرح کے سوالات اُٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہر اس الزام کو جو مرزائے قادیانی اور اس کی تضاد و تخالف سے پر تحریرات پر عائد ہوتا ہے، انبیاء کرام بلکہ حضرت ختمی مرتب ﷺ کی ذات قدسی صفات اور قرآن پاک پر لوٹا دینے کی جسارت کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اور دیگر کتب سماوی کی ان بشارتوں کو جو حضور سرور کونین ﷺ کے لیے آئی ہیں، اپنے گروہ پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادیان کو دمشق اور کعبۃ اللہ ظاہر کرنے، وہاں پر مینار بنانے، مسجد اقصیٰ کو قادیان میں ثابت کرنے اور مرزائے قادیانی کے سلسلہ نسب کو رجل من فارس سے ملانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور خود مرزائے قادیانی کشف و استعارہ کے بھیس میں مریم بننے (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۳۷) خدا کے پانی سے (انجام آتھم، صفحہ ۵۵) حاملہ ہونے (کشتی نوح، صفحہ ۴۷) اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح موعود کہلانے (کشتی نوح، صفحہ ۴۷) کی ضرورت محسوس کرنے لگتا ہے۔ تا کہ ابن مریم بن کر مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کے قابل بن سکے۔ ذرا اس بھول بھلیاں کی تفصیل دیکھنا چاہو تو مرزائے قادیانی کے حسب ذیل ارشادات پر عقل سلیم کی روشنی میں غور کر کے فیصلہ کر لو کہ جن دعاوی کی بنیاد ایسی لچر اور پوچ تاویلوں اور توجیہوں پر قائم کی گئی ہو، انہیں برحق تسلیم کرنے والوں کی اور خود اس کے مدعی کی ذہنی کیفیات کا عالم کیا

ہوگا؟ لکھا ہے۔

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرادیا گیا، اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح، صفحہ۴۷)

''اس بارے میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا، اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے۔ اور خدا کا کام باطل نہیں، ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو۔ اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کرلو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی ''سورۂ تحریم'' میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے: ﴿وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (سورۂ تحریم) (حقیقت الوحی، صفحہ۳۳۷)

اب اگر ''مرزاصاحب کے اس ارشاد گرامی'' پر یہ خاکسار کہہ دے کہ ''این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند'' تو کیا ہرج واقع ہوگا، مرزائے قادیانی نے ابن مریم بننے کے لیے تاویلیں تو خوب کی ہیں۔ جن کی داد دینی چاہیے۔ لیکن ایک امر میں وہ چوک گئے۔ یعنی اپنے کو بنت عمران ثابت کرنے کے لیے استعارہ کے رنگ میں کوئی مکاشفہ بیان نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ ان کے والد ماجد عمران کس طرح بن گئے۔

معارف قرآنی کو سمجھنے کا طریق

قادیانی مذہب کے مبلغین کا قاعدہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو جو عربی زبان اور دینیات کی تعلیم سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے، یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن حکیم میں اختلاف موجود ہے تاکہ ان کی تاویلات کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔ ہمارے قادیانی مستفسر کا دوسرا سوال اسی مسئلہ کے متعلق ہے، پوچھا گیا ہے۔

۲..... ''کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو آیت شریفہ: ﴿وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا﴾ ''اگر (قرآن) غیراللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے''۔ کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہی ہے یا کوئی اور طریق؟''

جواباً عرض ہے کہ کوئی مسلمان قرآن مجید میں اختلاف کا قائل نہیں ہوسکتا۔ خود آیہ کلام ربانی جو مستفسر نے اپنے سوال میں لکھ دی ہے، اس پر شاہد دال ہے۔ اگر کسی بے بصیرت کو قرآن کریم کی ایک آیت کا مفہوم دوسری آیت سے ٹکراتا ہوا نظر آتا ہے تو یہ اس کے نقص علم ونقص فہم پر دال ہے۔ اگر کسی مسلمان کو اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوجائے یا عیسائی اور قادیانی معترضین کسی مسلمان کے دل میں قرآن حکیم کی بعض آیات کے متعلق اس قسم کا اشتباہ پیدا کردیں، تو اسے چاہیے کہ ان آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے ان کے ''شان نزول'' ان کے سیاق وسباق اور ان کے محل اطلاق کو جاننے اور قرآن حکیم کی دوسری آیات کی روشنی میں اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کرے اور نزول کے تقدم وتاخر کو پیش نظر رکھ کر ان احکام کی حکمت جاننے کے درپے ہو تاکہ تکمیل احکام اور تکمیل دین کا مسئلہ اس پر واضح ہوسکے۔

جس امر دینی کو قادیانی اور عیسائی معترضین نے مسئلہ ناسخ ومنسوخ بنا رکھا ہے، اس

کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ذات باری تعالیٰ نے بعض امور میں اپنے احکام میں تبدیلی کی ہے۔ مثلاً یہود کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جسے تبدیل کر کے مسلمانوں کو مسجد حرام کی طرف رخ پھیر لینے کا حکم دیا گیا۔ اسی تبدیلی کی طرف ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ نے آیت: ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا﴾ ''ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے نہ اسے محو کرتے ہیں مگر یہ کہ اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری لے آتے ہیں''۔ میں اپنی سنت بیان فرمادی ہے، اور یہ صورت اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت رسول خدا ﷺ کی وساطت سے اپنے دین کو نوع بشر کے لیے کامل نہیں کیا تھا بلکہ اس دین کامل کی طرف انسانوں کی راہنمائی کی جارہی تھی۔ جب ﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کر لیا''۔ کا حکم آ گیا تو تبدیلی احکام کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ خیر الکتب میں تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر کے کامل دین نوع انسانی کو دے دیا گیا۔ احکام الٰہی جس قدر کہ نوع بشر کی دنیوی اور اُخروی فلاح کے لیے ضروری تھے، اپنی مکمل شکل میں آ گئے۔ اور اس مجموعہ احکام کے متعلق یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ﴿اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ ''ہم اس کے نگہبان ہیں''۔

اس سوال کے مستفسر سے راقم الحروف کی گزارش ہے کہ اسے قرآن پاک کی بعض آیات کے سمجھنے میں دقت محسوس ہو رہی ہے، تو سوال کو متذکرہ بالا شکل میں پیش کرنے کی بجائے وہ ان آیات کو پیش کرے جن کا مطلب سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔ یاد رہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف انسان کے قلب پر اسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ روشن

ہوں گے جس قدر کہ اس کا قلب تاویلات کے گورکھ دھندوں سے الگ ہو کر نہایت سادگی اور صفائی کے ساتھ انہیں اخذ کرنے کی طرف مائل ہوگا۔ اگر کوئی شخص قادیانیوں کی طرح قرآن پاک کی آیات کے معانی کی ''لاطائل تاویلات'' کی الجھنوں میں گرفتار ہونے کی کوشش کرے گا یا ان الفاظ کو اپنی فرومایہ دانش اور اپنے ناقص علم کے مطابق معانی پہنانے کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ قرآن پاک کی بیان کردہ اس وعید الٰہی کا مستوجب ہوگا جو علمائے یہود کے تذکار کے سلسلہ میں مذکور ہوئی ہے: ﴿فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً‌ ۚ يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ‌ ۙ وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ‌ ۚ﴾ (المائدہ ۱۳)

سائل کو معلوم ہونا چاہیے کہ قادیانی مذہب اور اس کے بانی کے دعاوی کی بنیاد ہی آیات قرآنی کی بے روپا تاویلات اور کلام الٰہی کے معانی کی تحریف پر رکھی گئی ہے۔ تا آنکہ بعض آیات کلام ربانی کو جو حضور سرور کونین ﷺ کے متعلق یا ان کی صفت و تعریف میں نازل ہوئیں، قادیانی مذہب کے پیشوا نے اپنے متعلق ظاہر کرنے اور اپنے حال پر چسپاں کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا، اس سے بڑھ کر جسارت اور دیدہ دلیری اور کیا ہو سکتی ہے؟ دین حقہ اسلام اور کلام مجید کی آیات کا استخفاف اس سے زیادہ اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ ارشاد ربانی کو کھینچ تان کر اپنی خواہشات کے مطابق معانی پہنانے کی کوشش کی جائے، اور یہ دعویٰ کر دیا جائے کہ ان آیات کا ''شان نزول'' وہ نہیں جو فی الواقع ہو گزرا ہے بلکہ وہ ہے جس کے لیے ایک مدعی کاذب کی ضرورت داعی ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر میں مرزائے قادیانی کے بعض ان اقوال کو اس جگہ درج کرتا ہوں جس کے متعلق اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیات ربانی جو قرآن پاک میں مذکور ہیں خدا نے دوبارہ میرے حق میں

نازل کی ہیں یا قرآن پاک میں میرے لیے موجود ہیں: ﴿مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ﴾ (سورہ توبہ) ''جو کچھ تو نے پھینکا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا''۔

یہ آیت شریف خدائے بزرگ اور برتر نے سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے نازل فرمائی۔ اس میں جنگ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور ﷺ نے پتھر کی چند کنکریاں مٹھی میں لیکر کفار کے لشکر کی طرف پھینکیں۔ لیکن مرزائیوں کا پیشوا اپنی کتاب ''وحی رسالت'' کے صفحہ ۷۰ پر لکھتا ہے کہ ''یہ الفاظ مجھ پر میرے لیے نازل ہوئے''۔ کلام اللہ کو اپنے مواضع سے محرف کرنے کی جسارت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی۔

اسی طرح قرآن پاک کی حسب ذیل آیات کو اس نے اپنے حال پر چسپاں کرنے کا دعویٰ کر کے بارگاہ الٰہی کی وہ سند وعید حاصل کر لی جس کا تذکرہ میں سطور بالا میں کر چکا ہوں:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (حقیقت الوحی، صفحہ ۷)

هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط

(حقیقت الوحی، صفحہ ۷)

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (مکتوب عربی، صفحہ ۷۸)

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ.

(حقیقت الوحی، ۹۴)

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا.

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۱)

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ. (حقیقت الوحی، صفحہ ۱۰۲)

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ. (اربعین ۳، صفحہ ۳۸)

جو شخص قرآن پاک کی ان آیات کو جو حضرت ختمی مرتبت پر خود حضور ﷺ کی ات اقدس و انور کے متعلق نازل ہوئیں، اپنے پر چسپاں کرنے کی جسارت کر کے قرآن، ا اور رسول خدا ﷺ سب سے استہزا کا مرتکب ہوتا ہے، اس کے ملحد ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے؟ اگر قرآن کو سمجھنے کے معنی قادیانی لوگ یہی لیتے ہیں تو ...... ع

وائے گر در پس امروز بود فردائے

دین الٰہی کی تکمیل وسلسلہ نبوت کا اختتام

۳...... قادیانی مستفسر کا تیسرا سوال یہ ہے: ''قرآن مجید کی وہ کونسی آیت ہے جس سے بطور صراحۃ النص کے باب نبوت غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ہوتا ہے؟''

گردشِ روزگار کی نادرہ کاریاں ہیں کہ چودھویں صدی کے ایام پرفتن میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوگئے ہیں جو ایک مدعی کاذب کے دعاوی باطلہ کے جواز کے لیے بحث و جدال کا بازار گرم کرنے کی نیت سے نبوت کی قسمیں بنانے اور باب نبوت کے مسدود یا وا ہونے کے متعلق سوال پیدا کرنے لگے ہیں۔ سوال ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بتاؤ جس سے باب نبوت کے مسدود ہونے کا ثبوت ملتا ہو؟ حالانکہ سارا کلام مجید شروع سے لیکر آخر تک اس امر پر شاہد دال ہے کہ اس کتاب کی موجودگی میں کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کی (خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی) ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خدا کا دین جب تک اپنی مکمل شکل میں نوع بشر کے سامنے نہیں آیا تھا اور نوع بشر کی استعداد حمل امانت ابھی ناقص تھی تو خدا کے رسول اور نبی مبعوث ہوتے رہے تا کہ نوع بشر کو خدا کا آخری پیغام سننے کے لیے تیار کریں، اور حسب ضرورت وقتی اسے خدائی احکام کی خبر دیتے رہیں۔ نوع انسانی پر جب تک ضلالت و گمراہی بلکہ کفر و طغیان کی اندھیری رات مسلط رہی، انبیائے کرام

رہنمائی کرنے والے ستاروں کی طرح اس کے آسمان بخت پر تعداد کثیر میں جلوہ افروزی کرتے رہے۔ جب نبوت و رسالت کا آفتاب عالم تاب دین کامل کی ضیا لیکر نمودار ہو گیا تو ستاروں کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ روشنی اس قدر بیّن، اس قدر واضح اور اس قدر کامل ہے کہ شپرہ چشم اور بوم صفت کم نظروں اور بصارت و بصیرت کے اندھوں کے سوا باقی ساری کائنات اس کے فیض عمومی سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے جو لوگ آفتاب رسالت محمدی ﷺ کے طلوع ہونے کے بعد چراغ لاؤ کی رٹ لگا رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں حصول ہدایت کے لیے کسی متنبّی کی ضرورت ہے۔ وہ اندھے نہیں تو اور کیا ہیں؟ نبوت اور رسالت کے خدائی انعام کے مل چکنے کے بعد جو امت محمدیہ کو نبی آخر زمان ﷺ کی ذات میں کامل و مکمل طور پر دیا جا چکا جو لوگ ''هل من مزید'' پکار رہے ہیں ان سے زیادہ بیوقوف اور نادان اور کون ہو سکتا ہے؟ کوتاہ اندیشو! ارشد و ہدایت کامل کے خدائی انعام کا چشمہ اپنی مکمل حالت میں تمہارے لیے موجود کیا جا چکا، اور تم اس سے منہ موڑ کر یا اسے ناقص سمجھ کر سراب کی طرح بھاگتے ہو، تا کہ اپنی تشنگی کے لیے تسکین کا سامان حاصل کر سکو اس لیے اور محض اس لیے کہ جس شخص کو تم اپنا ہادی و رہبر سمجھ چکے ہو، اس نے نبوت کا مدعی ہونے کی جسارت کی ہے۔ تم سوال کرنے لگے ہو کہ قرآن پاک میں ''باب نبوت'' کے مسدود ہونے کی نص کونسی ہے؟ اگر تم قرآن پاک کے ماننے والے ہو تو جان لو کہ جس دین کی تکمیل کی خاطر حضرت رب العزت جل جلالہ اپنے تشریعی اور غیر تشریعی پیغمبر جنہیں وہ انبیاء و مرسلین کے نام سے موسوم کرتا ہے، بھیجا کرتا تھا۔ وہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا، جس پر قرآن پاک کی حسب ذیل آیت شاہد و دال ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ، رکوع ۱) ''آج میں

نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو پسند کر لیا''۔

غور کرو اور جان لو کہ جس مقصد کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوا کرتے تھے جب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور نوع انسانی کی ایک جماعت اس دین کو تا قیام قیامت زندہ رکھنے اور اسے تمام دوسرے ادیان پر غالب کرنے کے لیے تیار ہو گئی تو نئے نبیوں کے آنے کی ضرورت بھی جاتی رہی۔

اس دین کے مکمل ہونے سے پہلے تشریعی نبی تو نوع انسانی کو نئے احکام خداوندی سے روشناس کرانے کے لیے مبعوث ہوتے تھے تا کہ بشر کی روحانیت اس کے اخلاق اور اس کی ذہنی و دماغی کیفیت کو منزل مقصود کی طرف چند قدم آگے لے جائیں، اور غیر تشریعی نبی اس لیے آتے تھے تا کہ تشریعی نبی کی امت کو ضلالت و گمراہی کے ان گڑھوں سے نکالیں جن میں وہ خدا کے دیئے ہوئے احکام کو بھلا کر گر جانے کے عادی تھے۔ تکمیل دین کے بعد جب وہ کتاب جس میں اس دین کے احکام بیان کیے گئے ہیں اپنی مکمل شکل میں تیار ہو گئی اور نوع بشر کی ملک بن گئی۔ نیز اس میں رد و بدل آمیزش و حک، نسخ و تحریف کی گنجائش بھی خدائے روزگار نے ﴿اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کہہ کر مفقود کر دی تو کسی نئے فرستادہ خداوندی کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ لوگوں کو خدا کے نئے احکام سنائے، یہی وجہ ہے کہ فرماں فرمائے عالم و عالمیاں نے اپنے اس نامہ کو مکمل کرنے کے بعد جو اسے نوع انسانی کو بھیجنا تھا اس پر اپنی آخری مہر ثبت کر دی اور ساتھ ہی اس امر کا ذمہ لے لیا کہ قیام قیامت بلکہ اسکے بعد بھی اس کی حفاظت کروں گا اور فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں

سے کسی کے باپ نہیں، البتہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور نبیوں پر مہر یعنی ان کے ختم کرنے والے''۔

لفظ خاتم کے معنی اور مفہوم

''خاتم النّبیین'' کے معنی میں تحریف کے جرم کے مرتکب ہونے والے قادیانی کہتے ہیں کہ لفظ ''خاتم'' یعنی مہر سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات قدسی صفات آنے والے نبیوں کی نبوت کے اجرا کے لیے بمنزلہ مہر کے ہے۔ ظاہر ہے تکلیف سے پیدا کیے ہوئے یہ معانی سراسر بیہودہ ہیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ آخری نبی اور ختم المرسلین ہونے کی حیثیت میں تمام انبیائے گزشتہ علیھم الصلوۃ واجمعین کی نبوتوں کی تصدیق کے لیے ''خاتم'' قرار دیئے گئے، اس لیے کہ حضور ﷺ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت و رسالت کا ایسا مصداق جو اللہ کی طرف سے اسی غرض کے لیے بھیجا جاتا کوئی اور آنے والا نہ تھا، اور رسول مقبول ﷺ اور حضور کی ذات گرامی پر نازل ہونے والی کتاب سے بڑھ کر انبیائے سابق کے خدا کی طرف سے مرسل ہونے کی کوئی اور مکمل و معتبر شہادت بن نہیں سکتی تھی۔ اگر ''خاتم'' کے معنی حضور ﷺ کے بعد آنے والے نبیوں کی نبوت پر تصدیق کرنے کے لئے جائیں جیسا کہ قادیانی لوگ اپنے ایک ''متنبّی'' کے لیے یہ تکلف لے رہے ہیں تو انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کی طرف سے کسی مدعی نبوت کو کونسا تصدیق نامہ ملا ہے۔ ایسے واضح تصدیق نامے کے بغیر ''خاتم النّبیین'' کے وہ معنی جو قادیانی لے رہے ہیں، باطل ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اپنے آپ کو حضور کی امت میں سے ظاہر کرنا اور اپنی نبوت کو حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کا ظل و بروز قرار دینا ہی اس ''خاتم'' کی طرف سے تصدیق نامہ ہونے کے لیے کفایت کرتا ہے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ تمام مسلمان جو

حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی امت میں داخل ہو گئے، نبی ہیں، کہنے کو تو یہ قادیانی مفتری ''خاتم النّبیین'' کے معنی آئندہ آنے والے یعنی حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے بعد میں آنے والے انبیاء یا نبیّین بصیغۂ جمع کا ''خاتم'' قرار دیتے ہیں، لیکن ان معنوں کا اطلاق صرف ''ایک'' مرزائے قادیانی کی نبوت کے دعویٰ پر کر کے خاموش ہو جاتے ہیں، اور یہ نہیں بتاتے کہ اس امت میں بہت زیادہ نبی کیوں مبعوث نہ ہوئے، کم از کم بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی تعداد سے امت محمدیہ کے انبیاء کی تعداد کا بڑھ جانا لازمی امر تھا تا کہ قرآن پاک کی آیت کا وہ مفہوم جو قادیانی بتا رہے ہیں صحیح ثابت ہو جاتا۔

حضور کے ''خاتم النّبیین'' یعنی نبیوں پر مہر ہونے کی حیثیت اس امر سے بھی واضح ہے کہ تمام انبیائے گزشتہ علیھم الصلوٰۃ اجمعین نے اس ''خاتم النّبیین'' کے آنے کی خبر دی تھی، جو دین کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا تھا، اور تمام انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ اجمعین اور ان کی امتوں سے حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ نے یہ میثاق کر رکھا تھا کہ جب وہ ''خاتم النّبیین'' آئے گا تو اس کے زمانہ کو پانے والے لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔ اس میثاق کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے اور پرانے زمانہ کی کتب سماوی جیسی حالت میں بھی اس وقت تک موجود ہیں، اس میثاق اور ان بشارتوں کے ذکر سے خالی نہیں، جو حضور ختم المرسلین ﷺ یعنی اس رسول کے متعلق جس پر دین خداوندی کی تکمیل ہونے والی تھی، مذکور ہوئیں اور جن کی تصدیق کے لیے ضروری تھا کہ ایک آخری پیغمبر دین الٰہی کو کامل کرنے والا اور سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والا آئے تا کہ ازمنۂ گزشتہ کے انبیائے کرام کے ارشادات پر تصدیق کی مہر لگ جائے۔ یعنی ان کی نبوت نوع انسانی کے نزدیک مصدق ہو جائے۔ دیکھئے! قرآن حکیم کیسے واضح الفاظ میں اس میثاق کا ذکر کرتا ہے: ﴿وَاِذْ

اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۹) ''جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دیتا ہوں (تو اس شرط پر) کہ جب تمہارے پاس وہ رسول پہنچے جو اس دین کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ کہا کیا تم نے یہ اقرار کیا۔ ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا دیکھو! اس امر پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔

﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ﴾ کی تصدیق سے کلام ربانی بھرا پڑا ہے اور ذات باری تعالیٰ عزاسمہ نے قرآن پاک میں اس امر کی پوری پوری تصریح کردی ہے کہ قرآن سابقہ کتب سماوی کی تصدیق کے لیے نازل ہوا ہے اور حضور سرور کونین (ﷺ) کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ تمام سابق انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کی تصدیق کریں۔ ملاحظہ ہوں ارشادات ربانی: ﴿ھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ﴾ (الانعام، رکوع ۱۱) ''اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا برکت والی اور اس شے کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے''۔ ﴿نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ﴾ (آل عمران، ع۱) ''اس نے تجھ پر ٹھیک کتاب اتاری اس کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے''۔

اسی طرح ﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ﴾ کی تراکیب قرآن کریم کے حق میں اکثر جگہ مذکور ہوئی ہیں اور حسب ذیل ارشاد ربانی نے لفظ ''خاتم'' کی پوری پوری تشریح کردی

ہے۔ قولہ تعالیٰ: ﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (صٰفٰت) ''البتہ وہ حق لے کر آیا اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کردی''۔ یعنی تمام انبیائے گزشتہ کے خدا کی طرف سے سچے نبی ہونے کی حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کردی جو ''خاتم النبیین'' کے آنے اور دین الٰہی کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کی خبریں دیتے رہے تھے۔ اگر ''خاتم'' (مہر) کے معنی وہ ہوتے جو مرزائے قادیانی نے اپنے دعوائے نبوت کے اجرائے جواز کے لیے بہ تکلف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو قرآن حکیم میں آئندہ آنے والے نبیوں کے متعلق بھی اسی صراحت کے ساتھ ذکر کا آنا ضروری تھا، جس صراحت کے ساتھ زمانہ ماسبق کے مرسلین یزدانی کا ذکر آیا ہے۔ اگر خدا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر کوئی سر پھرا شخص یہ کہنے لگے کہ تمام وہ آیات جو قرآن پاک میں حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے متعلق ہیں، کسی دوسرے کی نبوت کے لیے مذکور ہوئی ہیں، تو اس قسم کے دعوے کی بنا پر اسے مفتری اور کذاب کے سوا اور کوئی خطاب نہیں دیا جاسکتا۔

اتمام نعمت

قادیانی اور ان کے پیشوا جہلاء کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے یہ کہنے کے بھی عادی ہیں کہ اس سے بڑا ظلم کسی امت پر اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کے افراد سے نبی ہونے کا امکان سلب کرلیا جائے، اور حضور سرور کائنات ﷺ کے افضل الانبیاء و مرسلین ہونے کے لیے ضروری ہے کہ حضور کی امت میں بھی بنی اسرائیل کی طرح بہت سے نبی بلکہ دوسری تمام امتوں سے بڑھ کر نبی نازل ہوں۔ اس سے زیادہ تلبیس حق بالباطل اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہنر کو عیب اور عیب کو ہنر ظاہر کیا جائے۔ احمقو! پچھلی امتوں میں تشریعی اور غیر تشریعی نبی اس لیے نازل ہوتے تھے کہ دین ابھی کامل نہیں ہوا تھا اور ان امتوں اور قوموں کے لوگ بہت

جلد گمراہ ہو جانے اور صحائف آسمانی کو گم کر دینے یا ان میں تحریف کر لینے کے عادی تھے، اس لیے ان کی ہدایت کے لیے نبی بھی جلد جلد بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جب نوع انسانی میں خدا کے مکمل دین کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو آخری نبی ﷺ کے ذریعے ہدایت کا آخری پیغام بھی پہنچا دیا گیا، جو سارے عالموں اور سارے زمانوں کے لیے ہے۔ لہٰذا ایسی امت کو جو ''خیر الامم'' ہے، جس کے اخیار کا گروہ اور جس کی آسمانی کتاب قیام قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ اس میں نئے تشریعی یا غیر تشریعی نبیوں کا مبعوث ہونا کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ امت محمدیہ پر باب نبوت کا مسدود ہو جانا اس کی سعادت وافضلیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کے آخری نبی کا پیغام سنا اور قبول کر لیا اور یاد رکھا۔ اس کے پھیلانے کے لیے کوشاں رہی اور رہے گی۔ امت محمدیہ کی افضلیت اسی میں ہے کہ وہ خدا کے کامل دین کی حامل اور اس کے آخری رسول کی امت ہے۔ جس کا عہد پانے کے لیے بنی اسرائیل کے انبیاء آرزو کرتے رہے۔ خدا کا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ اس نے ہمارے آقا و مولا ﷺ کو آخری نبی ہونے کی بنا پر اپنی نعمت ہم پر تمام کر دی۔

ایک مغالطہ کی تصریح

تم کہو گے کہ دوسری امتوں کی طرح ''امت محمدیہ'' میں بھی غیر تشریعی نبیوں کے مبعوث ہونے کی ضرورت اسی لیے ہے کہ امت کے افراد کو گمراہی سے بچائیں۔ لیکن قرآن حکیم کا دعویٰ یہ ہے کہ ختم المرسلین کے بعد اس امت کو کسی نئے نبی کی تعلیم وتربیت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ قرآن حکیم نے کسی جگہ بھی کسی نئے نبی کے آنے کی خبر نہیں دی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ امت تا قیام قیامت گمراہ نہیں ہوگی، اور اگر ہوگی تو کسی نئے نبی کے آنے کے بجائے نوع بشر پر وہ ''السّاعۃ'' آجائے گی جس کے آنے پر یہ

زندگی ختم اور بالکل نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔ دین کے کامل ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اگر اسے نوع بشر قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کی اصلاح کے لیے نبی کو بھیجنے کے بجائے وہ احکم الحاکمین اسے یوم الحساب میں لا کھڑا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے آخری پیغام میں اس آنے والی ''السّاعۃ'' کی خبر کامل وضاحت پوری تشریح مکمل تحکم اور پورے زور کے ساتھ جابجا دی گئی ہے۔ خدائے بزرگ وبرتر نے اس امت کو دین حقہ پر قائم رکھنے اور اس دین کی نشر واشاعت کرنے کے لیے مزید نبی بھیجنے کا وعدہ نہیں کیا بلکہ بتا دیا ہے کہ خود مسلمانوں کو یہ کام کرنا ہوگا ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران، ع ۱۲) ''تم بہترین قوم ہو جو عام لوگوں کے لیے نکال کھڑی کی گئی (تاکہ) تم نیک کاموں کا حکم کرو اور بُرے کاموں سے منع کیا کرو اور اللہ پر ایمان لائے رکھو۔'' ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۱۱) ''اور تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیک کاموں کے لیے کہتا رہے اور بُرے کاموں سے روکتا رہے (جو لوگ ایسا کریں گے) وہی فلاح پانے والے ہیں''۔

پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو تم نبی کہنا چاہتے ہو تو سارے مسلمانوں کو نبی کہو۔ اس میں کسی مرزائے قادیانی کی تخصیص نہیں۔ ورنہ قرآن حکیم کا یہ حکم چون وچرا کیے بغیر تسلیم کر لو کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے بعد کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبی آنے کی ضرورت نہیں۔

مرزائیوں کے لیے لمحہ فکریہ

مرزائی مستفسر کو اور اس کے رفقائے مسلک کو جو غیر تشریعی نبوت کا باب وا رکھنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں، سوچنا چاہیے کہ ان کے پیشوا نے اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لیے تو طرح طرح کی موشگافیوں سے کام لیا، اور بحث وجدال کے نئے دروازے کھول دیئے۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ غیر تشریعی یعنی نبوت کا باب صرف اسی کے لیے کیوں کھولا جائے؟ کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو سال پہلے کے مسلمانوں کو اس سے محروم رکھا اور سمجھا جائے۔ پھر انہیں سوچنا چاہیے کہ ان کا پیشوا تو ظلی، بروزی، امتی، نقلی، مجازی، غیر تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ہی صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی بھی ہے، بلکہ اپنے کو مجموعہ کمالات انبیاء علیہم السلام اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے افضل قرار دینے کی جسارت بھی کرتا ہے، جس کے ثبوت میں میں ان کے پیشوا کے بعض الفاظ قسط ''ہفتم'' میں جو اس بحث کی تمہید کے طور پر لکھی گئی پیش کر چکا ہوں۔ پھر وہ کس منہ سے امت محمدیہ پر فقط غیر تشریعی نبوت کے دروازے مسدود ہونے کے ثبوت میں نص قرآنی کے طالب ہوئے ہیں۔ اپنے پیشوا کی اس خرافات کو چھپانے کے لیے کیوں کوشاں ہیں جس کے جواز کے لیے انہیں کسی قسم کی تاویل نہیں مل سکتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ اپنے پیشوا کے کذاب ومفتری ہونے کے قائل وشاہد ہیں۔ لیکن اغراض اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں یا اپنے پیشوا کی طرح دین کو تمسخر خیال کر کے اسے حصول دنیا کا سلسلہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم اپنے پیشوا کی تعلیمات کے بھان متی کے پٹارے کی ہر شے کو صحیح سمجھ کر یہ نہیں کہتے کہ ہم مرزائے قادیانی کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ختم المرسلین اور صاحب شریعت نبی خیال کرتے ہیں۔ اگر تمہارا دین یہ ہے تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم مسلمان نہیں۔ کیونکہ دین اسلام وہی دین کامل ہے جو نوع بشر کو محمد عربی ﷺ نے دیا، اور

جس کے احکام قرآن پاک میں موجود ہیں، اور جس کے اصول اساسی کی مختصر سی تشریح میں اسی سلسلہ مضامین کی ابتدائی اقساط میں کر چکا ہوں۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔

رسول مکتفی اور دین کامل

اب میں ان مرزائیوں سے جو چالاک اور عیار قادیانی گروہ کی تاویلات کے گورکھ دھندے میں اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کے باعث گرفتار ہے، مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ ''راہ ہدیٰ'' کی طرف آؤ اور اسی ''صراط مستقیم'' پر چلو جو خدا نے نوع انسانی کو محمد ﷺ کی وساطت سے دکھایا ہے۔ محمد ﷺ کے بعد ہمیں کسی قسم کے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی، اور قرآن کے بعد کوئی کلام ربانی نہیں ہو سکتا جو کسی بندے پر خدا کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کے لیے اتارا گیا ہو۔ اگر کسی کو محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی صداقت میں کلام ہو تو وہ علیحدہ سوال ہے۔ جس کے متعلق اس کی تسکین کے سامان مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ سردست میں ان مرزائیوں سے مخاطب ہوں جو قادیانیت کو محمد عربی ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر میں گرفتار ہیں۔ حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ اپنے حبیب پاک ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے ساری نوع بشر کے لیے رسول مکتفی ہونے کی سند دیتا ہے، اور فرماتا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (السبا، رکوع۴) ''اور ہم نے تجھے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو بشیر ونذیر ہونے کی حیثیت میں الناس یعنی تمام نوع بشر کے لیے مکتفی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں''۔ نیز فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف، رکوع۲۰) ''اے نوع بشر میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔ اسی طرح: ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الرعد، رکوع) ''تو ڈرانے والا اور تمام اقوام کو ہدایت کا پیام

"دینے والا ہے"۔ ﴿لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ "تمام جہانوں کے لیے نذیر"۔ اور ﴿رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ "تمام جہانوں کے لیے رحمت"۔ کہہ کر قصہ ختم کر دیا گیا کہ نوع بشر کے لیے رسول مکتفی آ گیا۔

پھر اے قادیانیو! اس بشیر ونذیر کو چھوڑ کر تم کسی دوسرے کو اپنے لیے بشیر ونذیر کس طرح تسلیم کر سکتے ہو، جب کہ خدا ساری نوع بشر کے لیے محمد ﷺ کو مکتفی قرار دے چکا ہے۔ اس خدائے جبار کی باز پرس سے ڈرو، جس نے اپنی شان حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہوئے بتا دیا ہے کہ دین وہی ہے جو اس کے رسول مقبول ﷺ کی وساطت سے مل چکا، اور یہی دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ، رکوع ۵) "وہ جس نے اپنا رسول ہدی دے کر اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ یہ دین حق تمام ادیان پر غالب آ جائے خواہ مشرکوں کو یہ بات بُری ہی کیوں لگے"۔

اختتام سلسلۂ نبوت کی برکات

تکمیل دین، اتمام نعمت اور ختم نبوت کے متعلق صریح احکام و بین شواہد آ جانے کے باوجود جن سے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی، یہ حال ہے کہ ذریات ابلیس نے دین اسلام میں رخنہ اندازی کے لیے نبوت و رسالت کے بیسیوں جھوٹے مدعی کھڑے کر دیئے، جن میں مسیلمہ کذاب سے لیکر مرزائے دجال تک کئی لوگ شامل ہیں۔ اگر کہیں امت محمدیہ پر بنی اسرائیل یا دوسری اقوام کی طرح نبوت کا باب کھلا ہوتا یعنی دین کی تکمیل معرض عمل میں نہ آئی ہوتی اور انبیاء کی بعثت ہونے کی ضرورت باقی رہتی تو مسلمانوں کی ہر بستی میں کروڑوں جھوٹے نبی پیدا ہونے لگتے اور عموم ملت کے لیے جھوٹے اور سچے کی پہچان میں اتنی

مشکلات پیش آتیں کہ کسی کو اپنے راستے کی درستی کے متعلق اطمینان قلب کی نعمت حاصل نہ ہو سکتی۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے اکثر ادوار میں نبوت کے متعلق یہی انارکی پیدا ہوئی جس کا ثبوت بنی اسرائیل کی کتابوں میں جا بجا ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی امت محمدیہ پر "ختم نبوت" و "تکمیل دین" کا ہو جانا خدا کی ایسی دین ہے جسے وہ خود اتمام نعمت کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اسی کی بدولت دین اسلام خدا کا آخری دین ٹھہرا، اور اس کی ایسی جامع و پائیدار حیثیت قرار پائی جو ہر طرح کی مکانی اور زمانی قیود سے آزاد ہے، اور صرف کرۂ ارض کے ساکنین پر نہیں بلکہ دیگر اجرام سماوی کی باشعور مخلوق پر بھی اس کے احکام محیط ہیں، اس اتمام نعمت کی بدولت امت محمدیہ پر لا محدود مادی، روحانی، دماغی، نفسیاتی اور معاشرتی ترقیات کے دروازے کھل گئے، اور نوع انسانی کو اپنے پروردگار کی طرف سے کائنات اور اس کی ساری موجودات کو مسخر کرنے اور اللہ کی موجود کی ہوئی تمام حاضرہ آئندہ نعمتوں سے جائز تمتع حاصل کرنے کا پروانہ مل گیا۔ تکمیل دین کے ساتھ ہی نوع انسانی پر شعور کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اس کے زاویہ نگاہ میں خدا کے آخری پیغام نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی، اور امت محمدیہ کو بتا دیا گیا کہ کائنات کی تمام اچھائیاں اور خوبیاں اس کے لئے ہیں جنہیں وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرنے کی شرط کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں۔ نوع انسانی کی تاریخ اس عظیم الشان انقلاب پر شاہد عادل ہے، جو دین اسلام کی بعثت کے باعث اس کی زندگی میں رونما ہوا۔ ارشاد نبوی: خیر القرون قرنی وخیر الامم امتی. میں اسی حقیقت حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تکمیل دین کی ایک مثال

تکمیل دین، اتمام نعمت اور وظیفۂ نبوت کے اپنی معراج کمال تک پہنچنے کی مثال